بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

فاطمہؓ کا لالؓ

ازرشحات قلم

ابو السعادات مفتی حبیب احمد ہاشمی

فاضل اسلامیات، فاضل عربی، فاضل فارسی عالم اردو، فاضل حکمت

ممبر سنٹرل قرآن کمیٹی گورنمنٹ آف پاکستان

خطیبِ اعظم سیالکوٹ

النّاشر

مکتبہ ہاشمیہ مبارک پورہ سیالکوٹ

18
TERED

حق بحقِ مصنّف محفوظ ہیں

کتاب کا نام — فاطمہ کا لال
بار سوم — دسمبر ۱۹۷۶ء
ضخامت — ۲۸۰ صفحات
چھپوائی — آفسٹ سائز ۲۲×۱۸
مؤلفہ — مفتی حبیب احمد ہاشمی
تعداد — ایک ہزار
طباعت — پاکستان ٹائمز پریس لاہور
پرنٹر — رفاقت حسن
قیمت — ۱۵ روپے
طابع — ایم افتخار ہاشمی۔ ایس اے ہاشمی
کتابت — عبدالرزاق

مہتمم

صاحبزادہ مفتی نجیب احمد ہاشمی بی۔ اے (I)

بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ

مینجر مکتبہ ہاشمیہ۔ مبارک پورہ۔ سیالکوٹ (پاکستان)

۲۹۷.۹۹۲
512
۱۱۶۸۰۳

Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحات	عنوان	صفحات
		حکمت شہادت نمبر ۲	۴۳
مقدمہ	۹	حضرت حسنین کی آنحضرت	۴۵
تقریظات	۱۳	سے مشابہت	"
طبع سوم	۱۷	فضائل امامین کریمین رض	۴۶
استفادہ	۱۹	فضائل حضرت امام حسن رض	۵۰
قطعات	۲۰	فضائل امام حسین رض	۵۲
فلسفۂ شہادت	۲۵	شہادت کی اقسام	۵۴
تمہید شہادت	۳۰	آنحضرت کو شہزادوں کی شہادت	"
حکمت اول	۳۱	کا علم	"
حضرت یحییٰ و ذکریا علیہما السلام	۳۲	خواب ام سلمہ، انتخاب ام سلمہ رض	۵۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۳۶	حضور نے شہادت حسین کی خبر	۵۸
حضرت اسماعیل علیہ السلام	۳۷	علی کو دی۔	"
حضرت ایوب علیہ السلام	۳۹	حضرت علی نے امام حسین کی	"
حضرت یونس علیہ السلام	۴۰	شہادت گاہ کی نشاندہی فرمائی	"
حضرت یوسف علیہ السلام	۴۱	حضور علیہ السلام کو شہادت حسین	۵۹
ختم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ		کی خبر پانچ مرتبہ دی گئی	"
علیہ وسلم	"	شہادت امام حسن علیہ السلام	۶۰

Marfat.com

جعدہ کی حیلہ سازی	۶۳	دونوں معصوم حارث کے	//
حضرت حسن علیہ السلام کا عفو	۶۴	گھر	//
یزید کا جواب	۶۶	حارث کا عبرت ناک انجام	۱۰۷
جعدہ کا انجام	//	نواسۂ رسول کی کوفہ کو روانگی	۱۰۹
وصایائے امام حسن علیہ السلام	۶۷	جانثاران جو آپ کے ہمراہ	//
امام حسن علیہ السلام کا سفر آخرت	۶۸	تھے۔	۱۱۳
یزید کی تخت نشینی اور عام بیعت	۷۰	اہل بیعت جو آپ کے ہمراہ	۱۱۴
حسین نانائے پاک کے روضہ پر	۷۲	تھے۔	//
امام عالی مقام ماں کی قبر پر	۷۴	عبداللہ بن عمر خدمت حسین میں	۱۱۵
مظلوم کربلا امام حسن کی قبر پر	۷۵	راستہ میں مسلم کی شہادت	//
بیمار صغرا فاطمہ سے رخصت	۷۶	کی اطلاع	//
مدینہ سے روانگی اور مکہ میں داخلہ	۷۹	حر بن ریاحی کی امام عالیمقام	۱۲۱
مسلم بن عقیل کی کوفہ کو روانگی	۸۲	سے ملاقات۔ اور امام عالی	//
کوفیوں کی بدعہدی اور بے وفائی	۸۳	مقام کی مہمان نوازی	//
حضرت مسلم قاضی شریح کے	۸۵	کربلا معلیٰ میں خیام اہل بیت	۱۲۳
پاس	//	لگائے گئے	۱۲۵
مسلم بن عقیل حضرت ہانی کے پاس	۸۸	یزیدی فوج میدانِ کربلا میں	۱۲۷
حضرت مسلم کو منبر بان کی شہادت کا علم	۹۲	ساقی کوثر کے نواسے پر پانی کی	۱۲۸
امام مسلم محمد بن کثیر کے گھر	//	بندش	
مظلوم کوفہ طوعہ کے مکان پر	۹۳	دشتِ نینوا کا تشنہ لب قافلہ	۱۲۹
فرزندانِ مسلم کی اندوہناک		پانی لانے کے لئے عباس علمدار کا تقرر	۱۳۰
شہادت۔	۹۷	امام عالی مقام کی ابن سعد سے گفتگو	۱۳۲
مشکور کی شہادت	۹۹	برادرانِ حسین میں منافقت کی ناکام کوشش	۱۳۳

Marfat.com

شمر کو عباس علمدار کا دندان	۱۳۴	برادرانِ حسین میدان جنگ میں	״
شکن جواب۔	״	حضرت عباس کی شہادت	۱۷۵
مہلت ایک رات کی	۱۳۶	عباس علمدار فرات کے کنارے	۱۷۸
شبِ عاشورہ میں اہل بیت	۱۳۷	ہم شبیہہ مصطفےٰ میدانِ جنگ میں	۱۸۲
کی کیفیت	״	باپ سے بیٹے کی استدعا	۱۸۳
شہادت کی المناک صبح	۱۴۲	بیٹے کو باپ کا جواب	۱۸۴
سیدالشہدا اتمام حجت کے	۱۴۳	امام مظلوم کی رخصت	۱۹۶
لیے میدان میں۔	״	معصوم علی اصغر کی شہادت	۱۹۹
حضرت غلامی حسین میں	۱۴۵	دوشِ پیغمبر کا مکیں میدانِ	۲۰۵
اُفق کربلا پر آفتاب خونیں کا طلوع	۱۴۷	کارزار میں	״
مٹھی بھر پاکیزہ لشکر کی صف بندی	۱۵۰	جنات خدمت امام میں	۲۱۴
لشکرِ یزید کی صف بندی	۱۵۱	امام کو آبِ حیات کی پیشکش	۲۱۵
رفقائے حسین کے عدیم المثال مظاہرے	۱۵۲	امام عالی مقام کا سفر آخرت	۲۱۷
شمع امامت کا پہلا پروانہ	۱۵۳	خیام حرم کی وحشیانہ لوٹ	۲۲۰
جانباز خاتون کا جذبۂ جہاد	۱۵۴	شہادت حسین کے بعد	۲۲۱
رفقائے حسین کی حیرت انگیز جلاوت	۱۵۶	قہر الٰہی کی جھلکیاں۔	״
حضرت حُرؒ کی بہادرانہ شہادت	۱۵۷	نعش ہائے مبارک کی پائمالی	״
حضرت سوید کی شہادت	۱۵۹	بے گور و کفن لاشوں پر زینب و	۲۲۳
ریگزار نینوا میں خون اہل بیت کی ارزانی	۱۶۱	زین العابدین۔	״
زینب کے لال میدان جنگ میں	۱۶۲	سرِ امام کی کرامات	۲۲۵
حضرت قاسم کی دلیرانہ شہادت	۱۶۶	دودمان رسالت کا جلوس	۲۲۹
عبداللہ بن مسلم کی شہادت	۱۷۲	کوفہ کے بازاروں میں۔	״
فرزندان عقیل کی شہادت	۱۷۴		

Marfat.com

حضرت زینب سے ابن زیاد	۲۳۰	حضرت امام محمد باقرؓ	//
کی گفتگو۔	//	حضرت امام جعفر صادقؓ	۲۵۶
خونِ حیدری کا جوش	//	حضرت امام موسیٰ کاظمؓ	//
کوفہ میں سات خوش نصیبوں کی	۲۳۱	حضرت امام علی رضاؓ	۲۵۷
شہادت۔	//	حضرت امام نقیؓ	۲۵۸
دندانِ امام کی بیحرمتی اور صحابیٔ		حضرت امام علی نقیؓ	//
رسول کا غیظ۔	۲۳۲	حضرت حسن عسکریؓ	۲۵۹
مظلوم قافلہ کی دربار یزید کو	//	حضرت امام مہدی	۲۶۰
روانگی۔	//	یزید اپنے اصلی روپ میں	۲۶۱
ایک یہودی بزرگ کا قبولِ اسلام	۲۳۳	یزید کے متعلق محققین کی رائے	۲۶۳
اسیرانِ کربلا یزید کے دربار میں	۲۳۴	علامہ ابوشکور سالمی	//
دلخراش منظر	۲۳۶	علامہ ذہبیؒ، ابن کثیرؒ، ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۲۶۴
سرِ امام اور یزید پلید	۲۳۷	اُردو انسائیکلو پیڈیا	۲۶۵
بیمار زین العابدین اور یزید پلید	۲۳۸	قاضی شہاب الدینؒ۔ حافظ سمہودیؒ۔	۲۶۶
دمشق سے اہل بیت کی مدینہ کو روانگی	۲۴۱	محقق سعد الدین تفتازانیؒ	//
سرِ امام کی تدفین میں اختلاف	۲۴۴	امام ابن الجوزی۔ علامہ ابن حجر مکی	۲۶۷
قاتلانِ حسین کا عبرت ناک انجام	۲۴۵	علامہ جلال الدین سیوطی۔ علامہ سمعانی	۲۶۷
یزید پلید کی عبرت ناک موت	۲۴۶	یزید کے بارے میں مغربی مفکرین کی رائے	//
چند دیگر اشقیاء کا انجام	۲۴۸	مخالفین کے اعتراضات کے جواب	۲۶۸
قہر قہار مختار ثقفی کے ذریعے	۲۴۹	حدیث سے استدلال	۲۷۳
قہر الٰہی کے متعلق سلیمان الاعمش کا	۲۵۰	حاکم وقت کی اطاعت کا ڈھونگ	۲۷۴
بیان۔	//	حرفِ آخر	۲۷۹
نسلِ حسین علیہ السلام میں برکت	۲۵۵		

Marfat.com

پیش لفظ

باسمہٖ سبحانہٗ

میرے قلب مستمند میں ایک عرصہ سے یہ خواہش چٹکیاں لے رہی تھی کہ نور دیدہ رسول جگر گوشۂ بتول، امام الانس والجنۃ، سید شباب اہل الجنۃ کے فضائل و مصائب اور دشت کربلا کے رزمیہ مناظر سے نوک قلم کو آشنا کروں۔ میری اس خواہش پر احباب پر خلوص کے بے حد اصرار نے تازیانہ کا کام کیا چنانچہ میں نے قلت وقت، قلت زر، مشاغل دنیوی اور دیگر موانعات کے باوصف نور نگاہ مصطفےٰ تسکین خاطر مرتضےٰ جگر گوشۂ زہرا شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے دربار گہر بار میں خلوص کے شگوفے، مروت کے غنچے اور محبت کے پھول خون دل کی روشنائی اور عقیدت کے قلم سے ترتیب دے کر سبد گل (فاطمہ کا لال) کی صورت میں پیش کرنے کا تہیہ کر لیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں نے کتاب میں انہی روایات پر انحصار کیا ہے جنہیں مستند اور معتبر سمجھا ہے۔ رطب و یابس سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے اس لئے جا بجا مستند اور معتبر احادیث و کتب سیر سے حوالہ جات درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کو تسکین خاطر ہو سکے۔

کتاب کے آخر میں ایک باب (یزید اپنے اصلی روپ میں) درج کیا گیا ہے۔ جسے میری محنت شاقہ کا ثمرہ اور عرق ریزی کا خلاصہ تصور کرنا چاہیئے مجھے یقین واثق ہے کہ اس مضمون کے پڑھنے سے وہ تمام شکوک و شبہات تار عنکبوت ہو کر رہ جائیں گے جو آئے دن دشمنان حسین علیہ السلام کی طرف سے پیدا کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

معذرت

باایں ہمہ اوصاف مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ کتاب میں مطبعی اغلاط کافی حد تک موجود ہیں اور اس کا باعث صرف یہ ہے کہ میں قلت وقت اور درس و تدریس میں انہماک کے باعث نہ تو پروف پڑھ سکا اور نہ ہی صحیح معنوں میں اس پر نظر ثانی کر سکا۔ مسوّدات کی تمام ترتیب و تصویب کا کام عزیزم مفتی نجیب احمد ہاشمی صاحب پی۔ اسے سلمہ تعالیٰ کے سپرد تھا۔ میں عزیزم کے لئے دعا گو ہوں کہ انہوں نے تعلیمی مشاغل کے باوجود کتاب میں پوری پوری دلچسپی لی اور کتاب کو ترتیب دیا۔

ارباب فہم و فراست سے استدعا ہے کہ میری فروگذاشتوں کو معاف کرتے ہوئے مجھے علمی تنقید سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان خامیوں کو دور کیا جا سکے۔

(رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)

(وَالسَّلَام)

مؤلف

Marfat.com

مقدمہ

منظور احمد بھٹی بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ

دنیائے آب و گل کی نشوونما، تزئین و آرائش، تعمیر و ترقی اور بقاء و استحکام کے لئے اندھیروں و اُجالوں کی آنکھ مچولی، نور و نار کا تصادم، حق و باطل کی آویزش اور نیکی و بدی کی کش مکش ضروری اور لابدی ہے کہ اسی آنکھ مچولی میں اجالا ابھرتا، اسی تصادم سے نور پھیلتا، اسی آویزش میں حق اپنی پوری تابانیوں سے ابھرتا اور اسی کش مکش میں نیکی کا جادو چمکتا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ستیزہ کاری کے یہ معرکے ابتدائے آفرینش سے مختلف رنگ و روپ میں بپا ہوتے رہے اور تاریخ کے دامن پر تابندہ نقوش ثبت کرتے رہے، حق ابراہیم بن کر ابھرا تو باطل نے نمرود کی صورت میں اسے اپنی راہ پر لانے اور اس سعی میں ناکام ہو جانے کے بعد اسے دبانے کی کوشش کی لیکن حق لباط عالم پر ابر بہار بن کر چھا گیا اور باطل قعر مذلت میں گم ہو کر رہ گیا۔ نیکی موسیٰ کے قالب صدق و صفا میں طلوع ہوئی تو اس کی حیات افروز کرنوں کو بدی نے فرعون کے روپ میں نگل جانے کی سر توڑ کوشش کی لیکن صداقت کی یہی کرنیں جو اہل حق کے لئے حیات نو کا سرمدی پیغام تھیں۔ بدی کے لئے پیام مرگ ثابت ہوئیں۔ پھر یوں بھی ہوا کہ فاران کی چوٹیوں سے نور خدا کے آخری نبی سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر جمیل میں بلند ہوا تو نار نے ابوجہل اور ابولہب کی شکلوں میں سد راہ بننے کی جدوجہد کی۔ جو اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے باوجود ذلت و گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک کر رہ گئی اور نور رحمت خداوندی بن کر عالم انسانیت کو اخلاق و اعمال کی اعلیٰ و ارفع اقدار سے مزین کر گیا۔

دشت کربلا میں جو کچھ ہوا اسی لامتناہی سلسلے کی ایک دلآویز کڑی ہے۔ امام پاک نے اپنی تہہ دامنی کے باوجود یزید کی بیعت سے محض اس وجہ سے انکار کر دیا۔ کہ وہ ایک فاسق و فاجر شخص تھا اور اسلام میں ملوکیت کا بیج بو کر دامن اسلام کو تار تار

Marfat.com

کر دینا چاہتا تھا۔ انہوں نے بے سرو سامانی کے علی الرغم ایک عظیم طاغوتی قوت سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا تاکہ حق پر باطل دستی کو تسلیم کر لینے کا رواج نہ پڑ جائے اور پھر دنیا نے جو معرکۃ الآراء تماشا دیکھا۔ اس کی مثال تاریخ اسلام میں شاید ہی مل سکے۔ تاریخ عالم کا دامن اس سے بالکل خالی ہے۔

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزہ کی نوک پر ۔۔۔ لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

سانحہ کربلا پر آج تک بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ کسی نے اس کے پس منظر پر روشنی ڈالی ہے کسی نے اس کے تہہ منظر کی نقاب کشائی کی تو کسی نے اس کے پیش نظر پر خامہ فرسائی کی ہے۔ کسی نے عقیدت میں ڈوب کر نوحہ لکھا تو کسی نے ایک مورخ کے سے انداز میں واقعات کو شرح و بسط سے بیان کر دیا کسی نے فلسفۂ حسینیت پر قلم اٹھایا تو کسی نے یزیدیت کے نفسیاتی پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا لیکن یہ داستان حسین اب بھی تشنہ ہے۔ ہزار ہا کتب بھی اس واقعہ کو مکمل طور پر محیط کرنے سے قاصر رہی ہیں۔ اور یہ پورے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ جب تک گردش لیل و نہار جاری و ساری ہے اور جب تک کائنات کا وجود قائم ہے۔ کرب و بلا کی یہ داستان نت نئے زاویوں سے اہل قلم اہل فکر اور اہل دانش کے سامنے آتی رہے گی۔ نت نئے انداز سے بیان ہوتی رہے گی اور اہل حق کے سینوں کو ایمان و آگہی کے نور سے منور کرتی رہے گی۔ کیونکہ

عجیب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم ۔۔۔ نہایت اسکی حسین ابتدا ہے اسماعیل

زیر نظر کتاب بھی اسی داستان کرب و بلا کے مختلف گوشوں کا مرقع ہے۔ جسے عقیدت و احترام کے قلم سے عرفان و آگہی کی روشنائی میں ڈبو کر قلب و نظر کی لوح پر ترتیب دیا گیا ہے۔

مفتی حبیب احمد صاحب شہر اقبال کے بالغ نظر مفکر اور حق پرست عالم دین ہیں۔ آپ نے اسلام اور تاریخ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ آپ کے ذوق علمی اور وجدان فکر و نظر نے واقعہ کربلا کو ایک انوکھے انداز سے دیکھا ہے اور محسوس کیا ہے ایک شعلہ بیاں اور شیریں نوا خطیب کی حیثیت سے برسوں یہ واقعہ دلکش اور

Marfat.com

دل نشین انداز میں بیان کیا ہے اور یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے کہ اپنے اور بیگانے بلا تفریق آپ کو اس سلسلہ میں سند مانتے اور جانتے ہیں۔ اب آپ نے اس بے مثال داستان کو اپنے ہی انداز میں سپرد قلم کیا ہے اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس کاوش میں کامیاب و کامران ہیں۔

چونکہ مصنف بنیادی طور پر ایک خطیب ہیں اس لئے پوری کتاب پر خطیبانہ رنگ چھایا ہوا ہے۔ وہی جوش و جذبہ، وہی زیر و بم وہی مدوجزر، وہی شوکت الفاظ وہی مترنم انداز وہی پیچ و خم، گویا آپ کتاب نہیں پڑھ رہے ایک جادو بیان مقرر کی تقریر سن رہے ہیں۔ اس کتاب میں ایک شاعر کی رنگین نوائی۔ ایک ادیب کی شوخ گفتاری، ایک مؤرخ کی بیباکی اور بے ریائی اور ایک خطیب کی شعلہ بیانی۔ عقیدت و احترام کی بساط پر چلتی دکھائی دیتی ہے۔ واقعات کا پیرایۂ اظہار اس قدر دلچسپ کہ قاری کھو جاتے۔ منظر کشی اتنی چابک دستی سے کی گئی ہے کہ بعض اوقات قاری اپنے آپ کو دشت کربلا میں تمام واقعات کو اپنی نظر کے سامنے وقوع پذیر محسوس کرنے لگتا ہے۔

بعض مؤلفین نے یزید کے ظلم و ستم اور حسین علیہ السلام کی مظلومیت اور استقامت پر روشنی ڈالنے سے پہلے اس کے اسباب و علل بالتفصیل بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور درست طور پر کی ہے کیونکہ ان اسباب و علل کی فہم و تفہیم کے بغیر اس واقعہ کی عظمت و اہمیت سے کماحقہ شناسائی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ لیکن مؤلفین نے اس پہلو پر اتنی زیادہ شرح و بسط کے ساتھ قلم کی جولانیاں دکھاتی ہیں۔ کہ اصل موضوع پس منظر میں دب کر رہ گیا۔ یہ مفتی حبیب احمد صاحب کا کمال فن ہے کہ انھوں نے اپنی زیر نظر تالیف میں پس منظر پر روشنی تو ڈالی ہے لیکن ضروری حد تک، جس سے پیش منظر کو سمجھنے میں تو وہ مددملتی ہے لیکن اس کی آبرو مجروح نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی دلکشی اور رعنائی میں کچھ فرق آتا ہے۔

کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کسی ایک واقعہ کو بھی سند کے بغیر شامل نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

ہر واقعہ کی جزئیات تک ۔ ہر تفصیلی تحقیق کے بعد صحیح اور درست ثابت ہونے پر ہی ضبط تحریر میں لایا گیا ہے اور اس کے ساتھ متقدمین کی مستند اور مسلم کتب سے حوالہ جات نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ نہ کوئی پہلو تشنہ رہے اور نہ ہی کسی بات پر تشکیک کی پرچھائیاں پڑیں ۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ایک قابل اعتماد تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

مفتی صاحب نے کتاب کے مضامین کو زیادہ دلفریب اور دلکش بنانے کے لئے انتہائی ذوق سلیم سے جا بجا موقع و محل کے مطابق اشعار بھی سمو دیئے ہیں۔ جو انگشتری میں نگینوں کی طرح تاباں ہیں۔

کتاب جو مؤلف کی محنت شاقہ ، عرق ریزی اور سلیقہ شعاری کی منہ بولتی تصویر ہے ۔ واقعات کربلا پر ایک مکمل و مستند مرقع کا درجہ رکھتی ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے ہر حلقہ فکر میں یکساں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور یہ کتاب اہل دانش اہل نظر، اہل الرائے ۔ اہل ایمان اور اہل حق حضرات سے خراج تحسین وصول کرے گا۔

Marfat.com

تقریظ

جمعیت العلمائے پاکستان سیالکوٹ کے صدر حضرت علامہ ابوالسعادات حکیم مفتی حبیب احمد صاحب شہر اقبال کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ ایک شیریں بیان خطیب عمیق نظر مفکر اور حق پرست عالم دین ہیں۔ اردو فارسی اور عربی کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں اور علوم دینی کے بحر ذخار کے مشّاق شناور ہیں اور اس پر لطف یہ کہ نازک مزاج نہیں بلکہ شگفتہ مزاج اور رنگین طبع ہیں۔ ان پر حضرت اقبال کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آپ کی تالیف کو جستہ جستہ دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ ایک منجھے ہوئے ادیب بھی ہیں۔ تاریخ کے اس عظیم المیہ کو جس اچھوتے انداز اور لطیف پیرائے میں آپ نے بیان کیا ہے یہ کچھ انہیں کا حصّہ ہے۔ آپ نے فلسفۂ شہادت کو قرآن و سنت کی روشنی میں تاریخ و شواہد کے ہمرکاب سپرد قلم کر کے نہ صرف عظمت و استقامت کے اس موضوع پر ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ کیا بلکہ اردو ادب کے دامن کو بھی ایک متاع عزیز عطا کی ہے مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب دینی اور ادبی حلقوں میں یکساں پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔

فاطمہ کا لال

اصغر سودائی ایم اے
پرنسپل علامہ کالج سیالکوٹ

Marfat.com

تقریظ

میں نے کتاب (فاطمہ کا لال) کو بعض مقامات سے دیکھا ہے اور (یزید اپنے اصلی روپ میں) کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ کتاب ہذا مفتی حبیب احمد صاحب کی علمی ، ادبی ، تحقیقی اور تخلیقی اقدار کی آئینہ دار ہے۔ مؤلف نے واقعات کربلا کی نقاشی اور رزم و بزم کی منظر کشی جس اچھوتے انداز سے کی ہے۔ اس کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے گویا قاری کربلا میں ہے۔ ادھر حضرت قاسم کی سواری تیار ہے تو ادھر علی اکبر کمربستہ کھڑے ہیں۔ امام عالی مقام زینب کے نونہالوں کے ٹکڑے کربلا سے جمع کر کے لاتے دکھائی دے رہے ہیں تو خود چار آئینہ سجنے کو تیار نظر آرہے ہیں۔ غرضیکہ کتاب کیا ہے ؎

سحر سامری کی سراپا فسوں کاری ہے

مفتی صاحب نے یزیدی ظلم اور حسینی صبر کا جس مدلل طریقہ سے تقابل کیا ہے۔ وہ مثالی حیثیت کا حامل ہے اور آپ کا یہ کارنامہ لائق صد تحسین ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور کتاب ہذا سے مسلمانوں کو مستفیض ہونے کی کامل توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حکیم عبدالحئی خلف حکیم خادم علی (مرحوم)
(سیالکوٹ)

Marfat.com

تقریظ

کتاب (فاطمہ کالال) کے مؤلف حضرت مولانا ابوالسعادات حکیم علامہ مفتی حبیب احمد صاحب کی ذات والا صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ ملک کے نامور ادیب عظیم خطیب اور بلند پایہ طبیب ہیں۔

حضرت موصوف سے میری آشنائی کی نسبت محض جماعتی حد تک ہی محدود نہیں بلکہ مجھے ان سے ایک گونہ روحانی اور علمی نسبت بھی ہے۔

اور میں یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے ایک ساتھ عرصہ دراز تک امام اہل سنت محدث پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم اعلیٰ انجمن مرکزی حزب الاحناف لاہور کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرکے درس حدیث کی سند حاصل کی۔ یہ زمانہ میرے اور موصوف کے ہم درس اور ہم مکتب ہونے کا ایک لامثال زمانہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی مقاربت اور مجالست طبائع میں یگانگت اور صفات میں ہم آہنگی پیدا کرکے موانست کے اس موڑ پر لا کھڑا کرتی ہے۔ جہاں۔

(جُبِلَتِ القُلُوبُ عَلیٰ حُبِّ مَن اَحسَنَ اِلَیہِ)

کا حکم صادق آتا ہے اور محبت و یگانگت کے ایسے علائق کے بارے میں ہی کہا گیا ہے ؎

تَزُولُ جِبَالُ الرَّاسِیَاتِ وَقَلبُہُم،
عَنِ الحُبِّ لَا یَخلُو وَ لَا یَتَزَلزَلُ؛

یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی سے لے کر آج تک ہم علمی، ادبی، روحانی، سیاسی اقدار میں اسی نسبت سے چلے آرہے ہیں جو پھول کو خوشبو سے دن کو روشنی سے اور روح کو جسم سے ہوتی ہے۔

تقریر و تحریر کا بیک وقت کسی ایک ذات میں اجتماع شاز و نادر ہی وقوع پذیر

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن مفتی صاحب میں یہ دونوں صفات ایک ساتھ پائی جاتی ہیں کہ جہاں آپ میدان تقریر کے شہسوار اور اقلیم تحریر کے تاجدار ہیں۔ وہاں بحر سیاست کے ایسے شناور اور غواص بھی ہیں کہ آپ کا دامن علم و عرفان کی تجلیات کے ساتھ ساتھ سیاست مدن کے آبدار موتیوں سے بھی جگمگا رہا ہے۔ زیر نظر کتاب مفتی صاحب کی ان صفاتِ بالا کی بدرجہ اتم آئینہ دار رہا ہے۔

اس میں جہاں ایک خطیب کی خطابت کا رنگ نمودار ہوتا ہے۔ وہاں ایک ادیب کی ادبیت بھی آشکار ہے۔ رزم و بزم کو جس مؤثر انداز میں حضرت موصوف نے نوکِ قلم سے آشنا کیا ہے۔ وہ کچھ انہیں کا حصّہ ہے۔

آپنے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے فضائل و مصائب کے علاوہ یزید کے معائب و مثالب کو جس کاوش و جانفشانی سے ضبط تحریر میں لا کر فتنہ خارجیت کا سدِ باب کیا ہے۔ اس کے لئے بے ساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے ؎

کہ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

میری دعا ہے کہ کتاب (فاطمہ کا لال) عوام الناس کے علاوہ علماء و فضلاء کے لئے مشعل راہ ثابت ہوا۔ (آمین ثم آمین)

حافظ محمد عالم

جامع دو دروازہ سیالکوٹ

Marfat.com

طبع سوم

ایک عرصہ سے یہ شوق میرے دل میں جلوہ گر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی شان رقم کروں۔ خاص کر شہزادہ کونین راکب دوش رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اس کے مضمرات کو عشق و محبت جذب وعقیدت کے سہروں میں گوندھ کر عوام کے سامنے پیش کروں۔ چنانچہ میں نے جیسا اپنی کم مائیگی بے بضاعتی کے باوصف دنیوی حرص و آز سے مستغنی ہو کر کتاب (فاطمہ کا لال) کو منصۂ صفحات پر لا کر عوام و خواص کے ہاتھوں تک پہنچا دیا۔ مجھے کتاب کی مقبولیت اور عوامی شہرت کے متعلق اس قدر قطعاً یقین نہ تھا اس کو رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خانوادہ کا روحانی فیض سمجھیں کہ کتاب مارکیٹ میں آتے ہی اتنی فروخت ہوئی اور لوگوں نے اس قدر اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا کہ پچھلے محرم شریف کے ایک مہینے میں تمام کتاب فروخت ہو گئی۔ جوں جوں کتاب کے حسن کمال اور افادیت کا شہرہ ہوا توں توں کتاب کی مانگ بڑھنے لگی۔ پھر کیا تھا ہر روز مجھے سینکڑوں خطوط ملک اور بیرون ملک سے موصول ہوتے رہے۔ خاص کر سعودی عربیہ۔ کویت۔ بحرین۔ قطر۔ دوبئی۔ سلالہ۔ انگلینڈ و دیگر ممالک سے لاتعداد خطوط موصول ہوئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ چنانچہ محبان رسول۔ عاشقان اہل بیت۔ فدایان خانوادۂ عترت کے پُرزور اصرار پر مجھے کتاب ہذا کو تیسری مرتبہ شائع کرانا پڑا۔ حالات اور وقت کے تقاضے کے مطابق اگرچہ مہنگائی اور دیگر موانعات قدم قدم پر میرے آڑے آ رہے ہیں لیکن ایک شوق ہے۔ ایک ولولہ ہے۔ ایک جنون ہے جو مجھے اس منزل پر لیے جا رہا ہے ؎

در بیاباں گر بہ شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش کند خار مغیلاں غم مخور

Marfat.com

میں امید کرتا ہوں کہ محبانِ رسول اور عاشقانِ اہلِ بیت طبع اوّل، طبع دوم کی طرح طبع سوم کی اشاعت کے سلسلے میں بھی میرے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے کتاب ہذا کے آخر میں ایک باب یزید اپنے اصلی روپ میں لکھا گیا ہے جس میں یزید کی بداعمالیوں بدکرداریوں اور سفاکیوں سے پوری پوری پردہ کشائی کی گئی ہے اور خارجیوں کا مکمل رد کیا گیا ہے جو یزید پلید کو رحمت اللہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کا ہر مسلمان کے گھر موجود ہونا ضروری ہے تاکہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک اور خانہ زاد عفت مآب مستورات کے لئے یہ کتاب منارِ نور اور مشعلِ راہ ثابت ہو۔

(وَمَا توفیقی اِلَّا بِاللّٰہ)

مؤلف

Marfat.com

استفادہ

"فاطمہ کالال" کی تالیف کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

قرآن پاک
صحیح بخاری شریف
نسائی شریف
ابن ماجہ
ابوداؤد
ترمذی شریف
مشکوٰۃ شریف
موطا امام مالک
بیہقی
حاکم
ابونعیم
تفسیر ماجدی
تفسیر ابن جریر، تفسیر روح المعانی
تفسیر خازن، تفسیر روح البیان
تفسیر معالم التنزیل، تفسیر کشاف
تفسیر حقانی، تفسیر خزائن العرفان
تفسیر منثور، تفسیر مواہب الرحمان
تاریخ ابن خلدون
تاریخ الخلفاء
تاریخ مظہری

البدایہ والنہایہ
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
کتاب التزدید علی متعصب العنید
زادالمعاد
اسدالغابہ
نورالائمہ۔ للخوارزمی
نورالعین
روضۃ الشہداء
شواہد النبوت
مرج البحرین
تہذیب التہذیب
سرالشہادتین
تحریرالشہادتین
صواعق محرقہ
اوراقِ غم
عقد الفرید
کامل ابن اثیر
قول سدید

Marfat.com

قطعہ

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

خواجہ معین الدّین اجمیری

Marfat.com

قطعہ

رمزِ قرآں از حسین آموختیم
زِ آتشِ او شعلہ ہا افروختیم

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگِ اربابِ باطل خوں چکید

نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ غیر اللہ سرا فگندہ نیست

علامہ اقبال

Marfat.com

قطعہ

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

مولانا ظفر علی خاں

۱۱۶۸۰۳

Marfat.com

قطعہ

کیا صرف مسلماں کے پیارے ہیں حسین
چرخ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

جوشؔ

Marfat.com

قطعہ

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین

جو جواں بیٹے کی میّت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین

جس نے اپنے خون کی کر دی سخاوت وہ حسین
جس نے ہنس کے پی لیا جامِ شہادت وہ حسین

جگرؔ مرادآبادی

Marfat.com

فلسفۂ شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اسے اصولِ فطرت کہیں یا امرِ عادی سے موسوم کریں۔ بہر کیف یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر کمزور چیز طاقتور پر، ہر کمتر بزرگ تر پر اور ہر ادنیٰ، اعلیٰ پر قربان ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس امر کا اکثر مشاہدہ کرتے ہیں کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کا سلسلہ اسی سے قاعدہ مقررہ پر جاری و ساری ہے کہ جمادات جو نباتات سے ادنیٰ ہیں اپنے سے اعلیٰ کی خوراک بن جاتے کہ انہی سے پودوں میں نشوونما پیدا ہوتی ہے اور یہی اس کے لئے ارتقا کا موجب بنتے ہیں۔ پھر نباتات سے حیوانات ایک گونہ اعلیٰ ہیں۔ اس لئے نباتات حیوانات پر قربان ہو کر اس کی خوراک بن جاتے ہیں۔ پھر حیوانات جو انسان سے ایک درجہ کم تر ہیں وہ اپنے سے اعلیٰ پر قربان ہو گئے کہ کچھ تو ان میں سے حضرت انسان کی آرائش کا موجب بنے اور ہمہ تن خدمت میں اس انداز سے مصروف ہو گئے کہ ان کی زندگی اور موت حضرت انسان کی قربان گاہِ عشق و محبت پر بھینٹ چڑھنے کے لئے ہر وقت اور ہر آن کمر بستہ رہتی ہے۔ اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

راہروان را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ است و ہم خود منزل است

انسانی اعضاء و جوارح میں بھی یہ اضافی نسبت قائم ہے۔ اور متقاضائے فطرت کے عین مطابق ادنیٰ عضو اس کوشش میں رہتا ہے کہ اپنے سے اعلیٰ پر قربان ہو کر

Marfat.com

اسے بچا لے اور یہ مشاہداتی امر ہے کہ اگر کبھی سر پر چوٹ لگنے لگے تو اس کی حفاظت کے لئے تمام ادنیٰ اعضاء انسانی فطری طور پر فوراً حرکت میں آجاتے ہیں اور ہاتھ بازو سر کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں تاکہ سر کو جو تمام اعضاء سے اعلیٰ ہے بچا سکیں اور اس پر قربان ہو کر ادنیٰ ہونے کا حق ادا کریں۔ اسی اصول فطرت اور قاعدہ مسلمہ کے عین مطابق جب جمادات، نباتات پر۔ نباتات حیوانات پر۔ حیوانات حضرت انسان پر بلکہ ہر ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہونے کو اپنا فرض منصبی سمجھے تو لازم ہو جاتا ہے کہ انسان بھی اپنے سے اعلیٰ تر کسی ذات پر قربان ہو جاتے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے مخلوقات میں کسی پر قربان اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ یہ شرف انسانی کی توہین ہے۔ وہ تو صرف اسی ذات والاصفات پر قربان ہو گا جس کو اپنی زبان و بیان سے سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعْلٰی پکارتا ہے اور اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمُحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین کی حقیقت پر اعتماد رکھتا ہوا اس کی راہ میں تن، من، دھن، سب کچھ قربان کرنے کو حق کی ادائیگی نہیں سمجھتا بلکہ اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوا پکار اٹھتا ہے کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

لغت عرب میں شہادت کے معنی گواہی دینا آتا ہے اور شہید گواہی دینے والے کو کہتے ہیں گویا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کر دے وہ دراصل اسلام کا گواہ بن جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس سے گواہی دلوانی مقصود ہوتی ہو وہ ایک طرف تو محبوب ہوتا ہے تو دوسری طرف مطلوب کہ گواہی دلوانے والا ہر وقت اس کی طلب و تلاش میں سرگرداں اس کی خاطر خواہی کا جویاں رہتا ہے اس کی صداقت اس کی شرافت اور اس کی دیانت کا ہر وقت ڈھنڈورا پیٹتا ہے اس کی بزرگی و عظمت کو ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ گواہ کی صداقت دیانت ہی اس کے مقدمہ کو مقبولیت پہنچا سکتی ہے۔

Marfat.com

اسی طرح وہ شخص جس نے اپنے خالقِ حقیقی کے لئے توحید کے مقدمہ کی شہادت دی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تحریر کو قلم کی روشنائی کی بجائے رگوں کے خون سے رقم کیا۔ خالقِ کائنات نے اس کے سر پر عظمتِ سرمدی کا کلاہ افتخار رکھا اور اس کے ماتھے پر حیاتِ ابدی کا تاج زرنگار باندھا۔ ارشاد باری ہے (وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ:۔ جو خدا کی راہ میں جان قربان کر دیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں ایک اشتباہ پیدا ہوتا تھا کہ آیات مذکورہ تو شہدائے اسلام کو مردہ کہنے سے منع کرتی ہے اور یہ صرف ان کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطور محاورہ کلام کیا گیا ہے نہ کہ فی الواقع ان کی شہادت کو ثابت کرنا مقصود تھا چنانچہ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے قرآن حکیم نے چوتھے پارہ میں مزید وضاحت فرماتے ہوئے اعلان کیا گیا۔ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ)یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں جان قربان کر دیں۔ انہیں مردہ کہنے کا تصور بھی نہ لاؤ) کیونکہ حَسِبَ یَحْسِبُ افعالِ قلوب میں سے ہے جس کا عقیدہ سے تعلق ہے گویا ارشاد ہوا کہ شہداء کو مردہ کہنا تو درکنار ان کو مردہ کہنے کا وہم تک لانا گناہ ہے اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ وہ نفوسِ قدسیہ اور اجساد عالیہ جن کے وجود باجود سے قوموں کو حیات اور مردہ دلوں کو جلا نصیب ہوتی ہو وہ کیسے مر سکتے ہیں۔

وہ قوم کے لئے مشعلِ راہ اور شمع ہدایت بن جاتے ہیں کہ ان کی یہ ظاہری زندگی حیاتِ آخروی کے سامنے ہیچ ہوتی ہے اور بلا تشبیہہ و تمثیل شہداء کی زندگی کو اس شمع پر قیاس کرنا چاہیئے جس پر فانوس کا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے کہ اس کی روشنی پہلے سے کہیں صاف و شفاف ہونے کے علاوہ بادِ مخالف کے تند و تیز جھونکوں کی دستبرد سے بھی محفوظ و مصئون ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ جب مردِ مجاہد شمع ہدایت روشن کرتا ہے اور اس پر ظاہری موت کا فانوس چڑھا دیا جاتا ہے تو اس کی زندگی پہلے سے کہیں زیادہ

Marfat.com

تابناک ہو جاتی ہے کہ انہیں مردہ خیال کرنا حرام ہو جاتا ہے کہ ؎

زندہ ہو جاتے ہیں وہ جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شریعت مطہرہ میں موت کی تمنا کرنا منع ہے مگر شہادت کی موت کی خواہش رکھنا عین سعادت ہے کہ فاروقِ اعظم ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی مجھے شہادت کی موت نصیب فرما۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تمنا شہادت میں اس خاکدانِ عالم سے رخصت ہو گئے اور بستر مرگ پر صرف اس لئے گریہ کناں تھے کہ میدانِ جنگ میں شہادت کی دولت سے تہی دامن جا رہے ہیں۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظمت شہدا کے متعلق ارشاد ہے کہ ہر متنفس کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے مگر شہید کی روح خود خالق کائنات اپنے دست شفقت سے نکالتا ہے اور اس وقت شہید کی حالت زنانِ مصر کی طرح ہو جاتی ہے۔ جو حسن یوسف میں مستغرق ہو کر اس قدر از خود رفتہ ہو گئی تھیں کہ انہیں کٹ جانے کی تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ یہ جلوہ حسنِ یوسف کی کرشمہ سازی ہے تو خالقِ یوسف سے دیدار پر انور کی جلوہ نگاری کی کیا کیفیت ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ شہید وقتِ شہادت تکلیف کی بجائے لطف اندوز ہوتا ہے حدیث پاک میں ہے کہ روز محشر شہدا یہ تمنا کریں گے کہ انہیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ میدان جہاد میں پہنچ کر منصب شہادت پر فائز ہوں کیونکہ جو راحت انہیں بوقت شہادت نصیب ہوتی تھی۔ وہ جنت میں بھی میسر نہیں۔ ؎

ما در پیالہ عکس رُخِ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

منصب شہادت پُر فیضان وہ مرتبہ جلیلہ ہے جو ہر قسم کے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اسے جنت کا حقدار بنا دیا جاتا ہے اور جنت الفردوس میں اسے اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے وہ اس وقت گناہوں سے اس طرح مبرا ہو جاتا ہے گویا آج اپنی ماں کے گھر پیدا ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نجبر

Marfat.com

صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کی عظمت کو اس انداز سے واضح فرمایا کہ اولیاء وانبیاءؑ روز محشر شفاعت فرمائیں گے لیکن شہداء وقت شہادت سے تا قیام قیامت گناہگاروں کے لئے شفاعت کرتے ہیں اور خدا ان کی شفاعت دنیا والوں کے حق میں قبول کرتا ہے۔ یہ وہ مرتبہ جلیلہ ہے جو صرف شہید کا طرۂ امتیاز ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس منصب رفیعہ پر فائز ہو کر حیاتِ ابدی اور نشانِ سرمدی حاصل کرتے ہیں۔

کشتگان خنجر تسلیم را !
از خدا در غیب جان دیگر است

Marfat.com

تمہید شہادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کردیں۔ انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

واقعہ ہائلہ اور سانحہ عظیمہ کو تفصیل کے ساتھ سننے سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا نہایت ضروری ہے کہ جس کی بنا پر اللہ رب العزت نے ان پاک اور برگزیدہ ہستیوں کو ایسے ایسے مصائب و آلام میں مبتلا کیا۔ جنہیں سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے جگر چھلنی ہوتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ مصائب بھی وہ جن کی مثال شاید تاریخ ہستی پیش نہ کر سکے۔

کون نہیں جانتا کہ وہ حسین جو کل راکب دوش رسول تھا آج وہ کرب و بلا کی تپتی ہوتی ریت میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے فاطمہ کا لخت جگر حسین جس کا جھولا جھلانے کے لئے آسمان سے ملائکہ اترا کرتے تھے۔ آج وہ بے یار و مددگار رضائے الٰہی پر شاکر خاک و خون میں تڑپ رہا ہے۔ وہ حسین جو کل تک سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی گود کی زینت بنتا رہا۔ آج وہ کربلا کے خونی دریا میں غوطے کھا رہا ہے۔ وہ شہزادہ علی اکبر جس کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شبیہہ مصطفٰے کے نام سے پکارتے اور ان کے دیدار پر انوار سے کملی والے کی یاد تازہ کیا کرتے تھے۔ اس تشنہ لب شہزادے کے کربلا میں ٹکڑے اڑا دیئے جاتے ہیں۔ وہ معصوم ننھا سا علی اصغر جو آب کوثر و سلسبیل سے غسل کیا کرتا تھا آج وہ پانی کی ایک بوند کی خاطر ظالم حرمل کے تیر قضا کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ وہ قاسم جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی آخری نشانی اور گلستان حسن کا گل زیبا تھا۔ اس کے جسم اطہر کے ٹکڑوں پر گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔

وہ سید زادیاں جن کے حیاء بار چہروں پر کبھی سورج کی نگاہ تک نہ پڑی ہوگی۔

Marfat.com

آج انہیں ننگے سر اور ننگے منہ لٹے پٹے قافلے کے ساتھ ننگے اونٹوں پر سوار کیا جاتا ہے اور ان کی وہ بے حرمتی کی جاتی ہے کہ جن کا بیان ورطہ تحریر میں لانے سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ اور قلم تھرا رہا ہے۔ نہ جانے اس وقت عرش الٰہی کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب اشقیاء نے اس جسد بے سر کو گھوڑوں سے پامال کیا جو دنیا میں ریحان رسولؐ تھا لعینوں نے بوسہ گاہ رسول پر خنجر کیں پھیرا اور اس پاک خون کو جو عین رسول اللہ کا خون تھا۔ کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں پانی کی طرح بہایا۔ باغ رسالت کے نونہالوں کو سرزمین عراق میں اس طرح قطع کیا۔ جس پر قیامت تک السابقون روئے گی۔ عقیدت سر پیٹے گی اور شرافت ماتم کرے گی۔

غرضیکہ مصائب و آلام کے پہاڑ جوان سعید روحوں پر ٹوٹے اور جن کی پاداش میں فخر دوجہاں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا سارا جہاز کربلا کے خونیں سمندر کی نظر ہوگیا جب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو معاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح ہوا تو کیوں ہوا؟ مشیت ایزدی نے جو گل کھلاتے آخر اسکے پس پردہ میں کون سا راز پنہاں تھا اور انکی اس قدر آزمائش میں ذات پروردگار کا منشا کیا تھا؟ چنانچہ مطالعہ قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم آزمائش میں چند حکمتیں موجود ہیں۔

حکمت اوّل اللہ رب العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

صدا وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

ترجمہ:۔ لے اور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے۔ مختلف چیزوں سے کبھی خوف سے اور کبھی بھوک سے اور مال نقصان کر دینے اور جان ضائع کرنے اور باغات اجاڑ دینے کی صورت میں اور خوشخبری دیں۔ صابروں کو جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے ہیں اور اسکی طرف جانے والے ہیں۔

ارشاد ہوا کہ مشیت ایزدی شروع سے اس بات کی مقتضی رہی ہے کہ اپنے مقبول بندوں کو آزمایا جاتے اس آزمائش کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ وہ کبھی خوف کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ تو کبھی فقر و فاقہ کے انداز میں کارفرما ہوتی ہے۔ پروردگار عالم اپنے

Marfat.com

مقبول بندوں کو مصائب و آلام سے ہمکنار کر کے محض اس لئے آزماتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس کے بندے اس کی دی ہوئی تکلیف پر صبر کر کے اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتے ہیں یا اس سے باغی ہو کر راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ اس نکتہ کو بالتشبیہہ وتمثیل اس انداز سے سمجھیں کہ جس طرح ایک سنار سونے کی پرکھ کی خاطر اسے کسوٹی پر رگڑتا ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز ہو سکے۔ اسی طرح پروردگارِ عالم نے بھی اپنے مقبول بندوں کی پرکھ کے لئے آزمائش کی کسوٹی مقرر کر رکھی ہے۔

چنانچہ اس آزمائش کی کسوٹی پر سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام جو کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے برگزیدہ مخلوق ہیں۔ پرکھے گئے۔ کسی کو اللہ پاک نے مقامِ شہادت بخشا اور کسی کو اپنی قدرتوں کا جلوہ دکھاتے ہوئے معجزانہ طور پر بچا کر اپنی قدرت کاملہ اور قوت ظاہرہ کا ثبوت بہم پہنچایا۔

حضرت یحییٰ و ذکریا علیہما السلام پروردگارِ عالم نے حسب عادت کریمہ حضرت یحییٰ اور حضرت ذکریا علیہما السلام کو بھی آزمایا اور ان پر ایسے ایسے مصائب و آلام ڈالے کہ جنہیں سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ زکریا علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے پروردگار میری زندگی کے آخری ایام ہیں اور کمزوری حد سے بڑھ چکی ہے۔ اس لئے مجھے ایک ایسا بیٹا عطا فرما جو میری نسل کا وارث ہو۔ (فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا) سورت مریم پ۱۶) اے میرے رب مجھے اپنے کرم سے ایک بچہ عطا فرما۔ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث اور تیرا پسندیدہ ہو۔ دعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ خدا نے آپ کو بچپن ہی میں علم و حکمت سے نواز رکھا تھا ایک مرتبہ بچوں نے آپ سے کھیلنے کے لئے کہا تو آپ فرمایا۔

(مَا لِلَّعِبِ خُلِقْتُ) میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ دس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم شریعت پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ رقت قلب اور خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ آپ اس قدر روتے رہتے کہ رخسار مبارک کا گوشت خشک ہو گیا تھا حضرت زکریا علیہ السلام نے

Marfat.com

نے ایک دن خداوند ذوالجلال سے عرض کی کہ الٰہی میں نے تجھ سے ایسا فرزند مانگا تھا جو میرے دل کا نور اور آنکھوں کا سرور ہوتا مگر یہ بچہ تو اس حد تک رقیق القلب ہے کہ اس کے رونے سے تو ہماری زندگیاں بھی اجیرن ہو گئی ہیں۔ پروردگار عالم نے فرمایا تم نے ہم سے ایسا فرزند مانگا تھا جو ہمارا ولی ہو۔ ولی کی صفت تو یہی ہے کہ وہ ہر وقت ہمارے خوف سے ڈرتا رہے۔ اے ذکریا یہ تو بڑی معمولی بات ہے اس کے بعد تو ایک بہت بڑا امتحان آنے والا ہے کہ تمہارے اس بیٹے کے حلقوم نازنین پر تیغ جفا چلے گی اور تم دشمنان دین کے آرۂ ستم سے دوپارہ کئے جاؤ گے۔ چنانچہ ایک دن زکریا علیہ السلام تقریر فرما رہے تھے آپ نے دوران تقریر دائیں بائیں نظر دوڑائی کہ کہیں وہ رقیق القلب یحییٰ اس مجلس میں موجود نہ ہو۔ جب آپ کو اطمینان ہو گیا۔ تو آپ نے عذاب الٰہی کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا کہ دوزخ میں ایک مقام ہے جس کا نام غضبان ہے اس سے وہی بچے گا جو خوف الٰہی سے رونے والا ہو گا۔ حضرت یحییٰ ایک ستون کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے جب انہوں نے یہ بات سنی، یارائے ضبط نہ رہا ایک چیخ ماری اور یہ کہتے ہوئے (اَلْوَیْلُ لِمَنْ دَخَلَ غَضْبَانَ) اس شخص کے لئے ہلاکت ہے۔ جو غضبان میں داخل ہوا۔ چشم گریاں شہر سے باہر نکل گئے اور شام تک واپس نہ لوٹے۔ والدین آپ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ چار دن گزر گئے ایک چرواہا ملا۔ وہ کہنے لگا۔ اے زکریا علیہ السلام جس پہاڑ پر میری بکریاں چرتی ہیں۔ اس کی غار سے کسی کے رونے کی ایسی دردناک آواز آتی ہے کہ میری بکریاں چارہ چھوڑ دیتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام اس پہاڑ کی طرف گئے۔ دیکھا یحییٰ علیہ السلام سربسجود چہرہ خاک آلود دربار الٰہی میں زورہے ہیں۔ آپ نے بیٹے کو اٹھایا اور گھر لے آئے۔ والدہ نے آپ کو کھانا کھلایا۔ چار دن کے تھکے ہوئے تھے اور نیند آگئی اور آپ خواب ناز میں چلے گئے۔ ایک پکارنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے یحییٰ کیا غضبان کو بھول گئے ہو؟ کہ شکم سیر ہو کر بے فکری میں سو رہے ہو آپ یہ خواب دیکھ کر چونک پڑے اور روتے ہوئے جنگل کی طرف چل پڑے۔ آپ نے اپنی ساری عمر خوف الٰہی میں رو رو کر گزاری حتیٰ کہ وقت شہادت آ پہنچا اور سبب یہ بنا کہ بادشاہ وقت کی بیوی جس کے پہلے

Marfat.com

خاوند سے ایک نوجوان لڑکی تھی، جو نہایت حسینہ، جمیلہ، شکیلہ اور نفیسہ تھی۔ بادشاہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اس لڑکی کی ماں اس خیال سے راضی ہو گئی کہ اگر بادشاہ نے کہیں باہر شادی کر لی تو مال و دولت سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس نے حضرت یحییٰ کو بلایا۔ اور کہنے لگی۔ میں بادشاہ کی بیوی ہوں۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا۔ یہ نکاح بالکل حرام ہے۔ یہ سنتے ہی وہ حضرت یحییٰ سے خفا ہو گئی اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئی۔ ایک دن اس فاحشہ عورت نے بادشاہ کو شراب پلائی اور اپنی نوجوان بیٹی کو بناؤ سنگار کر کے بادشاہ کی جلوت گاہ میں روانہ کر دیا۔ جب بادشاہ نے اس کے حسن و جمال پر نگاہ کی تو وہ از خود رفتہ ہو کر اس پر دست درازی کرنے پر آمادہ ہوا کہ اس چالاک عورت نے اس کار بد کے لئے حضرت یحییٰ کے سر کی شرط لگائی۔ بادشاہ چونکہ خواہش نفسانی سے مغلوب تھا اس لئے حضرت یحییٰ کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ ایک ناہنجار شخص نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ سلامت حضرت یحییٰ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام مستجاب الدعوات ہیں۔ بیٹے کے قتل ہونے پر اگر انہوں نے بددعا کر دی۔ تو تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔ لہٰذا سب سے پہلے زکریا کو قتل کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت زکریا علیہ السلام کے قتل کا بھی حکم جاری کر دیا۔ ملازمان شاہی دونوں پیغمبروں کی گرفتاری اور قتل کا پروانہ لے کر ان کے گھر پہنچے تو دیکھا باپ بیٹا عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ ان بے دینوں نے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پکڑا اور ہاتھ پاؤں باندھ لئے اور بعد میں جب حضرت زکریا علیہ السلام کو پکڑنے لگے تو آپ ان سے دامن چھڑا کر بھاگ نکلے وہ لوگ بھی آپ کے تعاقب میں بھاگے۔ حتیٰ کہ حضرت زکریا علیہ السلام تھک کر چور ہو گئے اور آگے قدم اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا کہ تعاقب کرنے والے آرہے ہیں آپ نے اس درخت کو اشارہ کیا۔ وہ شق ہو گیا اور آپ اس میں روپوش ہو گئے اس دوران میں شیطان نے ایک بوڑھے بزرگ کی شکل بن کر ان تعاقب کرنے والوں کو حضرت زکریا علیہ السلام کے درخت میں روپوش ہونے کا سارا واقعہ سنا دیا۔ وہ لوگ درخت کے قریب آتے اور آرے سے درخت کی چوٹی کو کاٹنا

Marfat.com

شروع کر دیا۔ جب آرا ذکریا علیہ السلام کے سر کے قریب پہنچا تو ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ اے ذکریا خبردار۔ اگر ذرا بھی اُف کی تو صابرین کے دفتر سے نام خارج کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوتے صبر سے کام لیا اور سوکھی لکڑی کے ساتھ آپ کے بھی دو پرکالے ہوگئے۔ روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی ؎

بجرم عشق تو مارا اگر کشند چہ باک
ہزار شکر کہ بارے شہید عشق تو ایم

ادھر سپاہی حضرت یحیٰی علیہ السلام کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے آئے۔ بادشاہ نے کہا ان کا سر کاٹ کر طشت میں رکھ کر ہمارے سامنے پیش کیا جائے اور خون کسی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ ان ظالموں نے ایسا ہی کیا اور ایک نابکار عورت کے لئے اللہ کے مقبول پیغمبر یحیٰی بن ذکریا کا سر اقدس ہدیہ بنایا گیا مگر اس منتقم حقیقی جس نے خود فرمایا (وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ) نے اس بادشاہ سے ایسا انتقام لیا کہ رومی بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں نہ صرف اس اکیلے ہی کو بلکہ ستر ہزار بنی اسرائیلیوں کو قتل کروا کے اپنے انتقام کی ایک جھلک دکھائی۔
اس مقام پر دانائے غیوب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی اس کا سننا نہایت ضروری ہے۔ سعید بن جبیرؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام پر یحیٰی علیہ السلام کی شہادت کی وحی آئی کہ اے محبوب حضرت یحیٰی بن ذکریا کے سر کے بدلے تو ہم نے ستر ہزار بنی آدم مارے اور تیرے فرزند دلبند حسینؓ کے عوض ایک لاکھ چالیس ہزار ناہنجار ہلاک کروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا تذکرہ تفصیلاً قاتلان حسین کے انجام میں کتاب کے آخر میں آئے گا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ پاک کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک نہیں بلکہ کئی آزمائشیں آئیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے ارشاد باری ہے۔ (وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰہِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ) ترجمہ:۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کئی تکالیف سے آزمایا۔ لیکن وہ ثابت قدم رہے۔

مشہور ذکر ہے کہ مردود نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بہت بڑی چخہ تیار کی۔ جس میں مہینوں تک آگ جلائی گئی اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں گرنے لگے تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور عرض کی۔ (یَا خَلِیْلُ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ) کیا آپ کو میری ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا جبرئیل تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیل نے کہا جس سے حاجت ہے اسے مطلع کرو۔ خلیل نے فرمایا۔ (عِلْمُہٗ بِحَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ) اس کو میرے سوال کرنے سے پہلے ہی اطلاع ہے، اے جبرئیل تم واپس چلے جاؤ بوقت مدد مانگنے کا نہیں کیونکہ میرے پروردگار نے مجھے آزمائش میں مبتلا کر رکھا ہے اس لئے (خَلُّوْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ حَبِیْبِیْ) تم جاؤ اور مجھے اور میرے حبیب کو چھوڑ دو۔

ما کارِ خود بہ یار گرامی گذاشتیم
گر زندہ سازد ار بکشد رائے رائے دست

اے جبرئیل اس وقت تجھ سے مدد کی طلبگاری خدا کی شکایت متصور ہوگی جبرئیل واپس ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عقل نے رہنمائی کرنا چاہی اور کہا کہ اے ابراہیم آگ کا کام جلانا ہے، فوراً عشق نے دستگیری کی اور کہا اے ابراہیم ہمیں تو جان قربان کر کے اپنے خدا کو خوش کرنا ہے۔ حتیٰ کہ عقل ناتمام ناکام اور عشق لازوال کامیاب ہوا عقل مات کھا گئی اور عشق جیت گیا ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشۂ لب بام ابھی

اور پھر ذاتِ احدیت نے اپنی قدرت کاملہ کا کرشمہ دکھاتے ہوئے آگ کو

Marfat.com

بایں الفاظ کا حکم دیا۔
(یٰنَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰہِیْمَ)
اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گلزار ہو جا۔ چنانچہ آپ صحیح سلامت بچ نکلے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

خداوند کریم نے اپنے پیارے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی آزمایا۔ یہ آزمائش نہ صرف آپ کی ذاتی آزمائش تھی بلکہ اس کا تعلق ایک گونہ آپ کے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی تھا۔ بیٹے کی یہ آزمائش باپ کی آزمائش سے کچھ کم نہ تھی، لیکن سبحان اللہ قربان جائیں۔ جذبۂ فداکاری پر کہ شعر مذا کے مصداق بن گئے ؎

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
اِدھر حکم الٰہی ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا کہ میری راہ میں کچھ قربان کرو۔ یہ حکم خواب کا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو عام قربانی سمجھے اور صبح اٹھ کر ایک سو اونٹ کی قربانی پیش کی دوسری رات پھر وہی خواب آیا آپ صبح اٹھے اور ایک سو گائے ذبح کر کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیں۔ تیسری رات پھر حکم ہوا لیکن اس حکم کی نوعیت پہلے کی نسبت مختلف تھی۔ اس بار حکم خداوندی یوں تھا۔ اے ابراہیم میری راہ میں وہ چیز قربان کر جو تمہیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ اشارہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی طرف تھا چنانچہ نگاہ نبوت نے فوراً تاڑ لیا کہ اب مجھے میرے پیارے بیٹے اسماعیل کی قربانی کا حکم ہوا ہے۔ آپ اسی وقت اٹھے اور تابع فرمان بیوی حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ تم اپنے بچے کو نہلا دھلا کر تیار رکھو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ مجھے ایک دوست سے ملنے جانا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے آپ کے ارشاد کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اپنے نورِ نظر کو قربان گاہ الفت و محبت کی سیاحت کے لائق تیار کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیتے ہیں اور ایک رسی اور چھری اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمانِ خداوندی

Marfat.com

کی تعمیل کے لئے چل دیئے اس دوران میں شیطان نے ہزار بار بہکایا لیکن خلیل اللہ کے ایمان میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا اور نہ ہی ذبیح اللہ کے قدم ڈگمگائے بلکہ اسے (لاحول ولا قوۃ) کے ایسے درّے رسید کیے کہ وہ شرمندہ ہو کر جنگل میں جا کر رونے پیٹنے لگا اور کہنے لگا یا اللہ تیرے خاص بندوں پر واقعی میرا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ ادھر خلیل اللہ جب میدان منا میں پہنچے تو باپ نے بیٹے سے یوں ارشاد فرمایا ہے (یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا مجھے رات خواب میں حکم خداوندی ہوا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں۔ اب تو بتا تیری کیا مرضی ہے۔ بیٹے نے بصد ادب عرض کیا۔ (یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ) اے ابا جان جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے آپ اسی طرح اس کی تعمیل کریں۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گا۔

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسمان حیران تھے اس اطاعت گزاری پر

پھر کیا ہوا۔ (فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا وَاِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کی غرض سے پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا تو مولائے کریم نے فرمایا۔ اے میرے پیارے ابراہیم تو نے میرے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے ہم اسی طرح اپنے بندوں کو آزمایا کرتے ہیں اور (وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ) ہم نے اس کے عوض ذبح عظیم بطور فدیہ دے دی۔

احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے پوچھا کہ اے بیٹے بتا تیری کیا مرضی ہے تو بیٹا اسی وقت فرمان خداوندی سن کر جھک گیا اور کہا ہے

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اور راہ خدا میں ذبح ہونے کے لئے لیٹ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی لیکن چھری کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آپ نے چھری سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تو اتنی تیز ہو کر بھی گلا نہیں کاٹتی اس کی وجہ کیا ہے چھری کو قادر مطلق

Marfat.com

نے طاقت گویائی بخشی اور وہ عرض کرنے لگی۔ حضور! جس طرح نمرود نے آپ کو چخہ میں ڈالا اور آگ نے آپ کا بال تک بیکا نہ کیا اسی طرح میں بھی حکم کی پابند ہوں۔ مجھے حکم ہے۔ (لَا تَقطَعِی نَبِیًّا) کہ اسماعیل علیہ السلام کی گردن ہرگز نہ کاٹنا اے خلیل غصہ نہ فرمائیں۔ میں مجبور ہوں کیا کروں۔ کیونکہ (اَلخَلِیلُ یَامُرُ فِی بِالقَطعِ وَالجَلِیلُ یَنھَانِی) ترجمہ: خلیل قتل کرنے کو کہتا ہے اور خدا روکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جذب وکیف کا ایک عالم طاری تھا کہ اللہ کا فرشتہ جبریل آسمان سے ایک دنبہ لے کر حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضور بیٹے کو اٹھالیں اور دنبہ کو ذبح کر دیں اور فرمانِ خداوندی سن لیں۔ اے ابراہیم تمہاری قربانی منظور ہو گئی ہے اب یہ سنت قیامت تک چلتی رہے گی کہ آخرالزماں پیغمبر کی امت تیری اس قربانی کو بطور یادگار قائم رکھے گی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ تھا کہ اے ابراہیم ابھی بیٹے کی قربانی کا وقت نہیں آیا۔ جب بیٹوں کی قربانی کا وقت آئے گا تو اس کام کو آخرالزماں پیغمبر کا نواسہ تپتی ہوئی ریت میں پورا کر دکھائے گا۔ اے ابراہیم و اسماعیل تم خواب ہو۔ حسین تعبیر ہوگا تم معمہ ہو حسین جواب ہوگا تم قال ہو حسین حال ہوگا۔ تم اخفا ہو حسین اظہار ہوگا۔ تم اجمال ہو حسین تفصیل ہوگا۔

سرِّ ابراہیم و اسماعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود
(اقبال)

حضرت ایوب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء میں حضرت ایوب علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے آپ کا لقب صابر ہے۔ پروردگار عالم نے اپنی عادت کریمہ کے تحت حضرت ایوب علیہ السلام کو بھی آزمایا۔ صحیح روایت میں موجود ہے کہ ایوب علیہ السلام کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور مال کا یہ حال کہ سات ہزار بھیڑیں تین ہزار اونٹ اور بیلوں اور گدھوں کی پانچ پانچ ہزار جوڑیوں کے علاوہ اور بہت کچھ موجود تھا۔ آپ کی زندگی انتہائی خوشحالی میں بسر ہو رہی تھی کہ شیطان ملعون برداشت نہ کر سکا۔ اور خداوند ذوالجلال سے کہنے لگا کہ تو اپنے بندے ایوب پر آزمائش ڈالے تو

Marfat.com

ہیں دیکھوں کہ وہ کیونکر صبر و شکر سے برداشت کر سکتا ہے مولائے پاک نے آنے والی دنیا کے لئے ایک نمونہ بنانے کے لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں ڈال دیا۔ آپ کی ساری اولاد ایک ہی دن میں مکان کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئی۔ مال مویشی حادثے کا شکار ہو گئے آفت آسمانی نے سب کو آ لیا۔ یہاں تک کہ حضرت ایوب علیہ السلام خود بھی بیمار ہو گئے۔ تن بدن میں کیڑے پڑ گئے اور ایک وقت آیا کہ کھانے کے لئے روٹی نہیں۔ پہننے کے لئے کپڑا نہیں۔ سر چھپانے کے لئے مکان نہیں۔ کوئی اپنا بیگانہ پرسان حال نہیں مگر کیا مجال آپ کے صبر و شکر میں کوئی فرق آ سکے۔ تیور میلے ہوں۔ چتون بگڑے۔ لب ہلے تو زبان سے یہ الفاظ جاری تھے۔ (رَبِّ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ) خدایا مجھے مصیبت نے آ گھیرا ہے اب تو ہی رحم کرنے والا ہے،

پیکانِ آبدار کہ آید ز دست دوست
بر عاشقانِ سوختہ باران رحمت است

یہ سنتے ہی رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اس نے آپ کی بیماری کو صحت سے، دکھ کو سکھ سے بدل دیا۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ)

حضرت یونس علیہ السلام منجملہ انبیاء کے حضرت یونس علیہ السلام بھی آزمائش کی کسوٹی پر رگڑے گئے۔ روایات میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو احکام خداوندی کی تعمیل کرنے کو کہا مگر قوم نے ایک نہ مانی۔ آپ نے قوم کے لئے عذاب الٰہی کی درخواست کی تین دن کے بعد عذاب آنے کی خبر ملی تو آپ نے قوم کو عذاب الٰہی سے آگاہ کر دیا۔ لوگ یہ سن کر ڈر گئے اور اکثر لوگ گناہوں سے تائب ہو گئے۔ اس طرح عذاب الٰہی ٹل گیا۔ جب تین دن کے بعد قوم پر عذاب نازل نہ ہوا تو حضرت یونس علیہ السلام بہت نادم ہوئے کہ وہ قوم کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں۔ یہ سوچ کر آپ شہر سے نکل پڑے اور دریا پار کر کے دوسرے علاقے میں چلے جانے کا تہیہ کر لیا۔ آپ کشتی میں سوار ہوئے کشتی ڈوبنے لگی۔ ملاح نے پکارا کہ تم میں کوئی غلام ایسا ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہو جب تک وہ کشتی سے نیچے نہ گرے گا کشتی سلامت کنارے تک نہ پہنچے گی حضرت

Marfat.com

یونس علیہ السلام تمام حقیقت سے آگاہ ہو گئے اور یہ سن کر دریا میں چھلانگ لگا دی آپ کو بحکم خداوندی چالیس دن تک شکم ماہی میں آزمائش کا وقت گزارنا پڑا۔ بالآخر اس وقت نجات پائی جب زبان سے یہ کہا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ)

حضرت یوسف علیہ السّلام | قرآن پاک نے منجملہ آزمائشوں کے حضرت یوسف علیہ السّلام کی آزمائش کا ذکر بھی ارشاد فرمایا ہے جو کہ طویل قصہ اور احسن القصص ہے۔ جو ہر گونہ شرافت کا مرقع اور ہدایات کا سرچشمہ ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام جو کہ اپنے حسن میں یکتائے روزگار اور چندے آفتاب چندے ماہتاب تھے آپ نے ایک مرتبہ آئینہ دیکھا اور جمال جہاں آراء سے ظاہر کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ عطائے خدا پر نازاں ہو کر دل ہی دل میں کہنے لگے کہ اے یوسف تو اس قدر حسین ہے کہ اگر دنیا کے تمام خزانے یکجا کر دیئے جائیں تو پھر بھی تیرے حسن و جمال کی قیمت نہیں بن سکتے۔ اللہ رب العزت کو حضرت یوسف کی اتنی سی بات بھی پسند نہ آئی اور یہ بات آزمائش کا بہانہ بن گئی اور وہ یوسف جو ساری دنیا کے خزانے بھی اپنے حسن کی قیمت نہ سمجھتے تھے ان پر ایک وقت ایسا بھی آیا۔ کہ جب اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں چند درہموں میں فروخت ہو گئے اور یہ ہی نہیں بلکہ مصر کی منڈی میں نیلام کر دیئے گئے۔ پھر سات برس تک جیل خانہ کی صعوبتیں جھیلتے رہے یہ تمام کی تمام آزمائشیں تھیں جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر آئیں لیکن اللہ کا مقبول پیغمبر خدا کی طرف سے تمام دی ہوئی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صبر و رضا کا پتلا جو مصر میں ایک دن غلام بن کر آیا تھا۔ وہاں کے تخت و تاج کا وارث اور سیاہ و سفید کا مالک بن جاتا ہے۔ (ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ)

ختم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم | مختارِ شش جہات سرکار کائنات فخر موجودات حبیب خدا جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو آزمایا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی آزمایا بلکہ میری آزمائش سب سے زیادہ فرمائی گئی۔ (مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ كَمَا اُوْذِیْتُ) ترجمہ: کسی نبی نے میرے برابر صدمے نہیں

Marfat.com

اٹھائے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر مصر میں قید ہونا پڑا تو سرکار عالم کو شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگر ہجرت کر کے اگر ملک چھوڑنا پڑا تو سرکار دو جہاں کو بھی مکہ سے مدینہ کی جانب داغ ہجرت نصیب ہوا اگر حضرت زکریا علیہ السلام کے قتل کے منصوبے تیار کیئے گئے۔ تو شب ہجرت سرکار کائنات کے بھی قتل کے منصوبے بنائے گئے اگر عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کے دست ستم کیش کا نشانہ بنایا گیا۔ تو سرکار پر بھی طائف کی گلیوں اور بازاروں میں پتھر برسائے گئے، اور آپ کو شدید زخمی کیا گیا اگر عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر تہمت سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی تہمت سے ایذا پہنچائی گئی تو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے آزار نصیب ہوا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں قتل کر دینے کے منصوبے تیار کر لئے گئے تھے تو مختار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چند یہودیوں نے قتل کے ارادے سے حلیمہ کی گود سے چھینا اور قتل کرنا چاہا جب کہ حلیمہ آپ کو پرورش کی غرض سے لے جا رہی تھیں اور آسمان سے قہر خداوندی کی آتش نے ان سب لعینوں کو سوختہ کر دیا۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش دیگر تمام انبیاء کرام کے مقابلے میں فزوں تر ثابت ہوگی، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا اور حرف شکایت زبان پر نہ آیا۔

من ازیں رنج گرانبار چہ لذت یابم
کہ بے اندازہ آں صبر و ثباتم دادند

Marfat.com

متذکرۃ الصدر واقعات کو پڑھنے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جب آزمائش کرنا طریقِ خداوندی ٹھہرا جس سے اس کی عظیم ترین مخلوق انبیاء کرام بھی نہ بچ سکی بلکہ ان کی ذات آزمائش کی سب سے بڑی آماجگاہ بنتی رہی اور اس طرح ان نفوسِ قدسیہ کو حیات ابدی اور نشانِ سرمدی نصیب ہوتی رہی پھر کیسے ممکن تھا کہ انبیاء کے بعد آئمہ ہدیٰ اور مقبولانِ خدا جو خیر امت کے لفظ سے ملقب اور امم سابقہ کے لئے شاہد عادل ہوں۔ وہ اس سعادت سے محروم رہتے اور اس حیات ابدی اور عظمت دائمی سے بہرہ ور نہ ہوتے خصوصاً اس حالت میں جب کہ حضور ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے باب نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے امت مرحومہ کے آئمہ ہدیٰ اور مقبولانِ خدا علماء و صلحا کو کو وارث نبوت قرار دیا۔ اس لئے لازم تھا کہ نبوت کے ورثہ سے شہادت کی وراثت بھی اس امت کے خاصان خدا کو منتقل ہوتی۔ لہٰذا اس ذاتِ کردگار نے اس نعمت عظمیٰ اور رفعت کبریٰ کے لئے نواسگانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ھما ابنایا) فرما کر بلا نسبدت و بلا شرکتِ غیرا اپنا بیٹا قرار دیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اس آزمائش سے نبرد آزما ہونے کے لئے نہ ان سے زیادہ کوئی موزوں اور نہ ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا مناسب ہو سکتا ہے چنانچہ شہزادگان بھی اسی آزمائش کے ایک سلسلہ کی کڑی اور اسی سہرے کی ایک لڑی ہیں ان شہزادگان فردوس نے انبیاء سابقین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف اپنی جانیں ہی دیں بلکہ اپنے جوان اور معصوم بچوں تک کو قربان کر کے اسلام کی شان و عظمت اور جاہ و حشمت کو داغدار ہونے سے بچا لیا اور اس شعر کی تفسیر بن گئے۔

سر کٹے کنبہ مرے اور گھر لٹے
دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

حکمت نمبر ۲ امام المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب سر الشہادتین میں منجملہ حکمتوں کے ایک یہ حکمت بھی بیان فرماتے ہیں کہ شہادت کے لئے امام حسن و حسین کا منتخب کیا جانا اسلئے بھی ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو مجموعہ صفات بنایا تھا اور وہ جملہ صفات جو کہ انبیاء سابقین میں تھیں وہ سب مولائے کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرمائی تھیں ؎

حسنِ یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن ایک کمالِ شہادتِ ظاہری باقی رہ چکا تھا جس کی تکمیل ضروری تھی۔ اب اگر شہادت کی وہی صورت ہوتی کہ آپ میدان جہاد میں شہید ہوتے تو یہ ایک قسم کی سبکی ہوتی اور اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کے رہ جاتا کفر کو یہ کہنے کی جرأت رہتی کہ ہم نے میدان جنگ میں مسلمانوں کے پیغمبر کے ٹکڑے اڑا دیئے لیکن خدا اس کی کوئی حفاظت نہ کر سکا جس نے یہ فرمایا تھا (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ وَاَنْتَ بِاَعْيُنِنَا) اور اس طرح اس آیت کے علاوہ دیگر کئی آیات کی نفی ہو جاتی تھی اس لئے حکمت خداوندی تکمیل شہادت کی غرض سے اس بات کی مقتضی ہوئی کہ حسنین کریمین کی شہادت کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے قائم مقام قرار دیا جائے اور اس ذریعہ سے یہ کمال شہادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے اس مقام پر یہ حقیقت سمجھ لینا بھی نہایت ضروری ہے کہ سبطِ رسول جگر گوشۂ بتول کی شہادت کسی دنیوی سبب کی قطعاً محتاج نہ تھی بلکہ یہ ایک فطری اور جبلی تقاضا تھا اور خداوند ذوالجلال کی رحمت کاملہ کا ایک طے شدہ پروگرام تھا کہ وہ اپنے زمانے کے بزرگ ترین انسان حضرت امام حسین کو شہادت کبریٰ کے بزرگترین منصب پر فائز کرے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شمر و یزید کی مخاصمت کا تو ایک بہانہ تھا اس سارے جلوہ میں صرف ایک ہی روح کارفرما تھی جس کا نام مشیت ایزدی

پردہ ہو لاکھ کینۂ شمر و یزید کا
چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا

حقیقت شناس نگاہیں تو اس واقعہ میں کچھ عجب جلوہ دیکھتی ہیں اور حیران ہوتی ہیں کہ کون شہید ہے؟ اور کون قاتل؟ کون ظالم؟ کس نے پیاسا رکھا؟ اور کون رہا؟ کس نے مانگا اور کس سے مانگا؟ اس حقیقت کو اگر بنظر تعمق دیکھیں تو معلوم ہوگا

Marfat.com

وہ ہی ایک جلوہ تھا جس نے مدینہ میں شانِ جمالی دکھائی اور کربلا میں شان جلالی۔ حجاز میں محبوبیت تھی تو سرزمین عراق میں بے نیازی۔ طیبہ میں حسن کی ادائیں تھیں تو نینوا میں عشق کی نیازمندیاں۔ کسی کو عرش پر بلا کر عزت افزائی فرمائی تو کسی کا سر نیزہ پر چڑھا کر سربلندی عطاء کی در حقیقت یہ ایک ہی جلوہ کے مختلف رنگ ہیں۔ ایک ہی بحر کی مختلف لہریں ہیں اور اور ایک ہی مشعل کی مختلف کرنیں ہیں ؎

اصل شہود شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

حضرت حسنؓ و حسین کی آنحضرت سے مشابہت

یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسن سر سے لے کر ناف تک اور امام حسین ناف سے لے کر پاؤں تک اپنے نانا پاک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل مشابہ تھے۔ یعنی ہر دو شہزادگان میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نصف نصف حصہ رکھا گیا تھا اس انداز سے اگر دونوں شہزادوں کا نصف نصف حصہ یکجا کر لیا جائے تو شبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو جائے۔

Marfat.com

فضائل امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حسنین کریمین کے فضائل میں لاتعداد احادیث وروایات موجود ہیں مگر بخوف طوالت چند ایک پیش خدمت ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ (اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ سیّدا شَباب اہلِ الجنّۃَ) حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی حضور سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو حسن وحسین کے ساتھ جنگ کرے گا۔ وہ میرے ساتھ جنگ کرے گا۔

(الحَسَنُ وَالحُسَینُ ھُمَا رِیحَانِی مِنَ الدُنیَا) بحوالہ ترمذی ص۵۷۰ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسن وحسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زانوں پر بٹھایا ہوا تھا اور یوں ارشاد فرمایا۔ (ھٰذانِ ابنایَا وابنا ابنَتِی) یہ میرے بیٹے ہیں اور میرے نواسے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ (اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبُّھُمَا فَاحِبَّھُمَا واَحِب مَن یُحِبُّھُمَا)۔ ترجمہ:۔ الٰہی میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور انہیں جو انہیں دوست رکھے۔ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق فرمایا۔ (انا حرابٌ لِمَن حَارَبھُم وَسلمٌ لِمَن سَالَمھُم) ترجمہ:۔ میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں جوان سے جنگ کرے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جوان سے صلح کرے۔

یہ حدیث یزید اور یزیدیوں کے لئے کھلا چیلنج ہے انہوں نے حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کی گویا انہوں نے حضور علیہ السلام سے جنگ کی۔ بھلا جن سے اللہ کا نبی جنگ کرے ان لوگوں کی بدبختی کا کون اندازہ کر سکتا ہے اور ایسے لوگوں کو عذاب دوزخ سے کس طرح نجات ہو سکتی ہے بلکہ یہ لوگ ان لوگوں کی صف اوّل میں ہوں گے۔ جنہیں بروز حشر سب سے زیادہ عذاب ہو گا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام منبر پہ

Marfat.com

خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیضیں زیب تن کئے ہوئے تشریف لے آئے کمسنی کے باعث دونوں شہزادوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور قریب تھا کہ وہ گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور علیہ السلام منبر سے نیچے اترے دونوں صاحبزادوں کو اٹھایا اور سینے سے لگا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ (اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ)

ترجمہ: بے شک مال اور اولاد آزمائش ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے دونوں بچوں کو دیکھا جو چلتے اور گر پڑتے تھے (فَلَمَّآ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ) پس میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنے سلسلہ کلام کو منقطع کیا اور دونوں شہزادوں کو زمین سے اٹھا لیا۔

سبحان اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریم کے لڑکھڑانے اور گرنے کی تکلیف کو رحمت و شفقت کی بنا پر تو برداشت نہ کر سکے لیکن اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی جب شمر لعین نے خنجر آب دار سے سر مبارک جدا کیا ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کون سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے تو آپ نے فرمایا (قَالَ الْحَسَنُ وَحُسَیْنُ) مجھے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول ترین کتاب نزہت المجالس جلد دوم ص ۲۱۵ پر فضائل امامین میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ بچپن میں حسنین کریمین نے دو تختیوں پر کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ) لکھا اور اپنی اپنی خوشخطی پر ناز کرنے لگے۔ شہزادہ حسن نے چھوٹے بھائی حسین سے کہا کہ بھائی دیکھو میری لکھائی تمہاری سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ننھا حسین کہنے لگا۔ بھائی جان گستاخی معاف اگرچہ آپ عمر میں بڑے ہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ میری لکھائی آپ سے زیادہ اچھی ہے۔

صفحہ مشکوٰۃ شریف جلد دوم ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۷۰

Marfat.com

جب ہر دو شہزادگان میں تکرار نے طول پکڑا تو شہزادہ حسن کہنے لگے۔ چلو بھائی اس کا فیصلہ امی جان سے کرواتیں۔ دونوں شہزادے دوڑتے دوڑتے خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کے پاس آئے اور دونوں تختیاں آپ کے سامنے رکھ دیں۔ دونوں بھائی اس انداز سے تکرار کرنے لگے کہ شہزادہ حسن کہنے لگا کہ امی جان میری لکھائی حسین سے خوبصورت ہے نا؟ اسی طرح شہزادہ حسین نے کہا اے امی جان آپ کہیں نا کہ بھائی جان سے میری لکھائی خوبصورت ہے۔ خاتون جنت کے لیئے یہ لمحہ نہایت صبر آزما تھا چُپ ہو کر رہ گئیں اور شش و پنج کے عالم میں سوچنے لگیں کہ ان دونوں شہزادوں میں سے کس کو راضی کرے۔ اور کسے ناراض۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان دونوں میں کسی ایک کی ناراضگی خدا اور رسول کی ناراضگی کا باعث ہو گی۔ آخر سوچ و بچار کے بعد فرمانے لگیں۔ اے بچو یہ فیصلہ میں نہیں کر سکتی جاؤ اس کا فیصلہ اپنے والد ماجد علی المرتضےٰ شیر خدا سے کراؤ۔ ننھے شہزادے بھاگ کر والد ماجد کے پاس گئے اور اسی طرح تکرار کرنے لگے اور آپس میں مسابقت پر اصرار کرنے لگے حضرت علی نے بھی بالکل اسی انداز سے سوچا تھا اور فرمانے لگے بچو اس کا فیصلہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اس لئے جاؤ اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کراؤ شہزادے بھاگے بھاگے نانا جان کے پاس آئے اور آکر سارا معاملہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں تختیاں دیکھیں اور شہزادوں کی تکرار سُن کر سوچنے لگے کہ ان دونوں میں سے کس کو راضی کروں اور کس کو ناراض۔ بہتر یہ ہے کہ یہ فیصلہ میں خود نہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بچو اس کا فیصلہ میں نہیں کروں گا بلکہ اللہ کا فرشتہ جبریل کریگا۔ اتنے میں حضرت جبریل حاضر ہوئے اور دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضور جس بات کا فیصلہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا علی مرتضےٰ اور خود سرکار دوجہاں نہ کر سکیں وہ فیصلہ کرنے کی طاقت مجھ میں کہاں؟ میں صرف یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ شہزادے جس وقت کلمہ طیبہ لکھ رہے تھے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا تھا کہ اے جبریل شہزادے کلمہ پاک لکھ کر سب سے پہلے اپنی ماں کے پاس جائیں گے مگر وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائیں گی اور انہیں حضرت علی کے پاس روانہ کر دیں گی۔ علی المرتضےٰ بھی فیصلہ نہ کر سکیں گے اور سرکار کائنات

Marfat.com

کے پاس روانہ کریں گے اس وقت میرا محبوب بھی فیصلہ نہ کرے گا۔ وہ فیصلہ کے لئے تیرا نام تجویز کریں گے کیونکہ وہ دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے اس لئے جب یہ معاملہ تم تک پہنچے تو تم میرا نام لے دینا جبریل کہنے لگے۔ سرکار فیصلہ خود خداوند کریم فرمائے گا اور وہ اس طرح کہ میں بحکم خداوند جنت میں جا کر ایک سیب لاؤں گا اور سدرۃ المنتہیٰ سے دونوں شہزادوں کی تختیوں پر پھینکوں گا۔ ارشاد فرما دیں کہ جس کی تختی پر سیب آکر ٹھہر جائے اس کی لکھائی اعلیٰ ہوگی اور جس کی تختی خالی رہ جائے اس کی لکھائی ادنیٰ ہوگی۔ یہ سن کر شہزادگان نے اپنی اپنی تختیاں زمین پر برابر رکھ دیں اور صحابہ کرام اور اہل بیت کا یہ دیکھنے کے لئے ایک جمگھٹا لگ گیا کہ خدا ان دونوں شہزادوں میں سے کس کو ناراض کرتا ہے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جبریل نے بحکم خداوندی سدرۃ المنتہیٰ سے سیب نیچے پھینک دیا سیب ایک تھا لیکن جب تختیوں کے قریب آیا تو بحکم الٰہی اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا حسنؓ کی تختی پر آگرا اور دوسرا حسینؓ کی تختی پر آٹھہرا۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ اگر خاتون جنت فاطمۃ الزہرا علی المرتضیٰ اور خود سرکار کائنات ان دونوں شہزادگان میں سے کسی کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تو خدا بھی ان کو ناراض کرنا نہیں چاہتا۔

Marfat.com

فضائل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن سہ شنبہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو پیدا ہوتے ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ آپ کے نانا پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا اور بالوں کے ہموزن چاندی صدقہ میں دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ علی المرتضٰے نے جواب دیا حضور آپ کی موجودگی میں نام رکھنے والا میں کون ہوں۔ ویسے میری تجویز ہے کہ حرب نام رکھا جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وحی الٰہی کا منتظر ہوں۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام ایک پارچہ حریر پر منقش آپ کا نام مبارک لے آئے اور عرض کی حضور اللہ تعالٰی نے سلام کے بعد کہا ہے کہ علی آپ کے لئے اس طرح ہے جس ہارون موسٰی علیہ السلام کے لئے تھے لہذا آپ ان کے فرزندوں کے نام بھی پسران ہارون کے نام پر رکھیں۔ چونکہ حضرت ہارون کے بڑے بیٹے کا نام شبر تھا جس کا عربی میں ترجمہ حسن ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کا نام بھی حسن رکھا حضور علیہ السلام کو آپ کی ولادت باسعادت سے بہت خوشی ہوئی۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت براءؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرور کونین کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ حضرت حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور دعا فرما رہے تھے کہ اے مولا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ لے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے اور حضرت امام حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے کبھی آپ حسن کی طرف دیکھتے اور کبھی مسجد میں موجود صحابہ کرام کو دیکھتے اور فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالٰی اس کے ذریعے دو جماعتوں میں صلح کروائے گا (بخاری شریف) چنانچہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی شہادت

Marfat.com

کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہزار کا ایک لشکر لے کر کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اور اس کی اطلاع حضرت امام حسن کو بھی ہوئی تو آپ بھی چالیس ہزار کا ایک لشکر جرار لے کر مقابلہ کی غرض سے چل پڑے تو دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہونے سے قبل ہی چند شرائط پر صلح ہو گئی اور اس طرح سے عالم (ما کان وما یکون) صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق بیان سے نکلی ہوئی بات صحیح ثابت ہوئی۔[1]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کو اپنے کندھوں مبارک پر اٹھائے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اسے حسن تو کتنی شان والا ہے کہ مہر نبوت پر سواری کر رہا ہے تو حضور نے فرمایا سواری کرنے والا بھی بڑی شان والا ہے۔

Marfat.com

فضائل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

آپ ۵ یا ۴ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی ہارون کے چھوٹے بیٹے شبیر کے نام پر رکھا جس کا عربی میں ترجمہ حسین ہے۔

آپ کے فضائل لاتعداد ہیں۔ بخوفِ طوالت اختصاراً کچھ ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

شواہد النبوت میں ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم کو ایک زانو پر اور امام حسینؓ کو دوسرے زانو پر بٹھاتے ہوئے پیار کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت جبریل بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ مجھے اللہ رب العزت نے آپ کی جانب اس لئے بھیجا ہے کہ مطلع کروں کہ یہ دونوں صاحبزادے آپ کے پاس موجود نہیں رہ سکتے ان میں سے ایک کو قبول کر لیں اور ایک کو واپس کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی توقف کیا اور جی میں خیال آیا کہ اگر حسین کو دیتا ہوں تو اس سے میرے علاوہ فاطمہ اور علی کو بھی دکھ ہوگا اور اگر ابراہیم کو دیا تو صرف مجھے ہی دکھ ہوگا اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ ابراہیم کو مولا کے حضور واپس کر دیا جائے چنانچہ آپ نے جبریل سے فرمایا میرے خدا سے کہہ دو کہ میں اپنے بیٹے ابراہیم کو حسین پر قربان کرتا ہوں چنانچہ اس کے تین دن کے بعد ابراہیم کو خدا کے حوالے کر دیا اور حسین کو سینہ بے کینہ سے لگا کر فرمانے لگے اے لوگو میں نے ابراہیم کو حسین پر قربان کر دیا ہے [۱]

ترمذی میں الحسن یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الحسین منی وانا من الحسین) حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ الٰہی جو حسین کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو حسین سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی رکھنا۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے اور سرداروں میں سے ایک سردار ہے [۲] ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت حسین جو کہ ابھی بچے ہی تھے بھاگے بھاگے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] شواہد النبوت [۲] ترمذی شریف

Marfat.com

کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی توقف فرمایا۔ لیکن حسین نیچے نہ اترے۔ چنانچہ آپ نے سجدہ طویل کر دیا۔ تسبیح کو بجائے تین کے ستر مرتبہ پڑھا مگر حسین نہ اترے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتارنا پسند فرمایا اتنے میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوتے اور سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ حکم خداوندی ہے کہ جب تک حسین خود بخود نہ اتریں۔ آپ بھی سجدہ سے سر نہ اٹھائیں۔

نوٹ: بعض روایات میں یہ واقعہ حضرت امام حسن سے منسوب ہے)

ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بچپن میں رونے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے یوں ارشاد فرمایا اے فاطمہ حسین کو فوراً چپ کراؤ تمہیں معلوم نہیں کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ابن عمر سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں مچھر مار دے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے تو آپ نے اس شخص کو غور سے دیکھا اور فرمایا تو کن لوگوں سے ہے؟ وہ کہنے لگا عراقیوں سے۔ آپ نے ایک آہ بھری اور فرمایا تعجب ہے کہ ایک مچھر کے مارنے کا فتویٰ پوچھتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ تیری ہی قوم نے محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کا خون بہایا تھا۔ اور بھوکا پیاسا مار ڈالا تھا۔ مجھے اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حسن و حسین میرے پھول ہیں [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز عصر پڑھ کر جب مسجد سے باہر نکلے تو حضرت حسین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑھے اور حسین کو پیار کیا اور کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تو علی سے مشابہ نہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے مشابہ ہے اس پر حضرت علی مسکرانے لگے۔

---

[1] (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف)

Marfat.com

شہادت کی اقسام

شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شہادت سری (۲) شہادت جہری۔ شہادت سری سے مراد وہ شہادت ہے، جو دشمنان خدا و رسول کے ہاتھوں بستر مرگ پر نصیب ہو۔ یہ شہادت حضرت امام حسن کے حصّہ میں آئی۔ شہادت جہری وہ شہادت ہے جو میدان جہاد میں شمشیر و سناں کے جلو میں دشمنانِ دین کے دستِ ستم کیش سے ہو چنانچہ یہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے حصّہ میں آئی۔ ہر دو شہزادگان کو اللہ رب العزت نے دونوں شہادتوں یعنی شہادت سری و جہری کے لئے روزِ اول ہی سے منتخب کر رکھا تھا اس طرح کمالات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صرف ایک شہادت بلکہ دونوں شہادتوں نے شامل ہو کر حضور علیہ السلام کا جامع صفات و جامع کمالات ہونا ثابت کر دیا۔

سرکار دوجہاں کو دونوں شہزادوں کی شہادت کا علم

سرکار کائنات افضل المخلوقات، مختار شش جہات حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں شہزادوں کی شہادت کا علم اس وقت ہی تھا جب کہ یہ دونوں عالم طفولیت میں ننھے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین کو اپنے زانو پر لے کر پیار کر رہے تھے کہ اچانک ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے آکر سلام کیا اور کہا یا رسول اللہ۔ کیا یہ بچہ آپ کو بڑا محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ آپ کا وہ شہزادہ ہے جس کو آپ کی اُمت آپ کے بعد ظلماً شہید کرے گی اگر آپ حکم دیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو لاکر دوں۔ جہاں یہ بچہ جام شہادت نوش کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی لانے کا حکم دیا تو اس فرشتے نے فوراً پرواز کی اور کربلا پہنچ کر وہاں سے تھوڑی

(صدا مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف)

Marfat.com

سی مٹی ایک شیشی میں بند کر کے سرکار دوعالم کی خدمت میں لے آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہو گئے اور اسی حالت میں آپ اپنی بیوی ام المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پراگندگی اور سراسیمگی کا سبب دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ام سلمیٰ ابھی ابھی میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بعد میرا حسین ظلماً شہید ہوگا اور یہ شیشی مجھے دے گیا ہے تو یہ شیشی اپنے پاس رکھ لے اور اسے ہر روز دیکھتے رہنا جب اس شیشی کا رنگ سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسین شہید ہو گیا ہے [1]

خواب اُمّ سلمہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ محرم الحرام کی دس تاریخ کو جب امام عالی مقام شہید ہوئے یہی اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر قیلولہ کر رہی تھی کہ میں نے عین خواب کی حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کی حالت بہت دگرگوں ہے، چہرہ انور اور کپڑوں پر گردوغبار ہے اور آپ بڑی پراگندگی اور سراسیمگی کے عالم میں سرگرداں ہیں۔ میں نے خواب میں دریافت کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت پشیمانی کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہ وہ مٹی سے بھری ہوئی شیشی جو میں نے تمہیں دی تھی کیا تو نے دیکھی ہے اٹھ اور دیکھ وہ تمام مٹی خون بن چکی ہے آج محرم کی دس تاریخ ہے اور آج میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔ میں ابھی کربلا سے آرہا ہوں [1]

انتخاب اُمّ سلمہ یہاں اس نکتہ کو سمجھ لینا نہایت ضروری ہے کہ سرکار دوجہاں نے شیشی کے لئے ام المومنین حضرت اُمّ سلمہ کا انتخاب کیوں ضروری سمجھا حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تمام ازواج مطہرات بقید حیات موجود تھیں۔ اس انتخاب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظاہر و باطن کو دیکھنے والی نگاہِ نبوت اور (مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ) کے علم سے بھرپور سینہ بے کینہ اور وہ چشم حق نما جو گنجینۂ (وَمَا فِی الصُّدُوْرِ) تھی اور جس کے سامنے زمین و آسمان، لوح و قلم عرش و کرسی ایک کف دست

([1] مشکوٰۃ شریف جلد دوم۔ صواعق محرقہ۔ طبرانی، ابوداؤد۔ حاکم) (کبریٰ بیہقی، ابونعیم بسر الشہادتین)

Marfat.com

کی مانند تھے اس نے یہ سب کچھ دیکھ لیا تھا کہ جس وقت حسین جام شہادت نوش کرے گا۔ اس وقت میری تمام بیویوں کی وفات ہو چکی ہو گی۔ صرف اُمّ سلمہ ہی ایک ایسی ہو گی جو اس جانکاہ جگر سوز دلخراش واقعہ کو دیکھنے اور سننے کے لیئے زندہ رہے گی چنانچہ وقت نے ایسا ہی ثابت کر دکھایا کہ فی الواقعہ اُمّ سلمہ کی وفات شہادت امام حسین کے بعد ہوئی یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک واضح دلیل ہے ؎

تو دانا تے ماکان اور ما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

بعض روایت میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ کا منہ چوما اور امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی گردن پر بوسہ دیا اور آبدیدہ ہو گئے۔ دونوں بچے بڑے حیران ہوتے اور روتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ خاتون جنت کے پاس آئے اور عرض کی امی جان کیا وجہ ہے کہ آج نانا پاک نے ہم دونوں بھائیوں میں فرق ڈالا ہے۔ حضرت حسن کہنے لگے۔ دیکھئے امی جان آج نانا پاک نے میرا منہ چوما ہے اور میرے بھائی حسین کی گردن پر بوسہ دیا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی حیران ہو کر بچوں کا منہ دیکھنے لگیں اور اسی پریشانی کے عالم میں والد محترم کے پاس آ کر عرض کرنے لگیں اے میرے پیارے ابا جان دونوں شہزادے رو رہے ہیں اور میں بھی پریشان ہوں۔ فرمایئے کہ شہزادگان کو بوسہ دینے میں اس سے پہلے کبھی آپ نے ایسا فرق روانہ رکھا تھا آج کیا وجہ ہوئی؟ یہ سن کر سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمانے لگے اے فاطمہ روز ازل کا لکھا ہوا آج میں نے ظاہر کر دیا ہے اور تو بھی سن لے تیرا بڑا بیٹا حسن جس کا میں نے منہ چوما ہے۔ یہ زہر کھا کر شہید ہو گا اور حسین کی گردن اس لئے چومی ہے کہ اس کی گردن پر ظالم کا خنجر آبدار چلے گا۔ یہ سن کر ماں کی مامتا جوش میں آئی اور آپ کی چشمان رحمت سے آنسو ٹپک پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ تو کیوں روتی ہے کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں بچوں کی قربانی لے کر میری ساری

Marfat.com

اُمت کے گناہ بخش دے یہ فرمانِ مصطفوی سن کر خاتون جنت وجد میں آگئیں اور عرض کرنے لگیں۔ ابا جان آپ کی امت کی بخشش کی خاطر دو لال تو کیا میرے سینکڑوں بیٹے بھی ہوں تو قربان کر دوں۔

طبرانی کبیر اور بیہقی دلائل النبوت میں اُم الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباس سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں سرکار دو عالم نے فرمایا تو مجھے اپنا خواب تو سنا۔ عرض کی حضور آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آگرا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ تو بہت اچھا خواب ہے۔ اس کی تعبیر یوں ہے کہ پروردگار عالم عنقریب میری بیٹی فاطمہ کو بچہ دے گا جو تیری گود میں پرورش پائے گا۔

اُم الفضل فرماتی ہیں کہ پھر اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت امام حسین کی ولادت ہوئی اور آپ کے فرمان کے مطابق میں نے بچہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ایک دن حسین کو میں اپنی گود میں بٹھاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اسی وقت حسین کو میری گود سے چھین کر اپنی نورانی گود میں لے لیا۔ حسینؓ کے چہرے کو محبت بھری آنکھوں سے دیکھ کر پیار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ میں نے پاس جا کر رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اے اُم الفضل مجھے ابھی ابھی خبر دی گئی ہے کہ میرے بعد میری اُمت اس شہزادے کو ظلماً شہید کرے گی اور یہ کئی دنوں کا بھوکا اور پیاسا ہوگا۔[1]

---

[1] بیہقی، طبرانی [2] صواعق محرقہ۔ تہذیب التہذیب۔ سر الشہادتین)

Marfat.com

حضورؐ نے شہادت حسینؓ کی خبر حضرت علیؓ کو دی

صواعقہ محرقہ میں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ صفین سے واپس ہوئے تو ایک ریگستان میں سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے وہاں کے رہنے والوں سے اس ریگستان کا نام پوچھا وہ کہنے لگے۔ حضور اس ریگستان کو کربلا کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی شیر خدا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے احباب نے اس رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ فرمانے لگے کہ یہ نام سن کر مجھے ایک پرانی بات یاد آگئی ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آبدیدہ ہو گئے تھے اور میرے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا تھا کہ اے علی مجھے ابھی ابھی جبریل نے یہ خبر دی ہے کہ میرے وصال کے بعد میرے حسین کو فرات کے کنارے بے آب و گیاہ میدان کربلا میں بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائے گا آج جب میں نے اس خونی زمین کو دیکھا ہے تو بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ہیں لیکن میں پھر بھی رضائے الٰہی پر شاکر ہوں۔ تہذیب التہذیب میں عبداللہ سے بھی اس قسم کی روایت ملتی ہے۔[2]

حضرت علیؓ نے امام حسینؓ کی شہادت گاہ کی نشاندہی کی

مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرہ حضرت سید المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ فضائل میں اصبح بن نباتہ سے ایک روایت رقم کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ صفین کی واپسی پر کربلا کی خونی زمین سے گزر رہے تھے تو آپ نے قافلہ روکنے کا حکم دیا اور نیچے اتر آئے۔ حضرت اصبح فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت علی کے ہمراہ تھا آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ میں نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اے اصبح میں کیوں نہ روؤں اور اس زمین کو کیوں نہ غور سے دیکھوں یہ ناگن زمین میرے اہل بیت کو ڈسے گی اس زمین کو میرے بھوکے پیاسے بچوں پر کوئی ترس نہ آئیگا

Marfat.com

علی اکبر کی جوانی اور علی اصغر کی معصومیت و بچپن پر اسے کوئی رحم نہ آئے گا۔ یہ زمین وہ خونخوار بھیڑیا ہے جو میرے حسین کو نگل جائے گا اور اسی جگہ اہل بیت کی پردہ دار بیبیاں بے پردہ ہوں گی۔ یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں میری زینب کے کانوں کے بندے کھینچ لیئے جائیں گے۔ خیمے جلا دیئے جائیں گے۔ شہزادوں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے اور اہل بیت کی عفت مآب شہزادیوں کو ننگے منہ اور ننگے سر اونٹوں پر بیٹھا کر کوفہ کے بازاروں میں رسوا کیا جائے گا۔ پھر آپ نے ایک جگہ نشان لگایا اور فرمایا اصبح یاد رکھنا یہ جگہ وہ ہے۔ جہاں میرے اہل بیت کے اونٹ بندھے ہوں گے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں میرے اہل بیت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔ اس جگہ پر جوانانِ آلِ محمد قتل ہوں گے۔ اس مقام پر میرے معصوم بچے بھوک کے پیاسے جاں بلب ہوں گے۔ اسی جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور جگر پاروں کی لاشیں تڑپیں گی۔ یہی وہ خطۂ زمین ہے۔ جہاں سرکار دو عالم کی بیٹیوں کی عصمت خاک میں ملے گی۔ اسی جگہ عصمت مآب اور عفت مآب خواتین اسیر ہو کر ظالم کے دربار میں پیش ہوں گی اور اسی جگہ آسمان رو دے گا عرش تھرائے گا اور قہر خداوندی جوش میں آئے گا۔[1]

لاشے گریں گے کٹ کے اس زمین پر
لیکن نہ بل پڑے گا مقدس جبیں پر

حضور علیہ السلام کو شہادت حسین کی خبر پانچ مرتبہ دی گئی

کنز الغرائب میں لکھا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ درج ذیل موقعوں پر شہادت حسین کی خبر دی۔

(۱) جب آپ کی پیدائش ہوئی (۲) جب آپ چار ماہ کے تھے (۳) جب آپ تین برس کے تھے (۴) جب آپ نے چوتھے سال میں قدم رکھا (۵) اور جب آپ پانچ برس کے ہوتے۔[1]

[1] فضائل حسنین صہ ۱۵

Marfat.com

شہادت امام حسنؑ علیہ السلام

آپ نہایت صالح اور نیک طبع شخص تھے۔ جب امیر معاویہ سے صلح ہو گئی۔ تو شاہی خزانے سے آپ کو وظیفہ ملنے لگا آپ بسر اوقات شاہی وظیفے پر ہی کرنے۔ باقی زندگی آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور عبادت خداوندی میں ہمہ تن مشغول رہنے لگے۔

حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت ہی میں یزید ولی عہد خلافت مقرر ہو چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ باپ کی وفات کے بعد حکومت بالآخر اسی کے قبضہ میں آئے گی۔ اور تھا بڑا دور اندیش اور زیرک اس نے اپنے تمام راستے قبل از وقت ہموار کرنے شروع کر دیئے۔ یزید جانتا تھا کہ اس کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا ابن رضوان اللہ عنہا کی ذات ہو گی۔ اس لئے اس بدنہاد نے سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ تیار کیا اور اس کام کی انجام دہی کے لئے عامل مدینہ مروان ناہنجار کو لکھا کہ جس طرح ہو سکے حسن والا کانٹا نکال دے اگر تو نے ایسا کر لیا تو منہ مانگا انعام دوں گا۔ مروان شیطان لالچ میں آ گیا اور اس نے اس کار بد کی خاطر ایک الیسونیہ نامی عورت کا انتخاب کیا اور اس سے کہا کہ اگر تو کسی طرح حسن کی بیوی جعدہ کو اپنے دام فریب میں پھانس لے اور اس کے ذریعہ سے حسنؓ کو ختم کر ڈالے تو ایک ہزار اشرفی اور پچاس جوڑے انعام میں دوں گا۔ چنانچہ الیسونیہ کٹنی حضرت امام حسن کی بیوی جعدہ بنت اشعث کے پاس آئی اور آ کر اس سے یزید کے عشق اور حضرت حسن کی فلاکت و افلاس کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ جعدہ بہک گئی اور اس کٹنی کی باتوں میں دلچسپی لینے لگی۔ اس لے کہا اے جعدہ یزید تیرے عشق میں دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اس کو نہ صبح چین ہے اور نہ رات آرام تیرے فراق میں اس کی نیندیں حرام ہو رہی ہیں اور تو ہے کہ ابھی تک اس کے حال سے بے خبر ہے لِلّٰہ اس کے حال پر رحم کھا اور جس طرح بھی ممکن ہو حسن سے جان چھڑا۔ تجھے اس کی مصاحبت میں فائدہ بھی کیا ہے؟ اس کے گھر کے چاروں کونوں میں غریبی ہی

Marfat.com

غریبی ہے۔ تجھے دو وقت کا کھانا بھی میسّر نہیں آتا دیکھ ادھر تاج بھی ہے اور تخت بھی اور پھر حضرت معاویہ کے بعد یزید ہی والی خلافت ہو گا اگر تو نے حسنؓ والا کام تمام کر دیا تو ملک کی رانی اور ملکۂ عالم بن جائے گی اس لئے کچھ سوچ اور غور کر اور اس غریبی سے نجات حاصل کرنے اور ملکۂ عالم بننے کے لئے حسنؓ کو ٹھکانے لگا دے ناقص العقل عورت دنیا کے لالچ میں آگئی اور ملکۂ عالم بننے کے خواب میں کھو گئی۔ خوف خدا اور پاس پیغمبر بھول کر آمادۂ قتل جگر گوشۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی۔ آہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اس فریبن کٹنی سے جعدہ ہاں کر بیٹھی اور یزید کو کہلا بھیجا کہ مجھے تیری ہر شرط منظور ہے۔ حسن کو قتل کرنے کا ڈھنگ بتانا تیرا کام اور عملی جامہ پہنانا میرا کام۔ یزید یہ پیغام سن کر بہت خوش ہوا اور یقین کر لیا کہ وہ عورت کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تیر سے دو شکار کرے گا۔

الیسونیہ خوشی خوشی مروان کے پاس آئی اور یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوشی سے بدمست ہوا۔ ظالم الیسونیہ کے ہاتھ زہر روانہ کیا۔ جعدہ نے کھانے میں زہر ملا دیا اور حضرت حسن کو کھلا دیا۔ آپ رات بھر بیہوش رہے۔ ہوش آنے پر روضۂ مطہرہ منورہ پر تشریف لے گئے اور نانائے پاک سے اپنا حال زار بیان کیا اور اپنی صحت کے لئے دعا کی۔

شافیٔ مطلق نے شفا بخشی۔ آپ نے گھر آکر جعدہ سے فرمایا آج سے میں تیرے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ایک روز پھر جعدہ نے نواسۂ مصطفےٰ کو زہر دینے کی کوشش کی۔ بدبخت نے امام حسن سے کہا حضور۔ میرے گھر مدینہ کی تازہ کھجوریں آئی ہیں اگر آپ کہیں تو میں پیش کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر کھجوریں کھاؤں گا کہ تم بھی میرے ساتھ کھاؤ۔ مکار عورت نے بعض کھجوروں کو زہر آلود کیا تھا اور بعض ٹھیک حالت میں تھیں چنانچہ اس نے صرف وہ کھجوریں کھائیں اور اس طرح سے سات زہر آلود کھجوریں آپ کھا گئے جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت بگڑ گئی اور رات بھر تکلیف میں مبتلا رہے۔ صبح اٹھے اور نانائے پاک کے روضۂ اقدس پر جاکر نے تحاشا روتے۔

Marfat.com

قدرت خداوندی سے اس دفعہ بھی زہر نے آپ پر مطلق اثر نہ کیا اور آئندہ قسم اٹھائی کہ کبھی کسی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھائیں گے پھر آپ نے سوچا کہ دو سال کے اندر اندر مجھے کئی مرتبہ زہر دیا جا چکا ہے اور اس کے اثرات دن بدن زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اس لئے آپ نے تبدیلی آب و ہوا کے لئے کسی صحت بخش مقام جانے کا فیصلہ فرمایا چنانچہ حضرت ابن عباس کو ساتھ لے کر موصل کی طرف نکل گئے۔ مشتاقین زیارت کو آپ کے دیدار پُر انوار سے بہت خوشی ہوئی اور دشمنوں کو سخت تکلیف ہوئی ایک نابینا شخص جو کہ اہل بیت کا دشمن تھا۔ وہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر نہایت رنجیدہ ہوا۔ اس ظالم نے آپ کو زک پہنچانے کی ٹھان لی۔ وہ آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتا۔ آپ کا وعظ بھی سنتا۔ ایک دن شقی نے نیزے کی بھال کو زہر آلود کیا اور اس تاک میں رہا ہے کہ موقع ملے اور وہ اپنا کام کرے ایک دن موقع پا کر ظالم نے نیزہ کی زہریلی بھال آپ کے پاؤں مبارک میں چبھو دی۔ آپ کو سخت تکلیف ہوئی اور آہ کر کے نیچے گر پڑے۔ پاؤں سے خون کی ندی رواں ہوگئی اور پاؤں میں ورم آگیا۔ حضرت ابن عباس نے اس ناہنجار نابینے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے نانائے پاک جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شان عفو دکھائی اور فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس کا بدلہ اسے روز قیامت خدا دے گا کیونکہ (اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ) چنانچہ جب جانثاران اہل بیت حضرت سعد موصلی اور مختار کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ انہوں نے اس شیطان نابینے کو پکڑ کر سخت سزا دی۔ تھوڑا سا عرصہ موصل میں گزارنے کے بعد آپ مدینہ شریف واپس تشریف لے آئے۔ جب مروان ناہنجار کو حضرت امام کی واپسی کا علم ہوا تو اس نے الیسونیہ کو بلایا۔ اسے ہیرے جواہرات سے مرصع ایک ہار دیا اور ایک ہیرا پیس کر سم قاتل میں ملا دیا اور اسے کہا کہ ابھی جا یہ ہار جعدہ کو دینا اور کہنا کہ یہ تمہیں یزید نے بطور تحفہ ارسال کیا ہے اور یہ زہر ہلاہل ہے اگر تو یہ زہر کسی نہ کسی طریقہ سے حسن کو پلا دے تو وہ کسی طرح بھی بستر مرگ سے نہ اٹھ سکے گا۔ وہ قسی القلب کٹنی جعدہ کے

Marfat.com

پاس آئی اور اسنے تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ جعدہ نے زہر لیا کچھ دیر کے لیئے خائف ہوئی پھر یکدم اس کے دماغ میں ملکۂ عالم بننے کا نشہ چھا گیا اور پورا پورا ارادہ کر بیٹھی کہ آج رات کسی نہ کسی طریقے سے یہ زہر حسن کو کھلا دے گی۔

چونکہ دشمنانِ اہل بیت نے آپ کو کئی بار زہر دیا تھا لیکن خدا کی مرضی سے آپ بچ جاتے تھے۔ اس سے متاثر ہو کر آپ نے ہر ایک کے ہاتھ سے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا خود اپنے ہاتھ سے روٹی بنا کر کھا لیتے اور پانی کی زورق رات کو اپنے سرہانے رکھ کر سر بمہر کر دیتے۔ سحری کے وقت جب تہجد پڑھنے کی غرض سے اٹھتے تو مہر کو سلامت پا کر اس پانی سے وضو فرماتے اور پیاس کی صورت میں پی بھی لیا کرتے۔

جعدہ کی حیلہ سازی

جعدہ نے سوچا کہ حسنؓ کو زہر پلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی بھی طریقہ نہیں ہو سکتا کہ کسی نہ کسی طرح یہ زہر اس زورق میں ڈال دیا جائے اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی بچ جائے گی پھر سوچنے لگی اگر مہر ٹوٹی ہوئی پائی گئی تو ایسا نہ ہو کہ آپ شک کر کے پانی نہ پئیں۔ آخر سوچتے سوچتے آدھی رات کے وقت جعدہ اس زورق کے پاس آئی۔ دیکھا کہ زورق کا منہ ململ کے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے اور اس پر مہر لگی ہوئی ہے اس ظالم عورت نے وہ زہر اس ململ کے کپڑے پر پھیلا دیا اور ایک انگلی کی ٹھوکر سے آہستہ آہستہ زہر کو زورق کے اندر داخل کرنے لگی۔ اس طرح زہر سارے کا سارا پانی میں مل گیا اور مہر بھی نہ ٹوٹنے پائی۔ عورت کا داؤ چل چکا تھا۔ تیر کارگر ثابت ہو چکا تھا۔ وہ اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں بہت خوش تھی۔ الٹے پاؤں اپنے کمرے میں واپس لوٹی اور اپنے بستر پر قضا و قدر کا تماشہ دیکھنے لگی۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام اپنے صحیح وقت کے مطابق سحری کے وقت نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھے آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ دیکھا زورق صحیح و سلامت ہے۔ مہر ٹھیک ٹھاک ہے۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مہر کو توڑا اور پورے اطمینان سے پانی ایک کٹورے میں ڈالا اور ہونٹوں تک لے آئے۔ پھر کیا تھا۔ ایک گھونٹ پیا دوسرا پھر تیسرا پانی نے اندر جاتے ہی آنتوں کے ٹکڑے کر دیئے جگر چھلنی کرنا شروع

Marfat.com

کر دیا۔ حضرت امام حسن علیہ السّلام کو چکر آیا۔ جسم میں کپکپی پیدا ہوئی بدن میں رعشہ طاری ہوا۔ قدم لڑکھڑا گئے۔ چارپائی کے پاس دھڑام سے نیچے گر گئے۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ اصول فطرت ہے دکھ کے وقت اپنے بھائی یاد آتے ہیں کیونکہ وہ بازو ہوتے ہیں۔ آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ (اَغثنی یاحسین) اے حسین میری خبر لے آپ کے برادر اصغر حضرت امام حسین علیہ السّلام برابر والے کمرے میں آرام فرما تھے۔ آواز سن کر اچانک اٹھے اور برادر اکبر کی خبر گیری کو دوڑے۔ جب کمرے میں داخل ہوتے تو یہ دیکھ کر بے ساختہ چیخ نکل گئی کہ شبیہہ مصطفےٰ جگر گوشۂ فاطمۃ الزہرا۔ نور دیدہ علی المرتضیٰ زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا ہے آپ قریب آئے یا اخی یا اخی پکارتے رہے، کبھی ہلاتے کبھی پاؤں چومتے مگر آپ پر سکتہ کا عالم تھا اسی حالت میں آپ کو قے ہوئی تو جگر کے ٹکڑے ہو ہو کر باہر آنے لگے۔ حضرت امام حسین شمار کرنے گئے اور چیخ کر پکارے اے جان برادر یہ کیا ہو گیا ہے۔ جگر اور آنتوں کے ابھی تک بیاسی (۸۲) ٹکڑے باہر آ چکے ہیں۔ مجھے کوئی اس کا سبب بتائیں۔ آپ نے پانی کے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔ امام حسین نے پیالہ اٹھایا تو ساری حقیقت پا گئے۔ پیالہ زمین پر دے مارا۔ پانی کا گرنا تھا کہ زمین پھٹنی شروع ہو گئی۔ مٹی میں جوش آنے لگا آپ نے کہا بھائی جان آپ کو زہر ہلاہل دیا گیا ہے، بھائی کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا اور شیر کی مانند گرج کر بولے۔ بھائی جان بتایئے وہ کون ظالم ہے جس نے مجھے بے پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اس سے اسی وقت انتقام لوں گا۔ حضرت حسین غصہ سے لال پیلے ہو رہے تھے، چہرہ مبارک پسینہ سے شرابور تھا۔ شمشیر بکف، ماتھے پر غیظ و غضب کے شکن۔ صبر و قرار کا دامن تار تار ہو چکا تھا اس ظالم کے خون سے دل کی پیاس بجھانے کے لئے کسی کے اشارہ کے منتظر تھے۔

حضرت حسن علیہ السّلام کا عفو برادر اصغر امام حسین علیہ السلام کی آہ و پکار سن کر حضرت حسن علیہ السلام نے عالم بے خودی میں آنکھیں کھولیں، حسین کے چہرے کو بغور دیکھا۔ منہ پر ہاتھ پھیرا گڑے ہوتے تیور اور چہرے کے

Marfat.com

اُبھرے ہوئے شکن دیکھ کر آپ کو قریب ہونے کا اشارہ کیا۔ حسین قریب ہوئے تو آپ نے گلے سے لگا لیا۔ دستِ پُر شفقت سے روئے انور سے پسینہ صاف کیا۔ اور لرزتی ہوئی آواز سے فرمایا اے حسین تلوار پھینک دو اور غصہ فرو کر کے معاملہ خدا کے سپرد کر دو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہمارا کیس ثابت نہیں ہو سکتا۔ نانائے پاک حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تک کسی معاملے میں دو شاہد عادل نہ پیش کئے جا سکیں اس وقت تک کوئی دعویٰ قابلِ پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ اندریں حالات میں یہ سارا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ وہی منتقم حقیقی ہے (وَاللّٰہُ عَزِیزٌ ذُوانْتِقَام)

برادرِ اصغر حضرت امام حسن علیہ السلام کی اسلامی رواداری اور قانون محمدی کی پاسداری سن کر ساکت و صامت ہو گئے۔ تلوار نیچے پھینک دی اور بُت سے بن کر کھڑے رہ گئے۔

حضرت حسن کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ حسین نے کہا حضور مجھے اجازت دیجئے کہ میں کسی حکیم کو بلا لاؤں۔ آپ نے فرمایا کسی حکیم کی ضرورت نہیں اب مجھے حکیم مطلق کے پاس جانا ہے تاہم حسین بھاگے تاکہ کسی حکیم کو بلا لائیں۔ آپ نے فرمایا جانے سے پہلے ذرا میری بیوی جعدہ کو اندر بھیجتے جاؤ۔

آپ باہر گئے اور جعدہ سے کہا اندر جا تجھے حضرت نے بلایا ہے۔ پیغام سُن کر جعدہ آئی۔ حضرت نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ وہ ڈر رہی تھی۔ کانپ رہی تھی۔ دل ہی دل میں اس کی نظر مآل کار پر جا رہی تھی۔ سوچتی تھی۔ اب کیا ہو گا۔ یہ میں نے کیا کر دیا فاطمہ کے لال حضرت حسن کو زہر دے کر میں نے بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ میں روزِ قیامت حضرت فاطمۃ الزہرا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ لیکن یزید کے وعدوں سنہرے سپنوں اور ملکۂ عالم بننے کے خوابوں میں یہ تمام خیالات معدوم ہو کر رہ گئے اس نے ہمت کی۔ دروازہ بند کر کے حضرت کے پاس پڑی ہوئی ایک میز پر آ بیٹھی آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جعدہ تم نے سن لیا ہے جو حسین کہہ رہا تھا اگر میں چاہوں تو تمہارے ٹکڑے اڑائے جا سکتے ہیں کہ کتوں کو تکہ بوٹی ہاتھ

Marfat.com

نہ لگنے پائے اور یہ جاننے کے باوجود کہ مجھے زہر دینے والی تو ہی مکار ہے میں تجھ سے کوئی انتقام نہیں لینا چاہتا کیونکہ میرے پاؤں میں شریعت کی بیڑیاں اور ہاتھوں میں فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کڑیاں پڑی ہوئی ہیں اس لئے میں تیرا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ جس لالچ میں آکر تو نے نواسۂ مصطفےٰ نور دیدہ فاطمۃ الزہرا کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔ اس میں تو کبھی کامیاب نہ ہوگی تو کتنے کی زندگی جئے گی اور مرنے کے بعد کہیں تیرا نام ونشان نہ ہوگا۔

جعدہ سمجھ گئی کہ حضرت کو تمام حالات سے آگاہی ہو چکی ہے اس لئے یہاں سے بھاگ نکلنا اور جان سلامت لے جانا ہی سب سے بڑی عقلمندی ہے۔ فوراً اٹھی اور بھاگ کر مروان کے پاس پہنچی اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ وہ ملعون بڑا خوش ہوا اور اسے یزید کے پاس پہنچانے کا سارا انتظام کر دیا۔ جعدہ نے یزید کے پاس پہنچ کر بڑے فاتحانہ انداز میں کہا اے ولی عہد مبارک ہو کہ میں وعدہ پورا کر آئی ہوں اور وہ کام جو تو نے میرے سپرد کیا تھا۔ سرانجام دے چکی ہوں اور حسن کو زہر دے کر تیری پناہ میں آگئی ہوں۔

یزید کا جواب یزید بڑا ہوشیار اور چالاک تھا سمجھ گیا کہ کام تو ہو گیا ہے اب اس عورت سے گلوخلاصی کرانے کی تدبیر کرنی چاہیئے چنانچہ جعدہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کیا یہ سچ ہے کہ تو نے اپنے شوہر کو زہر دے کر ہلاک کر دیا ہے۔؟ کہنے لگی جی ہاں قسم بخدا۔

یزید ہنس پڑا اور کہنے لگا او بے وفا مکار عورت فوراً میری آنکھوں سے دور ہو جا۔ جو عورت اپنے شوہر سے وفا نہیں کر سکتی۔ اس سے کسی نیک خواہش کی تمنا کرنا بے سود ہے۔!

جعدہ کا انجام جب اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ وقت امیر معاویہؓ کو ہوئی۔ تو آپ نے اس عورت کو طلب کیا اور جملہ حالات معلوم کئے آپ نے فرمایا کہ تو جگر گوشۂ رسول نور نگاہ بتول کی قاتل ہے کہنے لگی میں قاتل نہیں قاتل تیرا بیٹا ہے جس

Marfat.com

مجھے زہر بھجوایا اور میرے ساتھ شادی کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے یزید سے پوچھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ حضور میں تو اس عورت کو جانتا تک نہیں۔

حضرت امیر معاویہ فرمانے لگے کہ یزید کے انکار اور جعدہ کے از خود اقرار کرنے سے قتل بذمہ عورت ثابت ہوتا ہے اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اس عورت کو رسیوں سے باندھ کر زمین پر ڈال دیا جائے اور اس کے اوپر گھوڑے دوڑائے جائیں تاکہ اس کا بند بند جدا ہو اور اس کو جگر گوشۂ فاطمہ کو قتل کرنے کا بدلہ ملے۔

چنانچہ حکم کی بجا آوری ہوئی اور جعدہ کے ٹکڑے اڑ گئے کہ اچانک قدرت سے ایک ایسی آندھی چلی جس نے جعدہ کی لاش کو اٹھا کر نہ جانے کس جہنم میں ڈال دیا کہ آج تک کسی کو اس کا نام و نشان تک معلوم نہ ہو سکا (العیاذ باللہ خسر الدنیا والآخرۃ)

وصایائے امام حسن علیہ السلام

جہان فانی سے رخصت ہونے سے پیشتر حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین سے چند باتیں بطور وصیت کیں آپ نے فرمایا اے میرے بھائی حسین مجھے یقین کامل ہے کہ میرے بعد کوفی تمہیں تمنا نے خلافت پیش کریں گے اور اس طرح تمہیں مدینہ منورہ سے نکالنا چاہیں گے لیکن میرے بھائی میری یہ وصیت ہے کہ تم ان کی یہ دعوت ہرگز قبول نہ کرنا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے حسین میں نے نانی اماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے کمرے میں نانائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لے لی ہے تاہم میرے انتقال کے بعد دوبارہ ان سے اجازت لے لینا اگر نانی اماں اجازت دے دیں اور بنی اُمیہ کوئی مزاحمت نہ کریں تو مجھے نانا جان کے پہلو میں دفن کرنا لیکن اگر بنی امیہ مزاحمت کریں تو ضد نہ کرنا۔ میرا جنازہ اٹھانا اور جنت البقیع میں لے جا کر امی جان کے پہلو میں مجھے دفن کر دینا۔

قاسم کا ہاتھ حسین کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا اے حسین میرے قاسم کو

Marfat.com

اپنے سایۂ عاطفت میں رکھنا اور اپنی بیٹی کا عقد اس سے کرنا۔

امام حسن علیہ السلام کا سفرِ آخرت

بعدازاں حضرت امام حسن علیہ السلام چالیس روز تک زندہ رہے لاکھ دعائیں مانگیں اور کروڑ دوائیں کیں مگر آپ کی طبیعت نہ سنبھل سکی دل اور جگر کے ٹکڑے ہو کر قے اور اسہال کے ذریعہ باہر آرہے تھے ایک شب آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت امام حسین یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے آپ کے پاؤں پکڑ کر بھائی بھائی پکارتے تھے اور یہ کہتے تھے اے جانِ برادر تمہارے بغیر میرا کون ہے۔ مجھے کس کے سپرد کئے جا رہے ہو۔ آپ نے آنکھ کھولی۔ عالمِ نزع طاری تھا۔ خالقِ حقیقی سے ملنے کا وقت آپہنچا تھا۔ آپ نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے حسین کو سینے سے لگا لیا اور زبانِ حال سے فرمایا ؎

ہم جا رہے ہیں آج شبِ غم گزار کے
دونوں جہاں کسی کی محبت پہ وار کے

حسین کہنے لگے بھائی جان مجھے کس کے سپرد کر چلے ہو۔ میرا کون ہمدم و دمساز ہے۔

فرمایا ؎

بے وارثوں کا وارث والی الٰہ ہے
دیکھو ڈگے نہ پاؤں یہ مشکل کی راہ ہے

زبانِ حال سے یہ عرض کر رہے تھے کہ اچانک آپ نے سامنے کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کر دیا اور چہرہ پر مسکراہٹ کے آثار نمودار ہوتے حضرت حسین سمجھے کہ شاید آپ کی طبیعت کچھ سنبھل گئی ہے۔ پوچھا بھائی جان یہ مسکرانا کیسا؟ اور سامنے کی طرف آپ کا دیکھنا کیسا ہے؟ فرمایا حسین کیا تمہیں نظر نہیں آرہا؟ وہ دیکھو نانائے پاک حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے کوثر کا جام لئے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں، یہ کہا اور ہچکی بندھ گئی۔ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا آپ نے حسین سے کہا اے بھائی فوراً میرا منہ کعبہ کی جانب کر دو۔ یہ کہا اور زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا اور رات شنبہ ۲۹ صفر ۴۹ھ آپ کی روح قفسِ

Marfat.com

عنصری سے پرواز کرگئی۔ (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ رٰاجِعُون)

آپ کے فرزندانِ ارجمندان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ وصیت کے مطابق حضرت امام حسین نے جنازہ تیار کیا اور تدفین کے لئے روضہ مبارک کے سامنے لے آئے۔ سعید بن العاص گورنر مدینہ نے آپ کو جوارِ رسول اللہ میں دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی مگر نائب گورنر مروان کے دل میں عناد کے شعلے بھڑک رہے تھے کہنے لگا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں جگہ نہ ملی تو انہیں بھی یہاں ہرگز نہ دفن ہونے دوں گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام مقابلہ کے لیئے ڈٹ گئے۔ اور مصر تھے کہ میں آپ کو یہیں دفن کروں گا مگر پھر لوگوں کے وصیت حسن یاد دلانے پر خاموش ہوگئے اس کے بعد وصیت کے مطابق گورنر مدینہ سعید بن العاص نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں والدہ محترمہ کے پہلو میں دفن کیا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک پینتالیس برس چھ ماہ اور کچھ دن تھی۔ [1]

در جستجوئے مانہ کشی زحمت سراغ
جائے رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد

---

[1] صواعق محرقہ۔ تاریخ الخلفاء۔ روح البیان۔

Marfat.com

یزید کی تخت نشینی اور عام بیعت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سنہ ۶۰ھ میں یزید تخت نشین ہوا خلیفہ بنتے ہی اس نے ملک کے اطراف وجوانب میں تمام گورنروں کو حکم نامے جاری کیے کہ وہ اس کے حق میں لوگوں سے بیعت لیں۔ لوگ جان کے خطرے سے فوراً بیعت پر آمادہ ہو گئے۔

مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو جب یہ حکم نامہ موصول ہوا تو اس نے تمام مدینے والوں سے یزید کے حق میں بیعت کی اور حضرت امام حسین کو بھی پیغام بھجوا کر اس مقصد کے لیے دار الامارت میں طلب کیا اور یزید کا پیغام پڑھا جس میں یہ الفاظ تھے کہ اے ولید حسین سے بیعت لینا نہایت ضروری ہے اگر وہ بیعت پر رضامند ہو جائیں تو منصب جلیلہ پر فائز کیے جائیں گے بصورت دیگر ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔

بیعت اگر کریں تو ادھر بھیج دیجیو
انکار ہو تو کاٹ کے سر بھیج دیجیو

حضرت امام عالی مقام نے جب وہ حکم نامہ سنا تو آگ بگولہ ہو گئے اور گورنر مدینہ سے فرمانے لگے کہ اے ولید یہ جانتے ہوئے کہ یزید فاسق و فاجر بدکردار، شرابی، زانی اور کتوں کا کھلاڑی ہے تو ابن فاطمہ سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ ابن مرجانہ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ نخل اسلامی جس کو محمد مصطفےٰ نے لگایا تھا اور جس کی آبیاری صحابہ کرام نے رگوں کا خون دے کر کی تھی؟ حسین ابن علی اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے؟ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ حسین ایک فاسق و فاجر شخص کے سامنے جھک کر قصر اسلامی کو مسمار کر دے؟ اے ولید یہ ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ علی کا بیٹا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ، فاطمہ کا جگر پارہ اسلام کی خاطر جان تو دے سکتا ہے لیکن یزید کے ہاتھ میں ہاتھ ہرگز نہیں دے گا۔ یہ کہا اور یزید کے دربار سے اٹھ کر

Marfat.com

باہر نکلنے لگے تو مروان ناہنجار نے ولید کو اشارہ کیا کہ حسین کو اس وقت تک نہ جانے دیا جائے جب تک بیعت نہ کر لیں لیکن ولید نیک فطرت انسان تھا اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

دوسرے دن ولید نے پھر حضرت امام علیہ السلام کو سندیسہ بھیجا۔ آپ تشریف لے آئے ولید نے دست بستہ ہو کر اپنی مجبوری کا اظہار کیا اور کہا کہ حضور آپ جانتے ہیں کہ میں بہر حال مدینہ کا گورنر ہوں۔ خلیفہ وقت کے حکمنامے کو عملی جامہ پہنانا میرا فرض ہے وہ مصالحت سے ہو یا منافقت سے آپ سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ آپ اگر بیعت کرنا نہیں چاہتے تو رات کے اندھیرے میں کسی اور جگہ تشریف لے جائیں تاکہ میں یزید کو یہ کہہ سکوں کہ حسین چونکہ میرے علاقے سے ہجرت کر چکے ہیں۔ اس لئے ان سے بیعت لینا میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے اے نواسہ رسول میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ سے اہل بیت رسالت کی توہین ہو اور روز قیامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں۔ حضرت امام عالی مقام نے ایک لمحہ توقف فرمایا اور ولید کے مشورے سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا اے ولید اگرچہ مدینۃ الرسول کو چھوڑنا جہاں میرے نانائے پاک اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ کا روضہ ہے میرے لئے آسان نہیں تاہم دین حقہ کی حفاظت کے لئے یہ قربانی بھی دینے کو تیار ہوں۔ اے ولید تو مطمئن رہ کل کا سورج حسین کو مدینہ سے باہر طلوع ہو گا۔ یہ فرما کر آپ وہاں سے رخصت ہوتے سیدھے گھر تشریف لائے۔ تمام گھر والوں کو جمع کیا۔ چچازاد بھائی مسلم بن عقیل، قاسم، علی اکبر اور دوسرے تمام اعزاء اور اقرباء کو بلا کر آپ نے فرمایا کہ حالات اس قدر مخدوش ہو چکے ہیں کہ ہمیں مدینہ چھوڑنا پڑے گا۔ میرے خیال میں بہتری اسی میں ہے کہ ہم یہاں سے ہجرت کر جائیں اور مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ وہ بیت الحرام ہے (مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا) خدائے پاک نے فرمایا ہے کہ جو وہاں داخل ہو گا۔ اسے امن نصیب ہو گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ صبح کا سورج مدینہ سے باہر ہی طلوع ہو۔ تمام احباب نے آپ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کی، ے

Marfat.com

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

آپ نے حکم دیا کہ رختِ سفر باندھ لو۔ امانتیں لوٹا دو۔ قرضے ادا کر دو۔ جسے ملنا ہے مل لو۔ ممکن ہے پھر یہاں آنا نصیب نہ ہو۔ اہل بیت کی ہجرت کی خبر آناً فاناً مدینہ میں پھیل گئی۔ مدینہ میں سناٹا چھا گیا۔ گلی کوچے ویران نظر آنے لگے۔ ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا۔ ہر شخص کے چہرے پر پژمردگی چھا گئی۔ در و دیوار آہ زاری کرنے لگے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کا مجاور دربار مصطفےٰ کا جھاڑو کش، نانا کی قبر کا محافظ آج روضے سے جدا ہو رہا تھا کون آنکھ تھی جو اشکبار نہ تھی کون دل تھا جو دگار نہ تھا کون کلیجہ تھا جو منہ کو نہ آتا تھا۔ مدینہ کے تمام چھوٹے بڑے اہل بیت کو آخری سلام کہنے کی غرض سے آ گئے کوئی آپ کو جانے سے روکتا کوئی ساتھ جانے پر مصر ہوتا۔ کوئی جانثاری کا یقین دلاتا۔ الغرض اسی آہ و بکا درد و کرب، سوز و غم جانگساری و جانگسالی میں دن گزرا اور ناگن رات آئی چاروں طرف گھور اندھیرے چھاتے ہوتے ہیں زمین کے ساتھ ساتھ آکاش بھی دشمن نظر آ رہا ہے کوئی دمساز و غمگسار نہیں کس سے فسانہ دل کہیں، کون ہے جو سینے سے لگائے۔ لوگ آرام کی نیند سو رہے ہیں لیکن دکھ درد کا مارا حسین ساری رات قدرت کی ستم کاری کا نظارہ کر رہا ہے۔

آکاش ہی دشمن نہیں دشمن ہے زمیں بھی
دکھ درد کے ماروں کو نہیں چین کہیں بھی

حسینؑ نانائے پاک کے روضہ اقدس پر

مدینہ منورہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ رات میری زندگی کی آخری رات ہو، شاید پھر مدینہ میں آنا نصیب ہو یا نہ ہو آج ساری رات نانائے پاک کے سبز گنبد پر کیوں نہ گزاروں۔ آج رات خوب رو رو کر نانا پاک سے باتیں کر لوں۔ چنانچہ اسی بے تابی اور بے قراری کے عالم میں اٹھے اور روتے ہوئے روضہ پاک پر حاضر ہو گئے۔ روضہ پاک کی جالی کو پکڑ کر عرض کی

Marfat.com

اے نانا جان مکہ والوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا تھا اور اب مدینہ والے حسین کو مدینہ سے نکال رہے ہیں۔ اے نانا پاک میرے حال کی کچھ خبر ہے کہ نہیں ؟ ؎

تعویذ سے شبیر لپٹ کر یہ پکارے
ملتا نہیں آرام نواسے کو تمہارے
خط کیا ہیں اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا

یہ کہا تو چیخ نکلی اور بیہوشی کے عالم میں دھڑام سے زمین پر گر پڑے ایک عالم بے خودی طاری تھا آنکھوں میں غنودگی چھا گئی۔ آنکھیں سو گئیں لیکن قسمت جاگ اٹھی کہ خواب میں نانائے پاک کی زیارت نصیب ہو گئی۔ سرکار دو عالم نے حسین کو سینے سے لگا لیا۔ لب و رخسار پر بوسہ دیا۔ سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ گردن مبارک کو چوما آنسو پونچھے اور فرمایا۔ اے حسین تو کیوں روتا ہے؟ عرض کی نانائے پاک آپ سے دور ہونا اور امی جان سے جدا ہونا کیا کوئی کم قیامت ہے؟ اب حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کے روضۂ مبارک کا جھاڑو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دوں۔ مقدر کو آپ کے روضۂ انور کی مجاوری راس نہیں آئی۔ اے نانا پاک اب میں جا رہا ہوں مجھے میری منزل کا نشان بتلائیں۔ مجھے الوداع کہیں اور میرے لئے دعا فرمائیں۔

نانائے پاک نے فرمایا کہ اے میرے نورِ نظر، آنکھوں کی ٹھنڈک تو عنقریب جام شہادت نوش کرنے والا ہے۔ یاد رکھنا جو لوگ تجھے شہید کریں گے وہ قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہیں گے جا اور مسکراتا ہوا جا۔ اسلام کی سربلندی اور میری ناموس کی حفاظت کے لئے قربان گاہ عشق و محبت میں اتر کر دنیا کو عظمت اسلامی کا سرمدی اصول بتا جا ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

Marfat.com

امام عالی مقام ماں کی قبر پر

ناناے پاک کے روضۂ مطہرہ سے رخصت ہو کر اپنی ماں فاطمۃ الزہرا کی قبر پر آئے اور قبر مبارک کو پکڑ کر عرض کرنے لگے اے ماں تیرا ناز پروردہ حسین ہاں تیری آنکھوں کا نور تیرے دل کا سرور جسے تو نے کبھی اپنی آنکھوں سے جدا نہ کیا تھا آج غریب الوطن ہو رہا ہے۔ اے ماں دل بیٹھا جا رہا ہے۔ تمہاری جدائی کے پیکاں گھائل کئے جا رہے ہیں لیکن اس کے سوا کر بھی کیا سکتا ہوں۔ خود نہیں جا رہا نکالا جا رہا ہوں۔ اے ماں مجھے الوداع کہو۔ مجھے رخصت کرو۔ میرے حق میں دعا کرو کہ میری جان جائے میرا مال لٹے مگر نانا پاک کی عزت پر آنچ نہ آنے پائے۔

اس ذکر پہ رو یا کئے شہ سر کو جھکائے
واں سے جو اُٹھے فاطمہ کی قبر پہ آئے
پائین لحد گر کے بہت اشک بہائے
آواز یہ آئی کہ میں صدقے میرے جائے
ہے شور تیرے کوچ کا جس دن سے وطن میں
پیارے میں اسی دن سے تڑپتی ہوں کفن میں

امام کی آنکھیں ساون بھادوں کی جھڑی لگا رہی تھیں۔ پائین قبر بیٹھ کر آپ نے خصوصی توجہ فرمائی اچانک قبر منکشف ہو گئی اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرا سامنے آ کر عالم روحانیت میں فرمانے لگیں۔ بیٹا حسین آنسو پونچھ ڈالو اگر تمہاری آنکھ کا ایک قطرہ بھی میری قبر پر گر پڑا۔ تو یاد رکھنا عرش الٰہی کانپ اٹھے گا اور میری قبر پھٹ جائے گی۔ ماں کا حکم سن کر آپ نے صبر کا دامن تھام لیا اور رضائے الٰہی پر شاکر قبر مبارک سے اٹھ کھڑے ہوتے کیا دیکھتے ہیں کہ قبر کی ایک جانب آپ کی ہمشیرہ زینب بیٹھی ہوئی رو رہی ہے ؎

واں سے وداع ہو کے گئے ماں کی قبر پر
دیکھا کہ بیٹھی روتی ہے زینب برہنہ سر

Marfat.com

کہتی ہے اپنے لال کی تم کو خبر نہیں
بھائی میرا مدینہ سے ہے عازم سفر
ملتی نہیں پناہ شہ دیں پناہ کو
سب چاہتے ہیں قتل کریں گے بے گناہ کو

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب ہمشیرہ محترمہ کو اس حالت میں دیکھا فوراً آگے بڑھے اور بہن کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا اور ماں کی قبر پر آخری سلام کیا۔

زینب کو روتا دیکھ کر روئے بہت امام
رخصت کا ماں کی قبر کو جھک کر کیا سلام
شب بھر تو گھر میں روتے رہے شاہ خاص عام
وقت سحر وطن سے چلے سیّد انام
رستے میں شہر کے تو سواری کا شور تھا!
اہل وطن کے نالہ و زاری کا زور تھا!

مظلوم کربلا امام حسن کی قبر پر

والدہ مرحومہ کی قبر مبارک پر سلام رخصت کیا اور ہمشیرہ زینب کو ساتھ لے کر برادر اکبر حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے۔ یہ قبر خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی کی قبر کے پہلو میں واقع تھی۔ دیکھ کر دل بھر آیا۔ سوچا کہ مجھ بدنصیب سے تو حضرت حسن ہی نصیب والے ہیں کہ انہیں والدہ کی قبر کا پہلو تو نصیب ہے۔ نہ جانے مجھ غم زدہ غریب الوطن کو کس علاقہ کی خاک راس آتی ہے۔ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ زبان بے ساختہ پکار اٹھی۔

پہلو میں تھی جو فاطمہ کے تربت شبّر
اس قبر سے لپٹے بہ محبت شہ صفدر

(روضۃ الشہدا، مرج البحرین)

Marfat.com

چلائے کہ شبیرؑ کی رخصت ہے ۔ برادر
حضرت کو تو پہلو ہوا اماں کا میسر
قبریں بھی جدا ہیں نہ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لے جائے کہاں خاک ہماری

بیمار صغرا فاطمہ سے رُخصت

سحری کا جانگزا وقت ہے۔ مظلوم حسینؑ لاکھوں غم اور کروڑوں دکھ دل میں سمیٹے ہوئے اپنے وطن مالوف اور روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کے لئے کمربستہ ہے آپ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ جانثاروں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ان کے رونے کی آواز سے مسجد کے درودیوار لرز رہے تھے۔ حضرت امام کے کلیجے پر بھی چوٹ لگی۔ جانِ ناتواں صدموں سے نڈھال ہوئی۔ مرغ بسمل کی مانند تڑپ گئے۔ صناع ازل کا شاہکار صبر و رضا کا پیکر حسینؑ کلیجے پر ہاتھ رکھے ہوئے علی اکبر کو تیاری کا حکم دے رہا ہے۔ علی اکبر آپ کا پیغام سنانے گھر تشریف لے گئے اور الٹے پاؤں واپس آ گئے اور آکر حضرت امام سے عرض کرنے لگے۔ اے ابا جان ذرا گھر تشریف لائیں۔ والدہ محترمہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ آپ اسی بے قراری و بے چینی کے عالم میں گھر تشریف لائے۔ اُمِّ اسحاق دروازے پر کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا اُمِّ اسحاق کہو کیا بات ہے۔ ابھی تک قافلہ کیوں نہیں تیار ہوا؟ غم نصیب بیوی نے دست بستہ ہو کر عرض کی۔ سرکار کنیز تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہے لیکن کیا کروں میری بچی صغرا فاطمہ سخت بیمار ہے سفر کرنے کے قابل نہیں۔ آپ نے تو ساری رات نانا کے پاک کے روضۂ اطہر پر گزاری لیکن میں نے بیمار بچی کے سرہانے بیٹھ کر گزاری ہے۔ حضور بچی کو اس قدر بخار ہے کہ اسے تن بدن کا ہوش نہیں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے اور اس پر غشی کی کیفیت طاری ہے ذرا چل کر آپ بھی اسے دیکھ لیں۔ یہ دیکھ کر شفقت پدری نے جوش مارا۔ بچی کے قریب گئے دیکھا بچی بے ہوش پڑی ہے نہ تو بول سکتی ہے اور نہ اُٹھ ہی سکتی

Marfat.com

ہے امام یہ دیکھ کر بہت دل برداشتہ ہوئے اور الم پر الم، ستم پر ستم سہتے ہوئے گھر سے نکلنے لگے تاکہ معصوم صغرا کو کسی کے سپرد کیا جا سکے۔ عفت مآب عورت اُمِ اسحاق نے عرض کی۔ حضور میرا خیال ہے کہ آپ گورنر مدینہ سے کچھ دنوں کی مہلت لے لیں۔ جب بچی کی حالت کچھ سنبھل جائے گی۔ تو ہم چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اے امِ اسحاق میں چونکہ آج چلے جانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ (قول مرداں جاں دارد) اب میں ہرگز مزید مہلت طلب کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اسی بے قراری کے عالم میں اٹھے اور نانی اماں ام المومنین حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جب حضرت اُمِ سلمیٰ نے حضرت امام کو اپنے دروازے پر دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگیں۔ اے میرے بیٹے میں تجھے الوداع کہنے کے لئے آنے ہی والی تھی۔ تو نے کیوں تکلیف کی آپ بقلب بریاں و بچشم گریاں کہنے لگے۔ اے نانی جان آج آپ کے دروازے پر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول اور علی کا لاڈلہ نہیں بلکہ ایک بیمار بچی کا باپ حاضر ہوا ہے۔ رات سے معصوم صغرا فاطمہ سخت بیمار ہے میں سفر کے لئے تیار ہوں۔ بچی اس قابل نہیں کہ اسے ساتھ لے جاؤں۔ اس لئے جب تک میں مکہ شریف نہ پہنچ جاؤں۔ آپ بچی کو اپنی آغوش شفقت میں جگہ دیں۔ میں مکہ پہنچتے ہی اسے وہاں بلانے کا انتظام کروں گا۔ نانی اماں حضرت اُمِ سلمہ نے کہا بیٹا اس میں پوچھنے والی کون سی بات تھی۔ اسی وقت میری بچی کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت امام اسی وقت گھر کی جانب لوٹے۔ علی اکبر اور قاسم کو بلایا اور فرمایا اے صغرا کے بھائیو بیمار بہن کی چارپائی اٹھا کر نانی اماں کے گھر لے چلو۔ معلوم نہیں کہ اس کی ڈولی اٹھانا تمہیں نصیب ہو کہ نہ ہو۔ بھائیوں نے چارپائی اٹھائی۔ اور حضرت اُمِ سلمہ کے گھر لے آئے۔ ساتھ ہی چھوٹا سا قافلہ بھی چل پڑا۔ جب بھائیوں نے صغرا کی چارپائی وہاں رکھی تو اچانک معصوم کی آنکھ کھل گئی۔ بچی یہ سارا نقشہ دیکھ کر ششدر رہ گئی دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ یا اللہ میرے بھائی علی اکبر نے صندوق کیوں اٹھا اٹھا رکھا ہے۔ بھائی قاسم نے بستر کیوں باندھ رکھے ہیں۔ ؟ میرے ابا جان کدھر جا رہے ہیں۔ امی جان کا کیا ارادہ ہے؟ آخر یہ کیا ہونے والا ہے۔ بچی چونک

Marfat.com

پڑی۔ اٹھی اور گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہ کبھی ماں کے پژمردہ چہرے پر پڑتی تو کبھی پھوپھی زینب کے غم آلودہ بشرے میں جذب ہو کر رہ جاتی۔ کبھی بھائی اکبر کی زبوں حالی کا نقشہ دیکھتی تو کبھی والد محترم کی بیقراری پر نگاہ دوڑاتی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ چلا کر پکاری۔ اے ابا جان یہ کیا ہو رہا ہے کیا میں عالم بیداری میں ہوں یا کہ ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ امام عالی مقام کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بچی کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمانے لگے اے جان پدر مدینہ چھوڑ کر مکہ جا رہا ہوں۔ تیری طبیعت اچھی نہیں تو صعوبات سفر برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ اس لئے تم نانی اماں کے پاس رہو مکہ پہنچ کر میں تمہارے بھائی علی اکبر کو بھیج کر تمہیں اپنے پاس بلوا لوں گا۔ یہ سن کر بچی ٹھنکنے لگی اور کہنے لگی اے ابا جان میں بیمار کب ہوں۔ میں ابھی آپ کو اٹھ کر دکھاتی ہوں۔ آپ مجھے یہاں اکیلا نہ چھوڑ جائیے۔ بچی جب اٹھی تو دھڑام سے الٹے پاؤں نیچے گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔

جب بچی کو ہوش آیا تو پہلی کیفیت ذہن میں تازہ ہوئی تو معصوم زار زار رونے لگی اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتی ہوئی پدر شفیق کے قدموں پر گر کر عرض کرنے لگی۔

نظم

تھراتی ہوئی اٹھ کے گری شاہ کے قدم پر
کی عرض کہ مر جاؤں گی اے سبط پیغمبر
تنہائی میں میرا دل بہلے گا کیوں کر؟
سب بیٹیاں ہیں آپ کی کیا میں نہیں دختر؟
بے آپ کے اس گھر میں نہ سرکار رہوں گی
اچھا میں کنیزوں کے ہمراہ ہی رہوں گی
سب رونے لگے سن کے یہ بیمار کی تقریر
چلا کے سکینہ نے کہا صدقے ترے ہمشیر!

Marfat.com

گھبرا کے یہ کہنے لگے حضرت شبیر
تم بیٹی کو سمجھا دو اے بانوئے دلگیر
کمسن ہے مسافر مجھے تشویش بڑی ہے
دن چڑھتا ہے اور آج کی منزل بھی کڑی ہے

اقلیم قدسیت کا تاجدار صناعِ ازل کا شاہکار صبر و رضا کی مجسم تصویر بنے ہوئے بیمار صغرا کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر رخصت ہوئے۔

از ساز و برگ قافلہ بے خوداں مپرس
بے نالہ می رود جرس کاروانِ ما

مدینہ سے روانگی | ۶۰ھ شعبان معظم کی چار تاریخ تھی کہ نواسۂ مصطفےٰ نور دیدۂ فاطمۃ الزہرا جگر پارۂ علی المرتضیٰ عازمِ مکہ ہوا۔ تمام عالم سو رہا تھا لیکن آیت تطہیر کے وارث جاگ رہے تھے۔ سواریاں دروازے پر تھیں۔ سحری کا جانگزا وقت تھا کہ جگر گوشۂ رسول۔ فرزند بتول اپنے مختصر سے قافلے کے ہمراہ مدینے سے نکل پڑا۔ جوں جوں مدینہ دور ہوتا جا رہا تھا دل کو جبر کے پر چر کے لگ رہے تھے ہر قدم پر بیتابانہ پیچھے مڑ مڑ کر گنبد خضرہ کا دیدار کئے جا رہے تھے آنکھیں خون کے آنسو رو رہی تھیں مگر مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ پر کامل یقین رکھنے والا کمر ہمت باندھے چلا جا رہا تھا وہ پریم نگر کا باسی راستے کی چٹانوں سے ٹکراتا ہوا سفر کے مصائب سے دوچار ہوتا ہوا منزل کی تلاش میں برابر چلتا جا رہا تھا بالآخر ساڑھے تین سو میل کا سفر طے کر کے وہ اقلیم صبر و رضا کا شہنشاہ مکہ معظمہ پہنچ گیا۔

مکہ معظمہ میں داخلہ | اقلیم صبر و رضا کا وہ گلیم پوش تاجدار زر و مال جاہ و جلال کو ٹھکراتا ہوا اپنے وطن مالوف مدینۃ الرسول سے ہجرت کر کے ۶۰ھ سولہ شعبان معظم کو امن و امان سے دارالامن مکہ معظمہ میں داخل ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کا شایانِ شان استقبال کیا اور آپ کو ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ آپ شعب ابی طالب میں قیام گزیں ہو گئے۔ وہاں لوگ جوق در جوق آپ کی

Marfat.com

زیارت کو آنے لگے شعبان مبارک کے باقی دن رمضان مبارک، شوال اور ذیقعد یعنی ساڑھے تین مہینے آپ نے بڑے سکون و اطمینان سے یہاں بسر گئے اس دوران میں نہ تو یزید کی جانب سے کسی قسم کی مخاصمت ہوئی اور نہ ہی آپ نے اس کی مخالفت میں کوئی اقدام کیا کوفہ والوں کو جب اس بات کا علم ہوا کہ امام حسین مکہ میں تشریف لے آئے ہیں کہ انہوں نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنی راہبری اور راہنمائی کے لئے حضرت امام حسین کی قیادت کے طلبگار ہو کر امام عالی مقام کی طرف خط لکھنے شروع کئے۔ باختلاف رائے روایات اہل کوفہ کے ارسال کردہ خطوط کی تعداد ڈیڑھ سو سے لے کر تین سو تک پہنچتی ہے اور یہ خطوط کوفہ کے معمولی آدمیوں کی طرف سے لکھے ہوئے نہ تھے بلکہ وہاں کے ذمہ دار اور ارباب حل وعقد نے روانہ کئے تھے جن میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔ عمر ابن الحجاج، محمد بن عمیر، حبیب بن مظاہر، مسیب فرازی اور عارضہ بن شداد وغیرہم ان خطوط میں بار بار یہ اصرار تھا کہ آپ ہمارے پاس پہلی فرصت میں کوفہ تشریف لے آئیں ہم جان و مال سے آپ کے ساتھی ہیں آپ آئیں اور یزید کی لادینیت سے ہمیں بچائیں اگر آپ نہ آئے اور ہم اس کی لادینیت اور شیطنیت کا شکار ہو گئے تو یاد رکھنا قیامت کے روز آپ کا دامن ہو گا۔ اور ہمارا ہاتھ۔ ہم خدا کے حضور میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے، کہ حسین نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے کہ قوم گمراہی کے سیلاب میں ڈوب رہی ہے۔ ہمیں سنبھالا نہ دیا۔ ہمیں جہنم جاتے ہوئے دیکھ کر حسین مسکراتا رہا اور ہماری بربادی پر قہقہے لگاتا رہا۔ یہ آخری خط تھا۔ جس کا مضمون پڑھ کر آپ لرز گئے اور سوچنے لگے کہ اگر اس وقت ان لوگوں کی راہنمائی نہ کی گئی۔ تو یقیناً ان سب لوگوں کی گمراہی کا بوجھ میری گردن پر ہو گا۔ اندریں حالات میرا اب کوفہ جانا اور ان کے ایمان کی حفاظت کرنا مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تمام اہلبیت کو ساتھ چلنے کا حکم دیا جب آپ کے اس ارادے کا صحابہ کرام کو علم ہوا تو سب نے متفقہ طور پر آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا کہ مشہور مقولہ ہے کہ "کوفی لا یوفی" کوفے والے

Marfat.com

وفادار نہیں ہوتے اس لئے آپ وہاں نہ جائیں۔ ان لوگوں نے آپ کے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے بھائی حضرت حسن سے جو کچھ کیا تھا کیا وہ آپ کو یاد نہیں؟

حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر حضرت عبداللہ بن عمر حضرت جابر حضرت ابو الواقد لیبی اور ان کے علاوہ بڑے بڑے کبرائے زمانہ نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا لیکن آپ بار بار ان حضرات کو کوفہ والوں کے خطوط دکھاتے اور فرماتے کہ ان لوگوں کی موجودگی میں وہاں جانا میرے لئے لازمی ہو گیا ہے۔ جب آپ نے کسی کی نہ مانی تو حضرت عبداللہ بن عمر نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ حضور اگر کوفہ جانے کا حتمی ارادہ فرما ہی چکے ہیں تو پھر بھی مناسب یہ ہے کہ آپ پہلے اپنا ایک نائب وہاں روانہ کریں۔ جو کہ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لے اور صورت حال اگر مناسب ہو تو آپ کو بذریعہ خط اطلاع دے۔ بصورت دیگر آپ ہرگز ہرگز مکہ پاک سے قدم نہ اٹھائیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر کی تجویز سے اتفاق کیا اور اس عظیم کام کے لئے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو منتخب کیا اور انہیں کوفہ پہنچنے اور وہاں کا جائزہ لے کر تفصیلی حالات لکھ بھیجنے کا بھی حکم دیا۔ آپ نے عمائدین کوفہ کے نام ایک خط بایں الفاظ بدست حضرت امام مسلم روانہ کیا۔

اے کوفہ والو! تم نے مجھے بلانے کے لئے سینکڑوں خطوط ارسال کئے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی التفات نہ کیا، کیونکہ میں اب اپنی زندگی بیت اللہ شریف سے دور رہ کر گزارنا نہیں چاہتا لیکن اب کہ تم لوگ یزید کی شکایات لکھ کر بھیج رہے ہو تو میں انشاء اللہ عنقریب کوفہ آؤں گا۔ فی الحال میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر بھیج رہا ہوں۔ میرے وہاں پہنچنے تک یہی کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھائیں گے۔[1]

[1] طبری۔ تاریخ الخلفاء۔ صواعق محرقہ۔ سر الشہادتین۔

Marfat.com

حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ کو روانگی

در بیاباں گر بہ شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

"روحِ شرافت، مرکزِ نجابت، شاہِ ولایت، سر الشہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم پاتے ہی حضرت امام مسلم بن عقیل رختِ سفر باندھنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت مسلم کی زندگی کی ساری پونجی ان کے دو بچے محمد اور ابراہیم تھے جن کی عمریں علی الترتیب آٹھ اور چھ برس کی تھیں۔ وہ باپ کو جان سے زیادہ پیارے تھے اور ایک پل کے لئے بھی باپ کی نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہوتے تھے جب ان معصوموں نے باپ کو تیار ہوتے دیکھا تو دوڑے ہوتے آئے اور کہنے لگے۔ ابا جان کہاں کا ارادہ ہے؟ باپ نے کہا بچو کوفہ جا رہا ہوں اور اگر خدا نے خیریت رکھی تو چھ سات ماہ تک واپس لوٹ آؤں گا۔ جب بچوں نے چھ سات ماہ کی طویل جدائی کے متعلق سنا تو بچپن کے انداز سے ٹھنک ٹھنک کر کہنے لگے کہ ابا جان ہم بھی ساتھ چلیں گے۔ ہم سے یہ جدائی برداشت نہیں ہو سکتی۔ باپ نے کہا بچو تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں۔ یہ سن کر بچے رونے لگے ان کی چیخ و پکار سن کر باپ کا دل بھر آیا اور کہا کہ چلو بیٹا حضرت حسین سے اجازت طلب کریں۔ اسی وقت بچوں کو ساتھ لیا اور حضرت امام کے پاس آ کر کہنے لگے کہ حضور میرے یہ معصوم بچے ایک پل کے لئے بھی مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوتے آج یہ میرے ساتھ جانے پر مصر ہیں۔ اگر اجازت ہو تو ان کو بھی ساتھ لیتا جاؤں۔ آپ نے اجازت فرما دی اور حضرت مسلم کو بچوں سمیت رخصت کرنے کے لئے شہر کے دروازے تک آئے انہیں خدا حافظ اور الوداع کہتے ہوتے امام نے بچوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہو بچو اب تو خوش ہو نا اب تو باپ اور بیٹوں میں جدائی نہیں ہو گی۔ یہ سن کر ادھر دونوں معصوم بچے مسکرانے لگے اور ادھر تقدیر یہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ جدائی سے ڈرنے والو ذرا کوفہ تو پہنچ کر دیکھو

Marfat.com

اب تو قیامت تک کی جدائی پڑنے والی ہے۔

تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

حضرت مسلم بن عقیل صعوبات سفر برداشت کرتے ہوئے کوفہ پہنچ گئے وہاں پہنچ کر آپ نے مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا جب کوفہ والوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ استقبال کو نکلے اور ادب و احترام سے پیش آئے۔ حضرت مسلم ان کا یہ جوش و خروش اور آؤ بھگت دیکھ کر حیران رہ گئے اور سمجھ گئے کہ یہ لوگ خلاف توقع ہمارے جانثار ہیں۔ لوگ دیوانہ وار چلے آ رہے تھے اور دھڑا دھڑ بیعت ہونے لگی۔ پہلے روز بیعت کرنے والوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی دوسرے دن بیس ہزار اور تیسرے دن تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ لوگ جان و مال قربان کرنے پر تیار ہو گئے جب حضرت مسلم بن عقیل نے دیکھا کہ یہ لوگ تو اہل بیت کے متوالے ہیں ان کے قول و فعل اور قال حال میں موافقت ہے تو اسی خوشی میں آپ نے قلم سنبھالا اور صورت حال سے مطلع ہو کر برادر محترم کو یہ لکھا کہ کوفہ کا ہر ایک متنفس میرے آنے سے بہت خوش ہوا ہے اور آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہے۔ لہذا میرا خط ملتے ہی فوراً تشریف لے آئیں۔ جب یزید کو حضرت مسلم بن عقیل کی اس مقبولیت کا علم ہوا تو اس نے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو لکھا کہ تو اس بغاوت کو فوراً فرو کر ورنہ گورنری سے دستبردار ہو جا لیکن نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت مسلم کی راہ میں کوئی مزاحمت نہ کی۔

کوفیوں کی بدعہدی اور بے وفائی

یزید پلید نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بصرہ کے سفاک حاکم عبید اللہ ابن زیاد کو بلایا اور کہا اے ابن زیاد تو اپنی سیاست، مکاری اور حکمت عملی میں یکتائے روزگار ہے فوراً کوفہ پہنچ اور وہاں کے حالات پر قابو حاصل کر اگر تو نے کوفہ کی بغاوت کو فرو کر لیا تو کوفے کی حکومت تجھے بخش دی جائے گی۔

Marfat.com

یعنی عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان کو اپنا قائمقام بنایا اور فوج کثیر لے کر کوفہ کی طرف چل پڑا۔ قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر اس نے اپنی فوج کو ٹھہرایا اور لباس حجازی زیب تن کیا۔ مکار نے اپنے آپ کو بالکل امام حسین کے بھیس میں ملبوس کیا۔ اور دس آدمیوں کو ساتھ لے کر کوفہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ کوفہ والے ہر روز صبح و شام حضرت امام عالی مقام کے استقبال کے لئے گھر سے باہر نکلتے۔ سارے شہر میں آپ کی آمد آمد کے چرچے ہوتے، گھر گھر میں گھی کے چراغ جلائے جا رہے تھے کہ فرزند رسول اللہ آنے والا ہے۔

جب حیلہ ساز مکار ابن زیاد حجازی لباس میں ملبوس کوفہ میں داخل ہوا تو لوگ یہ سمجھ کر کہ شاید یہی امام حسین علیہ السّلام ہیں وہ جوق در جوق (یا ابن رسول اللہ قدمت خیر القدوم) کے نعرے بلند کرتے ہوتے اس ظالم کے ہمراہ ہو گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد اہل کوفہ کو مغالطہ میں رکھ کر بغیر کسی ہنگامہ کے دارالامارت میں داخل ہوا۔ ابھی تک وہ منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا۔ جب اس نے نقاب الٹا تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جسے وہ امام حسین علیہ السّلام سمجھ رہے تھے وہ تو سفاک ابن زیاد نکلا اس نے آتے ہی نعمان بن بشیر کو معزولی اور اپنی تقرری کا پروانہ دکھا کر کوفہ کا چارج خود سنبھال لیا اور اسے ایک مکان میں نظر بند کر دیا۔

صبح ہوتے ہی ظالم نے کوفہ کی جامع مسجد میں ایک دربار عام منعقد کیا اور تمام اہل کوفہ کو وہاں جمع ہونے کا حکم دیا۔ مجمع عام میں اس سفاک نے یزید پلید کے قہر و غضب سے خوب ڈرایا دھمکایا اور ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ جس کی عبارت یوں ہے۔

اے کوفہ والو تم ایک غریب حجازی کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو اگر تم بیعت نہ توڑی تو یاد رکھنا ابھی یزید کی ستر ہزار فوج کوفہ میں داخل ہونے والی ہے۔ تمہاری جانوں کی خیر نہیں۔ تمہاری عورتوں کو رانڈ اور بچوں کو یتیم کر دیا جائے گا۔ تمہارے مکانوں پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی جائے گی۔ لیکن جو

مسلم کی بیعت سے انحراف کر لیں گے انہیں امان دے گی اور دولت و عزت سے مالا مال کیا جائے گا۔

بس یہ اعلان سننا تھا کہ کوفہ والوں کی رگِ بے وفائی پھڑکی وہ خوف جان سے لرز گئے اور یزید کی اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے امام عالی مقام کی بیعت توڑنے پر کمربستہ ہو گئے۔ اور جس جوش و خروش سے بیعت کی تھی اسی جوش و خروش سے بیعت توڑنا شروع کر دی۔

وہ کُوفِی لَا یُوفِی کے مصداق تھے۔ ابن زیاد کے کوفہ داخل ہونے تک ان کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی لیکن ظالم کی اس تقریر کے بعد جب امام مسلم مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کے ہمراہ صرف پانچ سو آدمی رہ گئے تھے۔

جب امام مسلم نماز مغرب پڑھانے کی غرض سے کھڑے ہوتے تو دائیں جانب اپنے بڑے بیٹے محمد اور بائیں جانب اپنے چھوٹے بیٹے ابراہیم کو کھڑا کیا اور پیچھے پانچ سو آدمیوں کی جماعت کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز شروع ہی کی تھی کہ باہر منادی والا پکارنے لگا کہ جو شخص مسلم کے ساتھ پکڑا گیا اس کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں گے۔ اس کا گھر بار لوٹ لیا جائے گا۔ ان نمازیوں کے کان میں یہ آواز پڑی ہی تھی کہ وہ سب نماز توڑ توڑ کر چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ جب امام مسلم نے سلام پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں معصوم بچے محمد اور ابراہیم دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی متنفس وہاں موجود نہیں تھا۔

حضرت مسلم قاضی شریح کے پاس

حضرت مسلم کوفیوں کی بے وفائی اور بدعہدی دیکھ کر سخت دل برداشتہ ہوتے۔ سر پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سوچنے لگے کیا کروں کدھر جاؤں۔ سینکڑوں غم ہیں اور ایک دل ناتواں کبھی اپنا خیال آتا ہے اور کبھی امام حسین کی آمد کے تصور سے لرز

Marfat.com

جانے کبھی اپنے معصوم بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی۔ آپ نے سوچا میرے ساتھ جو ہو سو ہو۔ سب سے پہلے گلستانِ رسالت کی ان ننھی ننھی کلیوں کو کسی محفوظ مقام پر پہنچاؤں کہیں یہ معصوم ان ستمگروں کے دستِ بے رحم کا تختہ مشق نہ بن جائیں۔ آپ مسجد سے اٹھے۔ معصوموں کو ساتھ لیا۔ مسجد سے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ دروازے پر پہرے بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ آپ واپس لوٹے اور مسجد کے عقبی دروازے کو غیر محفوظ پا کر باہر نکل آئے اور غیر معروف راستے سے ہوتے ہوئے اپنے ایک پرانے دوست قاضی شریح کے گھر پہنچے۔ قاضی شریح حضرت مسلم کو اپنے ہاں دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا اور سارا ماجرا دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اے قاضی تو میرا پرانا دوست ہے اور شاید تمہیں وہ بچپن کا زمانہ یاد ہو جسے ہم نے اکٹھا گزارا تھا۔ ان سابقہ روابط کا سہارا لے کر میں آج تمہارے دروازے پر پناہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ آج سارا کوفہ میری جان کا دشمن بن گیا ہے جو لوگ کل تک میری اقتدا میں نماز پڑھنا سعادت سمجھتے تھے آج وہ میرے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں میں تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ صرف اتنی غرض ہے کہ میرے معصوم بچوں کو چند روز کے لئے اپنے پاس رکھ لو اگر کوئی قافلہ مکہ پاک کو روانہ ہو تو ان معصوموں کو اس قافلے کے ساتھ ملا دینا اگرچہ یہ معصوم ہیں کمسن ہیں۔ راستے کی صعوبتوں سے ناواقف اور سفر کی تکلیف سے نابلد ہیں کوئی ساتھی ہمنوا اور رفیق انہیں راہ دکھانے والا نہیں۔ پھر بھی اگر قسمت بھلی ہو تو شاید منزل مقصود تک پہنچ ہی جائیں۔

کشتیاں سب کی کنارے پر پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

قاضی صاحب نے بڑے تپاک سے بچوں کو سینے سے لگا لیا اور حضرت مسلم سے کہا آپ ان بچوں کے متعلق کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ یہ میری سعادت مندی ہے کہ میں اہل بیت رسالت کے کچھ کام آسکوں۔

حضرت مسلم بچوں کو وہاں چھوڑ کر رخصت ہونے لگے تو آپ کی نرگسی آنکھوں

Marfat.com

سے موتی ٹپک پڑے اور حسرت بھری نگاہوں سے اپنے معصوم بچوں کی جانب دیکھنے لگے۔ بچوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ آباجان آپ اس حسرت سے ہمیں کیوں دیکھ رہے ہیں۔ جیسے کوئی یتیموں کو دیکھتا ہے فرمایا بیٹا یوں محسوس ہو رہا ہے کہ شاید اب حوض کوثر پر ہی ملاقات ہو یہ سن کر معصوموں کی ہچکیاں نکلنے لگیں اور دونوں بھائی باپ سے لپٹ کر کہنے لگے۔ اے اباجان ہمیں بھی ساتھ لے جانا چاہیئے یہ کہا اور باپ کے قدم پکڑ لئے۔ امام پاک نے سوچا کہ مجھے بچوں کے سامنے ایسی بات نہ کرنا چاہیئے تھی۔ فوراً رخ بدلا طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔ چہرے پر شگفتگی کے آثار نمودار ہوتے۔ معصوموں کو سینے سے لگایا تسلی و تشفی دے کر کہنے لگے۔ بچو نہ جانے جذبات کی رو میں بہہ کر میرے منہ سے کچھ نکل گیا ہے تم اس کی کوئی فکر نہ کرنا اللہ بہتر کرے گا جس طرح بھی ممکن ہو مکہ پہنچنے کی کوشش کرنا اور حضرت امام حسین سے عرض کرنا کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں کیونکہ حالات بالکل تبدیل ہو چکے ہیں یہ کہا اور بچوں کو سینے سے لگایا لب و رخسار پر بوسہ دیا اور رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت مُسلم بن عقیل حضرت ہانی کے پاس

دونوں شہزادوں کو قاضی شریح کے گھر چھوڑنے کے بعد آپ نے بھی حالات کوفہ کے پیش نظر کسی جگہ پناہ لینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ آپ نے اس عالم غربت میں رسول اللہ علیہ وسلم کے عمر رسیدہ صحابی حضرت ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔

عبید اللہ ابن زیاد کو جب کافی دوڑ دھوپ کے بعد آپ کا کوئی سراغ نہ ملا تو اس نے ایک معقل نامی جاسوس کو آپ کا کھوج لگانے کے لئے متعین کیا۔ بدبخت معقل نے محبان اہلبیت سے دوستانہ تعلقات قائم کئے اور انہیں حضرت امام حسین کی عقیدتمندی کا یقین دلاکر مسلم بن عقیل کی جائے پناہ کا کھوج لگایا ایک دن حضرت امام علیہ السلام کا غلام بن کر حضرت ہانی رضی اللہ عنہ، کے دروازے پر جا گرا۔ حضرت ہانی باہر آتے اور اس سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ معقل کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور حضرت ہانی سے کہنے لگا کہ میں حضرت کا مرید ہوں۔ یزیدی فوج نے میرے بچوں کو قتل کر دیا ہے اور میرے گھر کو آگ لگا دی ہے۔ میں وہاں سے بمشکل جان بچا کر نکلا ہوں۔ میں خود بھی زخم خوردہ ہوں۔ خدارا اگر امام مسلم کا کہیں پتہ ہے تو مجھے ان کے قدموں میں لے چلو تاکہ مرنے سے پہلے اپنے مرشد کامل کے دیدار پُر انوار سے ظلمت کدۂ قلب وجگر کو منور و تاباں کرسکوں۔ حضرت ہانی شریف النسب سید تھے۔ سادھے بزرگ تھے۔ اس مکار فریبی کے جال میں پھنس گئے اور یقین کر بیٹھے کہ فی الواقع یہ شخص اہلبیت کے جانثاروں سے ہے اسی وقت اسے اپنے گھر کے اندر لے گئے اور حضرت امام مسلم کے حجرۂ خاص میں پہنچا دیا معقل وہاں جاتے ہی حضرت مسلم کے قدموں پر گر پڑا۔ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کبھی آپ کے پاؤں چومتا کبھی آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا اور سسکیاں بھرتے ہوئے اپنی تباہ حالی، گھر بار کی ویرانی کا تذکرہ اس انداز سے کرنے لگا کہ حضرت امام مسلم کو اس کی آشفتہ حالی پر رحم آگیا اور اسے اپنا خادم خاص بنا لیا۔

Marfat.com

اب معقل کے لئے راستہ صاف تھا۔ تین دن تک وہ آپ کی خدمت میں رہا مگر چوتھے روز غائب ہو گیا۔ حضرت امام مسلم کو شک گزرا اور ہانی سے فرمایا کہ معقل کو گئے ہوئے پورا دن گزر گیا ہے۔ نہ جانے اس نے اتنی دیر کیوں کی ہے۔ حضرت ہانی فرمانے لگے۔ حضور اسے کوئی ضروری کام ہو گا مگر حضرت مسلم جو پہلے سے ہی زخم خوردہ تھے ڈر گئے اور بقول غالب

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں۔

جب انتظار کرتے کرتے رات کے بارہ بج گئے تو معقل نہ آیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا مگر معقل کا کوئی نام ونشان نہیں۔ جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو دروازے پر کسی نے دستک دی۔ حضرت ہانی مطمئن ہوئے کہ آنے والا آ گیا جب دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دروازہ پر معقل کی بجائے فوج کے چند سپاہی گھر کا محاصرہ کئے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان سے اس محاصرہ کا مقصد پوچھا تو انہوں نے آپ کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم سنایا۔ یہ نقشہ دیکھ کر حضرت ہانی کا ماتھا ٹھنکا اور اوسان خطا ہو گئے۔ ہزاروں قسم کے خیالات دامن گیر ہونے لگے مگر احکم حاکم مرگ مفاجات اسی وقت فوج کے ساتھ کشاں کشاں چل کر دربار ابن زیاد میں پہنچ گئے۔

ابن زیاد نے بڑے تپاک سے آپ کو اپنے برابر والی کرسی پر بٹھایا اور اشارہ وکنایہ میں باتیں شروع کر دیں کبھی کہتا کہ اے ہانی آپ کے ہوتے ہوئے اس علاقہ میں ہمارا دشمن صحیح وسلامت موجود ہو یہ انتہائی شرمناک بات ہے کبھی کہتا کہ اگر آپ کا تعاون ہو تو ہم اپنے دشمن پر قابو پا سکتے ہیں پھر کہنے لگا۔ ہاں صاحب جس کو اتنے بڑے رئیس کی پناہ مل جاتے اس کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

حضرت ہانی یہ سب کچھ سن رہے تھے آپ کا ماتھا ٹھنکا۔ جھنجھلا کر بولے۔ اے ابن زیاد آخر تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ اشارات وکنایات کی زبان چھوڑ کر صاف صاف بات کیوں نہیں کرتا۔ وہ ظالم اقتدار کے نشہ میں چور تھا۔ ہوس وآز کا مجبوس چلا کر بولا۔

Marfat.com

اسے مسلم کو پناہ دینے والے تو نے حکومت سے غداری کی ہے فوراً مسلم کو میرے حوالے کر دے۔ ورنہ تیری سزا وہ ہو گی جو غداروں کی ہوا کرتی ہے۔ حضرت ہانی نے فرمایا او ظالم مجھے کیا ضرورت ہے تمہارے دشمن کو پناہ دینے کی؟ اسی وقت ابن زیاد نے پردہ اٹھانے کا حکم دیا پردہ اٹھا تو ایک نقاب پوش شخص ظاہر ہوا ابن زیاد نے کہا اے ہانی اس شخص کو جانتے ہو۔ حضرت ہانی فرمانے لگے جب تک یہ نقاب نہ اٹھے اس وقت تک کیسے پہچانوں! اس نے نقاب اٹھنے کا حکم دیا۔ جب اس شخص نے نقاب الٹا تو یہ دیکھ کر حضرت ہانی کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ تو وہی معقل تھا جو اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر کل تک امام مسلم کے پاس تھا حضرت ہانی یہ تمام ڈرامہ سمجھ گئے سوچنے لگے۔ اب کیا ہو عقل و عشق آمنے سامنے ہوتے۔ عقل بولی اے ہانی مسلم کو حوالے کر دے ورنہ جان جائے گی۔ عشق نے دستگیری کی اور کہا اے ہانی ایک جان کیا اگر لاکھوں جانیں بھی ہوں تو مسلم پر قربان کرنے سے دریغ نہ کر دے

جان کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے
جب مٹی نام پہ اس کے تو مقدر چمکا

یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ابن زیاد بدنہاد گرج کر بولا اے ہانی فوراً بتاؤ کہ جان پیاری ہے کہ مسلم۔ اگر جان و مال کی سلامتی منظور ہے تو مسلم کو میرے حوالے کر دے۔ آپ نے فرمایا اے ابن زیاد میں رسول اللہ کا صحابی ہوں اور ہم ایمان پر ایک کیا لاکھوں جانیں قربان کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ جب تک میری جان میں جان ہے مسلم کو ہرگز تیرے سپرد نہ کروں گا۔

اس ظالم نے اسی وقت ایک لٹھ اٹھائی اور نناوے سالہ بوڑھے صحابی کے منہ پر دے ماری کہ آپ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ خون بہنے لگا اور صحابی رسول مسکرانے لگے اور فرمایا۔ (الحمدُ للہ) کہ آج جنگ اُحد کی سنت بھی پوری ہو گئی۔ بالکل اسی طرح ایک لعین نے میرے کملی والے کے سامنے کے دو دانت مبارک شہید کیے تھے۔

Marfat.com

یہ سن کر ابن زیاد بدکردار تلملایا اور اسی وقت جلاد کو حکم دیا کہ اس بوڑھے کو لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ جلاد نے آپ کو پکڑا اور مذبح کی جانب لے چلا۔ ابن زیاد بھی پیچھے آیا اور کہنے لگا اے ہانی اب بھی سوچ لے جان بڑی چیز ہے آپ بولے او بے ایمان ایمان بڑی چیز ہے پھر کہنے لگا اگر جان بچ گئی تو دنیا مل جائے گی۔ آپ نے فرمایا اے بدبخت ایمان بچ گیا تو آخرت مل جائے گی۔

یوں لگا کہنے بڑی شے جان ہے

بولے ہانی یار پر قربان ہے

ابن زیاد مایوس ہو گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ شاہین تو جال میں پھنسنے والا نہیں کہنے لگا ہانی کیا تیری کوئی آخری خواہش ہے۔؟

آپ نے فرمایا صرف پانی کا ایک کٹورا لا دو تاکہ میں وضو کر کے اپنے دلربا سے دو باتیں کر لوں۔

آپ نے وضو کیا دو نفل شکرانے کے ادا کئے اور اپنے گھر کی طرف منہ کر کے غائبانہ طور پر امام مسلم کو مخاطب کر کے عرض کرنے لگے۔

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست

تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

یہ کہا اور جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ سر نیچے جھکا لیا اور مدینہ کی جانب منہ کر کے مسکرانے لگے۔ جلاد حیران ہوا کہ بھلا یہ مسکرانے کا کون سا موقعہ ہے، کہنے لگا اے ہانی تو بڑا بہادر ہے۔ بوڑھا ہوتے ہوئے بھی تیرا دل نوجوانوں سے زیادہ قوی ہے اس مقام پر تو بڑے بڑے دلاوروں کا دم گھٹ جاتا ہے۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا او ظالم مسکراؤں کیوں نہ؟ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا وہ تمہیں نظر نہیں آتا وہ سامنے دیکھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکار رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرے بیٹے پر قربان ہونے والے فوراً آ اور جام کوثر پی کر میرے دامن رحمت میں داخل ہو جا۔ اتنا سننا تھا کہ جلاد کے جسم میں رعشہ طاری ہوا۔ وہ دہشت زدہ ہو کر الٹے پاؤں واپس

Marfat.com

بھاگا اس پر شقی ابن زیاد نے ایک دوسرے جلاد کو بھیجا اس نے آتے ہی آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) روح مبارک اعلیٰ علیین کو سدھار رہی تھی اور اپنی کامیابی پر خوش ہو رہی تھی ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا! [1]

حضرت مُسلم کو میزبان کی شہادت کا علم

جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے مہربان میزبان کی شہادت کا علم ہوا تو خون حیدری نے جوش مارا۔ ذوالفقار حیدری نیام سے باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہوگئی۔ اس جوش انتقام کی حالت میں آپ نے حضرت ہانی کے گھر سے باہر قدم رکھا تو بہت سے اشقیاء کو دروازے پر مسلح پایا۔ آپ نے بھی ذوالفقار حیدری کو نیام سے باہر نکالا جس طرف بھی وار کرتے ظالم مولی گاجر کی طرح کٹ کٹ گرتے۔ ادھر پچاس جوان سازوسامان سے مسلح اور ادھر فقط امام مسلم لیکن پھر بھی اشقیاء سے ہاشمی خون کا مقابلہ نہ ہو۔ نصف سے زائد تو واصل جہنم ہوتے اور جو بچے وہ اس طرح سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ جیسے بپھرے ہوئے شیر کے آگے بھیڑ بکریاں بھاگتی ہیں۔ آپ کا تن مبارک زخموں سے چور تھا۔ تشنگی سے زبان پر کانٹے پڑ رہے تھے۔ آپ نے موقع غنیمت جانا اور کوفہ سے نکل جانے کے لئے راستہ تلاش کرنے لگے۔

حضرت امام مُسلم محمدؐ بن کثیر کے گھر

اب جب کہ آپ نے دیکھا کہ راستہ صاف ہے تو سوچا کہ یہاں سے فوراً نکلنا چاہیئے۔ اتنے میں مغرب کا وقت ہوگیا آپ نے ایک مسجد میں جاکر نماز مغرب ادا فرمائی اور نیم اندھیرے میں گلیوں سے ہوتے ہوتے چلے جا رہے تھے کہ ایک جانثار سعد کوفی سے ملاقات ہوگئی اس نے عرض کی اے سیّد آپ کہاں جا رہے ہیں ارادہ کدھر کا ہے؟

[1] منقول نور الائمہ۔ بلخوارزمی۔ سرالشہادتین۔

Marfat.com

کوفہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن اور آپ کے خون کا پیاسا ہے ابن زیاد ظالم نے شہر کے ناکوں پر پہرے بٹھائے ہوتے ہیں آپ کا شہر سے نکلنا ناممکن ہے آیئے میرے ساتھ میں آپ کو کسی محفوظ مقام پر ٹھہراؤں۔ سعد کوفی آپ کو محمد بن کثیر کے گھر لے گیا۔ محمد بن کثیر اہل بیت کے نثاروں سے تھا۔ اس نے آپ کی بہت خاطر تواضع کی اور آپ کو ایک تہہ خانہ میں چھپا دیا اس بات کا علم عبیداللہ ابن زیاد کو کسی ذریعہ سے ہو گیا اور اس نے یہ سراغ پا کر کہ امام مسلم محمد بن کثیر کے پاس ہیں۔ فوج کو حکم دیا کہ فوراً محمد بن کثیر کے گھر کا محاصرہ کر کے مسلم کو گرفتار کیا جائے فوج نے محمد بن کثیر کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ہر چند ڈھونڈا مگر حضرت مسلم نہ ملے انہوں نے محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن زیاد نے ان دونوں باپ بیٹے کو بے دردی سے قتل کر ڈالا اس کے بعد ابن زیاد نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کا سر لائے گا۔ اسے ایک گھوڑا، ایک شاہی جوڑا اور ایک ہزار اشرفیاں بطور انعام دی جائیں گی۔ شہر کی گلی گلی میں فوج متعین تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ مسلم کا سر قلم کرے اور انعام پائے کوفہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن ہو چکا تھا۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کو اپنے شفیق میزبانوں کی شہادت کا علم ہوا تو آپ غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ شمشیر حیدری کو نیام سے باہر نکالا اور محمد بن کثیر کے گھر سے باہر نکل پڑے۔

مظلوم کوفہ طوعہ کے مکان پر

محمد بن کثیر کے گھر سے نکلنے کے بعد آپ چھپتے چھپاتے ایک ویران مسجد میں جا بیٹھے۔ یہ غم آپ کے دل کو بار بار ناگن کی طرح ڈسنے لگا کہ حضرت امام حسین میرا خط ملنے پر کہیں کوفہ نہ آ جائیں اگر ایسا ہوا تو گلستان رسالت اجڑ کر رہ جائے گا۔ چاروں طرف نظر دوڑاتے ہیں لیکن کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو امام حسین کو کوفہ آنے سے روکے۔

نہ قاصد نہ صبا ہے نہ مرغ نامہ برے
کسے زبے کسی ما می برد سے خبرے

پھر آپ نے سوچا کہ میں ایک مرتبہ پھر کوفہ سے نکلنے کی کوشش کروں۔

Marfat.com

ہزار کوشش کے باوجود شہر سے باہر نہ نکل سکے کیونکہ قدم قدم پر پہرے لگے ہوتے تھے آپ کا دماغ چکرا رہا تھا۔ دل پھٹا جا رہا تھا تشنگی سے زبان پر کانٹے پڑ رہے تھے مگر مجبور تھے کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے ؎

مسلم سا بھی مظلوم زمانے میں نہ ہوگا
دشمن تو ہزاروں تھے وہ بیکس و تنہا
دم لیں کہیں اتنا نہ روادار کوئی تھا
کچھ امن کی صورت نظر آتی تھی نہ اصلا
اس پر بھی نہ کچھ غم تھا اپنا نہ الم تھا
کوفہ کو چلے آئیں نہ شبیر یہ غم تھا

یہ غم قلب حزیں میں لئے مسجد سے باہر نکلے۔ پیاس سے زبان باہر آ رہی تھی۔ چلتے چلتے آپ نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دروازے کے پاس بیٹھی سوت ابر رہی تھی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پانی کا ایک گلاس طلب کیا اس نے آپ کو پانی پلایا۔ اس نیک سیرت بڑھیا کا نام طوعہ تھا۔ آپ نے پانی پیا اور اس کے مکان کی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جب کافی دیر تک آپ وہیں کھڑے رہے تو مائی طوعہ نے کہا بیٹا تم کون ہو اور اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟ گلی کوچوں میں کھڑے ہونا شرفاء کا کام نہیں۔ آپ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ اے اماں گھر ہے کہاں میرا؟

کہیں گھر ہو تو جاؤں اور آرام پاؤں میں
ملاقاتی بھی ہو کوئی تو بستر کو لگاؤں میں

طوعہ آپ کا یہ جواب سن کر حیران رہ گئی اور کہنے لگی۔ بیٹا تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ؎

نام میرا کچھ نہ پوچھو نام ہے اللہ کا
ہوں مگر خادم میں فرزند رسول اللہ کا

Marfat.com

طوعہ سمجھ گئی اور کہنے لگی کہ کیا آپ ہی امام حسین کے بھائی مسلم بن عقیل ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اماں میں ہی بدنصیب مسلم بن عقیل ہوں۔

یہ جان کر طوعہ سو جان سے قربان ہو گئی اور رات کو قیام کرنے کی درخواست کی۔ اس المناک عالم غربت میں حضرت امام مسلم کو طوعہ کی مہربانی نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوئی۔ آپ نے اس کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔ طوعہ کے دل میں اہل بیت کی محبت تھی۔ اس نے آپ کی بہت خاطر تواضع کی۔

سوئے اتفاق سے طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے سپاہیوں میں ملازم تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ امام مسلم اس کے ہی گھر میں ہیں تو اس نے انعام کے لالچ میں ابن زیاد کو مطلع کر دیا۔ صبح ہوتے ہی محمد بن اشعث چند دوسرے بدنہادوں کو لے کر طوعہ کے مکان پر پہنچ گیا۔ انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ جب امام مسلم کو محاصرے کا پتہ چلا۔ تو رگ ہاشمی جوش میں آئی۔ شمشیر بکف باہر نکل آئے۔ آپ نے اس دفعہ بھی اس شجاعت وجوانمردی سے مقابلہ کیا کہ محمد بن اشعث اور اس کے ساتھی سراسیمہ ہو گئے۔ جس طرف بھی علی کے بھتیجے کی تلوار اٹھتی پرے کے پرے صاف ہو جاتے تھے اس طرح اشقیا کو شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ جب ظالموں کو کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اشقیا نے کوٹھوں پر چڑھ کر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے ؎

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے
کوفی چلے آتے تھے کمر ظلم پہ کستے
گھیرے تھے سواران ستمگار کے دستے
بر چھے تھے اور کوٹھوں سے پتھر تھے برستے
جب وار نہ چلتا تھا کوئی شیر ژیاں پر
انگارے لعین پھینکتے تھے سوختہ جاں پر

خاندان رسالت کا نور نظر، برادر امام حسین، غریب الوطن امام مسلم شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوتے برابر ظالموں کو واصل جہنم کر رہے تھے کہ ایک شقی نے بڑھ

Marfat.com

کر آپ کے چہرہ مبارک پر ایسا وار کیا کہ آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ اور نچلا ہونٹ دو پارہ ہو کر الٹ گیا لیکن پھر بھی اس شیر بیشہ شجاعت نے اس لعین کو واصل جہنم کر دیا۔ لڑتے لڑتے پیاس سے برا حال ہو رہا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ عدوئے دین اب منتشر ہو گئے ہیں تو واپس طوعہ کے مکان پر تشریف لائے۔ اور اسے پانی لانے کو کہا طوعہ فوراً اٹھی اور پانی کا پیالہ لے آئی۔ جب آپ نے پانی کا پیالہ منہ سے لگایا تو سارے کا سارا پانی خون آلود ہو گیا۔ آپ نے وہ پانی پھینک دیا اور دوبارہ لانے کے لئے کہا۔ نیک دل عورت پھر گئی اور پانی کا پیالہ لائی اس مرتبہ بھی جب آپ نے پیالہ منہ سے لگایا تو دانت ٹوٹ کر اس میں گر پڑے اور پانی پھر خون آلود ہو گیا۔ آپ نے پیالے کو پھر منہ سے ہٹا لیا طوعہ نے عرض کی۔ حضور کیا بات ہے خون کا ایک قطرہ گرتا ہے تو آپ پانی نہیں پیتے۔ امام مسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے (اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ) بیشک اللہ نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر حرام کر دیا ہے اس لئے اس دفعہ بھی پانی حرام ہو گیا ہے آپ نے پانی پھینک دیا اور پھر آپ نے اسے پانی لانے کو کہا تیسری مرتبہ بھی ایسا ہوا۔ تو آپ سمجھ گئے کہ دنیا کا پانی میرے نصیب میں نہیں رہا۔ اب میری پیاس کوثر ہی سے بجھے گی۔

اسی اثنا میں آپ نے چند اشقیاء کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا آپ بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے جب وہ سب کے سب قریب آ گئے تو ان کا سردار محمد بن اشعث آگے بڑھ کر کہنے لگا۔ اے مسلم ہم لڑنے کی غرض سے نہیں آئے۔ ابن زیاد چاہتا ہے کہ آپس میں مصالحت ہو جائے اس بناء پر اس نے آپ کو دربار میں طلب کیا ہے آپ نے وہاں جانا قبول فرما لیا اس خیال سے کہ شاید کوئی مصالحت کی صورت نکل آئے۔ لیکن ابن زیاد حیلہ ساز نے دارالامارت کے دروازے پر چند اشقیاء شمشیر بکف متعین کر دیئے تھے۔ جب آپ دارالامارت میں داخل ہوتے تو اس آیت پاک (رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ) کی تلاوت کر رہے تھے داخل ہوتے تو اچانک اشق

Marfat.com

نے چاروں طرف سے تلواروں اور نیزوں کی بوچھاڑ شروع کر دی آنکھ اٹھا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سامنے کھڑی ہیں اور آپ کا سر گود میں لے رہی ہیں اس وقت آپ کی زبان پر یاحسین یاحسین جاری تھا۔ اشقیاء آپ کو دارالامارت کی چھت پر لے گئے اور سر کے بل گرا دیا۔ آپ تیسری ذوالحجہ ۶۰ھ کو مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن)

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فرزندانِ مسلم کی اندوہناک شہادت

حضرت امام مسلم بن عقیل کو شہید کرنے سے عدوئے دین کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی ابن زیاد لعین نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص مسلم کے یتیموں کو پکڑ لائے گا۔ اسے ایک گھوڑا۔ ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں بطور انعام ملیں گی۔

حضرت مسلم بن عقیل کے دونوں کمسن فرزند محمد اور ابراہیم قاضی شریح کے گھر پناہ گزین تھے۔ جب قاضی شریح کو معلوم ہوا کہ ان معصوموں کا نوسودا ہو گیا ہے تو اس نے ان دونوں بچوں کو زادراہ دے کر رخصت کیا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ وہ انہیں شہر کے باہر لے جا کر مکہ جانے والے قافلے کے ساتھ ملا دے اور انہیں یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ یہ یتیم ہو چکے ہیں۔ اسد سحری کے وقت بچوں کو ساتھ لے کر غیر معروف راستہ سے ہوتے ہوتے شہر پناہ تک پہنچ گیا کیا دیکھتے ہیں کہ چند منٹ پہلے قافلہ رخصت ہو چکا تھا۔ جرس کارواں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسد نے بچوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ بھاگو دوڑو وہ قافلہ جا رہا ہے۔ بھاگ کر اس کے ساتھ مل جاؤ۔ کمسن بچے راستے سے ناواقف تھے عرض کرنے لگے۔ اے محسن برادر ہم راستہ سے بالکل نابلد ہیں۔ خدارا ہمیں وہاں تک پہنچا آؤ مگر اسد نے انکار کر دیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر واپس پلٹا اس خیال سے کہ مبادا اسے کوئی گزند پہنچے، دونوں بھائی سوچنے لگے اب کیا

Marfat.com

کرنا چاہیئے۔ بالآخر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کا ہاتھ تھاما اور قافلے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجا است

این قدر ہست کہ بانگ جرس می آید

چھوٹا بھائی جس کی عمر صرف چھ برس کی تھی اور کبھی ایسے اندھیروں سے پالا نہ پڑا تھا۔ وہ گھبراتا اور گر پڑتا تو بڑا بھائی اسے زمین سے اٹھا کر سینے سے لگا لیتا۔ دلاسہ دیتا کبھی اس کے ننھے ننھے پاؤں میں کانٹے چبھ جاتے تو بڑا بھائی رات کے اندھیرے میں کانٹے نکالتا ہے بلائیں لیتا ہے لب و رخسار پر بوسے دیتا ہوا ساتھ لئے جا رہا ہے۔ زندہر کند بندہ تقدیر کند خندہ۔ مشیت ایزدی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ وہ ساری رات چلتے رہے لیکن جب صبح نمودار ہوئی۔ تو سامنے ایک شہر دکھائی دیا۔ بچے خوش ہوتے کہ شاید ہم قادسیہ پہنچ گئے ہیں لیکن جونہی سنبھلے اور ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تقدیر انہیں گھیر کر اسی جگہ لے آئی ہے۔ بچوں کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی اسی اثناء میں دو سپاہیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو معصوموں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے سارا جسم مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ سپاہیوں نے قریب آ کر بچوں کو پکڑا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے دونوں معصوموں کو قید خانہ میں بند کر دیا۔

وہ مخدوم ملائکہ جنہوں نے کبھی کانٹے کی تکلیف بھی برداشت نہ کی تھی آج قید خانے کی صعوبتوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔ جب باپ کی جدائی کا خیال آتا ہے تو چیخیں مارتے ہیں۔ داروغہ جیل جس کا نام مشکور تھا۔ بڑا نیک اور محب اہل بیت تھا جب اس نے بچوں کی یہ حالت بے قراری دیکھی تو اس سے رہا نہ گیا قریب آیا۔ فرط محبت سے بچوں کا منہ چومنے لگا۔ بکھرے ہوئے گیسوؤں پر اپنے ہاتھوں کی کنگی پھیرنے لگا۔ اس فرشتہ خصلت انسان نے بچوں کی خوب خدمت تواضع کی ان کے لئے بستر لگاتے اور انہیں آرام سے سلا دیا۔ بیچاروں کو بھلا نیند کیسے آسکتی تھی۔ خدا خدا کر کے رات کا اندھیرا چھایا داروغہ مشکور نے بچوں کو کچھ اشرفیاں دیں اور قید خانہ سے باہر لا کر انہیں قادسیہ کا راستہ

Marfat.com

بتایا اس نیک دل شخص نے بچوں کو اپنی انگوٹھی اور اپنے بھائی کا پتہ بھی بتایا اور کہنے لگا۔ بچو قادسیہ پہنچ کر یہ انگوٹھی میرے بھائی کو دینا۔ وہ بحفاظت تمہیں مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ دونوں شہزادے مشکور کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔

مشکور کی شہادت

جب سفاک حکمران ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ مشکور نے بچوں کو قید خانہ سے نکال دیا ہے تو اس نے مشکور کو بلایا اور کہنے لگا اے مشکور تمہیں اپنی جان کا خوف نہ تھا جو تو نے مسلم کے بچوں کو رہا کیا۔ مشکور نے جواب دیا اے ظالم و سفاک ابن زیاد تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونو نہالوں کا بھی لحاظ نہ کیا۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

سفاک ابن زیاد نے حکم دیا کہ مشکور کو پانچ سو کوڑے لگائے جائیں جب سب کوڑے لگ چکے تو مشکور کا جسم چور چور ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے پانی دو لیکن ابن زیاد نے پانی نہ دیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد محبت اہل بیت میں سرشار مشکور نے حوض کوثر سے اپنی پیاس بجھائی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

دونوں معصوم حارث کے گھر

جب دونوں معصوم قید خانے سے نکلے تو ان کے دلوں میں خوشی اور غمی دونوں قسم کے خیالات ابھر رہے تھے جب ان کو یہ خیال آتا کہ شاید ہمیں کہیں ابا جان مل جائیں۔ تو دل تسکین پاتا لیکن جونہی یہ خیال آتا کہ پھر سے ہم پکڑے نہ جائیں۔ تو سارا جسم لرز جاتا۔ بچے قادسیہ کی جانب بڑھتے ہیں اور چاروں طرف دیکھتے ہیں کہ شاید ابا جان کہیں مل جائیں پھر بڑا بھائی چھوٹے سے کہتا ہے کہ ابراہیم جلدی چلو۔ شاید ابو جان مکہ واپس چلے گئے ہوں۔ چھوٹا کہتا ہے بھائی جان میرا دل تو امی جان کو دیکھنے کے لئے سخت بے چین ہے تو بڑا کہتا ہے میرے بھائی فکر نہ کر ہم جلدی مکہ پہنچ کر اپنی تمام آرزویں پوری کریں گے۔

Marfat.com

گلستانِ رسالت کی نوخیز کلیاں باغ حسینی کے دو پھول اور امام مسلم کے یتیم اپنی توتلی زبانوں سے پیاری پیاری باتیں کئے جارہے ہیں کہ اچانک دو سپاہیوں کو سامنے سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ بچوں کو شک گزرا۔ ابراہیم کہنے لگے۔ بھائی جان سپاہی کہیں ہمیں پکڑنے نہ آرہے ہوں؟ محمد بولا بھائی معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ہماری طرف اشارہ کر کے باتیں کر رہے ہیں۔

بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا آؤ بھائی کہیں چھپ جائیں۔ قریب ہی ایک نہر بہتی تھی۔ اس نہر کے کنارے ایک عرصے کا کھوکھلا درخت تھا۔ دونوں بچے اس میں جا چھپے۔ سپاہیوں نے بچوں کو بہت ڈھونڈا مگر مشیت ایزدی کے سبب ناکام رہے۔ اتنے میں ایک حبشیہ لونڈی پانی لینے کی غرض سے آئی۔ جب وہ نہر سے پانی بھرنے لگی۔ تو اسے پانی میں دو خوبصورت بچوں کے سائے نظر آئے وہ حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ یہ سائے کیسے اور کس کے ہیں اسی سوچ وبچار کے عالم میں اس کی نظر درخت پر پڑی۔ تو اسے دو چودھویں کے چاند نظر آئے۔ بچوں کے قریب جاکر پوچھنے لگی۔ بچو تم کون ہو اور یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہو؟ بچے ڈر گئے کپکپی سے بولنے کی طاقت نہ تھی کہ یہ عورت بھی کہیں ہمیں گرفتار کرنے نہ آئی ہو۔ لونڈی پھر بولی۔ بچو بتاؤ تم کون ہو؟ بچے پھر خاموش ہیں۔ تیسری بار لونڈی نے چلا کر کہا: بچو میرا دل پھٹا جارہا ہے۔ مجھے بتاؤ تو سہی تم کہیں مسلم کے یتیم تو نہیں ہو؟ یتیمی کا لفظ سننا تھا کہ بچوں پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور غش کھا کر دھڑام سے نیچے گر پڑے۔ ہوش آیا پر پوچھنے لگے۔ اے اماں کیا واقعی ہم یتیم ہو گئے ہیں؟ لونڈی بولی ہاں کل تمہارے والد امام مسلم کو ظالم ابن زیاد نے شہید کر دیا ہے اور اب تمہاری تلاش کے لئے انعام واکرام مقرر ہو چکے ہیں۔ بچے رونے لگے اور زبان حال سے کہنے لگے ؎

پاس ان کے اگر ہوتے تو کچھ کام بھی آتے
ہم بنتے نشانہ جو لعیں تیر لگاتے
پانی تو بھلا منہ میں دم مرگ پلاتے
کاندھے پہ پسر باپ کے لاشے کو اٹھاتے

Marfat.com

کیا جانئے مرنے پہ بھی کیا رنج و محن ہیں
گاڑے بھی گئے یا ابھی بے گور و کفن ہیں

بچوں نے اس نیک فطرت لونڈی سے پوچھا اے اماں ہمارے والد ماجد کی قبر کس جگہ ہے اگر ہم مرنے سے پہلے ان کا منہ نہیں دیکھ سکے تو ان کی قبر پر فاتحہ ہی پڑھ لیں۔ لونڈی یہ الفاظ سن کر رو پڑی اور کہنے لگی بچو ظالموں نے تمہارے باپ کی قبر بھی نہیں بنوائی۔ سر کاٹ کر دارالامارت کے باہر لٹکا دیا ہے اور لاش مبارک کی سخت بے حرمتی کی ہے اسی وقت بچوں کے دل سے سرد آہ نکلی۔ کچھ دیر کے لئے خاموش رہے اور پھر بولے ؎

پالا تھا ہمیں باپ نے چھاتی پہ لٹا کر
قرآن بھی ہم پڑھ نہ سکے قبر پہ جا کر

لونڈی محبانِ اہل بیت سے تھی اس کے دل میں بچوں کی محبت جوش مار رہی تھی۔ معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ میں ان چمنستان مصطفٰے کے دونوں پھولوں کو کہیں چھپا دوں اگر ظالموں نے کہیں دیکھ لیا تو وہ ان کو مسل دیں گے۔ کہنے لگی بچو سارا کوفہ تمہارا دشمن ہے اور تمہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پیش کر کے انعام و اکرام کا متمنی ہے آؤ میں تمہیں اپنی مالکہ کے گھر لے چلوں۔ اس کے دل میں تمہاری محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہو گی۔

لونڈی نے دونوں شہزادوں کو اپنی چادر میں چھپایا اور اپنی مالکہ کے گھر لے آئی۔ جب اس نے دونوں شہزادوں کو دیکھا تو اسے اپنی خوش بختی پر رشک ہوا اور لونڈی سے کہنے لگی کہ آج تو نے مجھے دو جہاں کی دولت دی ہے میں تجھے اس کے عوض آزاد کرتی ہوں لونڈی بولی اے میری شفیق مالکہ آج سے میں تمہاری طرف سے تو آزاد ہوں لیکن ان شہزادوں کی کنیز ہوں جب تک ان کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کر لوں سکون کیسے پاؤں۔ لونڈی نے تہہ خانے میں بچوں کے بستر لگا دیئے۔ کھانا پیش کیا لیکن بچوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ لونڈی دودھ لے کر آئی بچوں نے یہ کہہ کر دودھ پینے

Marfat.com

سے انکار کر دیا کہ اے اماں ہم دودھ کیسے پئیں ہم نے تو ابھی ابھی اپنی یتیمی کی خبر سنی ہے۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا تو لونڈی کا مالک حارث جو دشمن اہل بیت تھا۔ ہاتھ میں شمشیر براں لئے ہوئے گھر میں داخل ہوا بیوی نے ننگی تلوار پکڑنے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا اے میری بیگم کیا تجھے معلوم نہیں کہ مسلم کے دونوں بچوں کے انعام مقرر ہو چکے ہیں جو ان کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے گا وہ ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام پائے گا۔ آج سارا دن اور نصف رات تک میں ان کی تلاش میں رہا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملے نہ جانے کون خوش نصیب انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے حوالے کر کے عظیم انعام حاصل کرے گا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اگر وہ مل جاتے تو انہیں قتل کر کے اتنا انعام پاتا کہ ہمارے وارے نیارے ہو جاتے۔

جب بیوی نے خاوند، مشفقہ نے ظالم، خوش نصیب نے بدنصیب، عقبہ کی طالبہ نے دنیا کے طلبگار، محب اہل بیت نے، دشمن اہل بیت کے یہ الفاظ سُنے تو اس کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی کہ یہ امانت تو میرے پاس ہے کہیں ضائع نہ ہو جائے دل ہی دل میں یہ دُعا کر رہی تھی کہ بار الٰہ آج میری لاج رکھنا مگر مرضی مولا از ہمہ اولیٰ) ہزار تدبیریں کرتی رہی مگر تقدیر کے آگے ایک نہ چل سکی جب رات کے تین بجے تو دونوں بچوں نے یک آواز رونا شروع کر دیا۔ بڑے بھائی محمد نے چھوٹے بھائی ابراہیم سے پوچھا۔ بھائی تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہنے لگا۔ بھائی جان پہلے آپ بتائیں۔ کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ بڑے بھائی محمد نے کہا کہ ابراہیم مجھے ایک ہیبت ناک خواب نے رونے پر مجبور کر دیا ہے۔ لیکن تم کس وجہ سے رونے لگ گئے؟ ابراہیم کہنے لگا۔ بھائی جان مجھے بھی ایک خوفناک خواب آیا ہے۔ بڑے بھائی نے کہا ابراہیم ذرا تم مجھے اپنا خواب تو سناؤ۔ ابراہیم کہنے لگا بھائی جان پہلے آپ سنائیں۔ محمد کہنے لگا سنو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حوض کوثر پر ہمارے تمام مرحومین جمع ہیں۔ نانا جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابا جان سے پوچھا کہ اے مسلم تم اکیلے چلے آئے ہو بچوں کو ساتھ کیوں نہیں

Marfat.com

لائے؟ تو والد صاحب نے جواب دیا: نانا جان وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں ابراہیم کہنے لگا۔ بھائی جان معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا آخری وقت قریب ہے کیونکہ میں نے بھی ہو بہو یہی خواب دیکھا ہے۔ یہ بات کرنے کے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور زار زار رونے لگے۔ حارث نے جب رونے کی آواز سنی تو جاگ اٹھا اور بیوی سے کہنے لگا۔ یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے اس پاک دامن بیوی نے اسے ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر اس نے ایک نہ سنی۔ فوراً اٹھا ایک ہاتھ میں تلوار لی اور دوسرے ہاتھ میں چابی لے کر تہ خانے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اندھیرے میں دو چودھویں کے چاند چمک رہے ہیں۔ حارث کو شک گزرا کہ کہیں یہ مسلم کے یتیم نہ ہوں۔ یہ سوچ کر ظالم نے تلوار اٹھائی اور آگے بڑھا بچے یہ دیکھ کر سہم گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے خواب کی تعبیر کا وقت آ گیا ہے۔ ظالم حارث محمد کی گردن پر تلوار رکھ کر کہنے لگا ؂

تیغ اٹھا کر یہ کہا کس کے ہو تم نورِ نظر
ڈر کے کہنے لگے ہم دونوں ہیں مسلم کے پسر
ڈر گئے سہم گئے کانپ گئے بیچارے
اور اسی حال میں ظالم نے طمانچے مارے
سوسنی ہو گئے جو پھول سے ننھے رخسارے
دم بدم جوڑتے تھے ہاتھ وہ پیارے پیارے

جب نیک سیرت لونڈی نے ظلم وستم کا یہ منظر دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا۔ زبانِ حال سے پکار اٹھی۔

ارے سید ہیں یہ سید طمانچے نہ لگا!
ارے قرآن کے ورقوں کو زمیں پہ نہ گرا!

یہ کہا اور بچوں پر گر پڑی۔ اس پر حارث نے جھنجھلا کر اس پر تلوار کا وار کیا اور اس لونڈی کو زخمی کر دیا۔ جب دونوں بچوں نے حارث کی یہ وحشیانہ اور سفاکانہ حرکت

Marfat.com

دیکھی تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تو انعام و اکرام کے لالچ میں ہمیں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم اگر ہم صحیح سلامت مکہ پہنچ گئے تو ہم تمہیں اس مقررہ انعام سے چوگنی رقم دیں گے۔ تو ہمیں کچھ نہ کہہ، لیکن معاندِ اہل بیت نے ایک نہ سنی اور تلوار کی انی سے بچوں کو زخمی کر دیا پھر ایک رسی سے انہیں جکڑ لیا ہے

دونوں معصوم اس نے ایک رسی سے جکڑے
ایک کے ہاتھ اور ایک بچے کے گیسو پکڑے

بدنہاد دونوں شہزادوں کو گھسیٹتا ہوا گھر سے باہر لے آیا۔ صبح نمودار ہو رہی تھی۔ لوگ اپنی اپنی دکانیں کھول رہے تھے۔ کچھ لوگ بازار سے خورد و نوش کی چیزیں لینے جا رہے تھے۔ لیکن یہ سگِ دنیا قہر الٰہی حاصل کرنے پر کمربستہ تھا اور بچوں کو ذبح کرنے کے لیے نہر کی طرف لے جا رہا تھا۔

راستہ میں موجود لوگ جو کل تک ان بچوں کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا سعادت سمجھتے تھے آج ان پر ظلم ہوتا دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور حارث کو مبارکباد دے رہے ہیں کہ اسے حارث تو بڑا ہی خوش بخت ہے جو اتنا بڑا انعام حاصل کرے گا۔ محمد اور ابراہیم لوگوں سے بہ التجا کرتے ہیں کہ کوئی انہیں ظالم سے چھڑا لے لیکن کوئی ایسا نہ تھا جو گلستانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو کلیوں کو حمایت کا پانی دے کر مرجھانے سے بچا لے۔ بچے برابر آہ و فغاں بلند کرتے مگر کوئی پرسان حال نظر نہ آتا تھا۔

ے

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانہ !
نہ بیٹھنے کی جا تھی نہ رہنے کا ٹھکانہ
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا
تقدیر میں غم کھانا تھا اور اشک بہانا
گیسو بھی پریشاں تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اٹے تھے

Marfat.com

ادھر ظالم معاندِ دین دونوں بچوں کو گھسیٹتا ہوا نہر پر لے آیا ادھر اس کی بیوی نے اپنے بیٹے کو جگایا اور کہا اے میرے فرزند دلبند میں تجھے اپنا دودھ اس وقت بخشوں گی جب تو ظالم باپ سے مسلم کے دونوں یتیموں کو بچا لائے گا۔ فرمانبردار بیٹا دوڑ کر باپ کے پاس گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ اے ابا ہر باپ حرام و حلال اپنی اولاد کے لئے کماتا ہے میں تیرا اکلوتا بیٹا ہوں۔ مجھے تیری اس دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ مہربانی کر اور گلستان رسالت کی ان دو کلیوں کو مسل کر دوزخ کا ایندھن بننے کی کوشش نہ کر۔ حارث کی آنکھوں میں اس وقت حرص دنیا کا خون اترا ہوا تھا اور پھر اسے قہر الٰہی کا موجب بننا تھا بیٹے سے کہنے لگا کہ میرا رستہ چھوڑ دے۔ جب بیٹے نے اصرار کیا تو سب سے پہلے ظالم نے اس پر وار کر دیا اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا اس کے بعد جب لونڈی اور اس کی بیوی نے بھی یہی الفاظ استعمال کئے تو انہیں بھی ظالم نے شدید زخمی کر دیا۔ نہر کے کنارے پہنچ کر ظالم نے بچوں سے کہا تیار ہو جاؤ اور پھر اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ ان دونوں کا سر قلم کر دو۔ اس کا غلام محب اہل بیت تھا اور پھر بچپن میں کچھ عرصہ اس نے حارث کی نیک دل بیوی کا دودھ بھی پیا تھا۔ وہ کہنے لگا اے حارث کیا تجھے ان معصوموں پر رحم نہیں آتا۔ میری اگر جان بھی چلی جائے تو میں ان پر کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ حارث نے غصے میں آ کر اس شریف النسب غلام کو بھی شہید کر دیا۔ اب بچوں سے گرج کر کہنے لگا۔ بچو اب تیار ہو جاؤ۔ تمہاری موت کا وقت اب قریب آ گیا ہے۔ محمد بولا اب ہمیں یقین کامل ہے کہ تو ہمیں ضرور قتل کرے گا ہم چاہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے نماز پڑھ لیں۔ ظالم بولا نماز پڑھنے سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا۔ نماز تمہاری جان ہرگز نہ بچا سکے گی۔ تو دونوں معصوم بولے ؎

وہ بولے کہ شیوہ ہے یہ مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

جب دونوں نے نماز ادا کر لی تو بڑا بھائی محمد حارث سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے حارث میری ایک آخری خواہش ہے وہ کہنے لگا کیا ہے تمہاری خواہش؟ محمد نے کہا

Marfat.com

اے حارث چھوٹا بھائی بیٹے کی جگہ ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا اس لئے پہلے مجھے شہید کر اور بعد میں میرے بھائی پر وار کرنا ہے

کی بڑے بھائی نے قاتل کی یہ منت اس آن
سر میرا پہلے قلم کر تو بڑا ہو احسان
چھوٹے بھائی پہ میں قربان میرا سر قربان
کوئی حسرت نہیں باقی کہ یہ ہے اک ارمان
شوق سے تو ہر اک صدمہ دا یذا دکھلا
پر نہ بھائی کا مجھے ننھا سا لاشہ دکھلا

جب حارث محمد کو قتل کرنے لگا تو ابراہیم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے حارث اگر چھوٹا بھائی بیٹے کی جگہ ہوتا ہے تو بڑا بھی تو باپ کی جگہ ہوتا ہے اس لئے اپنے بڑے بھائی کو شہید ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ پہلے مجھے شہید کر سے

نامرد نے حملہ کیا تلوار اٹھا کر
سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر

حارث جب محمد کی طرف بڑھتا تو ابراہیم اس کا ہاتھ پکڑ لیتا اور اگر ابراہیم کی طرف بڑھتا تو محمد اس کا ہاتھ تھام لیتا۔ تنگ کر شقی کہنے لگا۔ بچو تم نے تو مجھے ایک مشکل میں ڈال دیا ہے۔ جب محمد نے مشکل کا لفظ سنا تو جوش میں آکر کہنے لگا۔ اے حارث فکر نہ کر ہم مشکلکشا کے نواسے ہیں۔ ہم تیری مشکل حل کر دیں گے۔

اسی اثناء میں ظالم حارث کی زخمی بیوی رینگتی ہوئی وہاں آپہنچی اور کہنے لگی سے

کیوں فاطمہ زہرا کو رلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمد کے چمن میں
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر
ہے ہے میرے مہماں ہیں یہ بیکس و مضطر

Marfat.com

جس وقت مٹانے پہ وہ لپٹی گئی باری
تلوار سے جھنجھلا کے ستم گار نے ماری

حارث نے تلوار کا ایک وار کیا اور جنتی بیوی کو شہید کر دیا اس کے بعد بچوں کی طرف بڑھا۔ دونوں معصوموں نے اپنی ننھی ننھی گردنیں جوڑ کر کہا اے ظالم ہم تیار ہیں لے اب اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر لے اس سنگدل کو رحم نہ آیا اس نے دونوں ننھی ننھی گردنوں پر ایک ہی وار کیا اور دونوں سر تن سے جدا ہو گئے یہ دیکھ کر فرشتے چیخنے لگے۔ حوریں چلانے لگیں۔ اور عرشِ الٰہی لرزنے لگا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حارث کا عبرتناک انجام

مردود حارث دونوں ننھے سر لے کر فرطِ مسرت سے ایک طشتری میں ڈال کر دارالامارت کی جانب روانہ ہوا۔ سوچتا جا رہا تھا کہ اب ابن زیاد مجھے ضرور ایک گھوڑا ایک جوڑا اور پانچ سو اشرفیاں انعام دے گا۔ شقی نے جب دونوں سر دربار میں پیش کئے۔ تو عبیداللہ ابن زیاد نے پوچھا۔ یہ سر کس کے ہیں؟ خوشی سے بولا حضور یہ سر مسلم کے یتیموں کے ہیں۔ وہ بولا انہیں قتل کس نے کیا ہے؟ بڑے ناز سے کہنے لگا۔ اس خادم نے: وہ بولا میں نے تو ان بچوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تھا نہ کہ انہیں قتل کرنے کا یزید نے ان بچوں کو طلب کیا تو میں کہاں سے پیش کروں گا۔ تو نے میری اجازت کے بغیر انہیں کیوں قتل کیا ہے؟ جب حارث نے ابن زیاد کے یہ کلمات سنے تو اس کے پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی، رنگ فق ہو گیا اور ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد کی مہیب آواز گونجی کہ اس بدبخت کو اسی مقام پر لے جا کر قتل کر دیا جائے۔ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے۔

جلاد محبانِ اہل بیت سے تھا۔ اس نے فوراً اس کی مشکیں باندھیں اور گھسیٹتا ہوا اس مقام پر لے آیا۔ جہاں اس نفس انقلب نے بچوں کو شہید کیا تھا۔ راستہ میں حارث نے بیش بہا دولت بطور رشوت دے کر جان بچانا چاہی لیکن جلاد نے ایک نہ سنی اور کہا اے ظالم اسی طرح بچے بھی تم سے منت سماجت کرتے تھے، لیکن تو نے ان کی ایک نہ مانی اگر تو

Marfat.com

مجھے زمین و آسمان کے خزانے بھی پیش کر دے۔ تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑوں گا۔ جلاد نے شقی حارث کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا اور اس کی لاش کتوں کے حوالے کر دی۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی اے دنیا کے لالچی کتے آج تیری دنیا بھی برباد ہوئی اور عقبیٰ بھی تباہ ہو گئی۔ (خسروا الدنیا والآخرہ)

صاحبزادگان مسلم کی لاشیں ان کے سرہانے بریدہ کے ساتھ دفن کر دی گئیں اور ان کے مزارات جن کے قریب ہی حضرت ہانی کا مزار ہے آج بھی مرجع خلائق ہیں۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما [1]

---

[1] نور العین العلامہ ابی اسحاق اسفرائنی، مقتل نور الائمہ للخوارزمی۔ روضۃ الشہداء، طبری صواعق محرقہ۔ سر الشہادتین۔

Marfat.com

نواسۂ رسول کی کوفہ کو روانگی

راہرواں را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ است وہم خود منزل است

صناعِ ازل کا شاہکار، اقلیمِ قدسیت کا تاجدار، دوشِ مصطفےٰ کا شہسوار، صبر ورضا کا پیکر، صدفِ امامت کا گوہر، رسول اللہ کا دلبند علی المرتضیٰ کا فرزند، خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا کا نورِ نظر اپنے برادرِ محترم کا خط پڑھ کر اہلِ کوفہ کی والہانہ عقیدت سے متاثر ہو کر عازمِ کوفہ ہوا۔

اس دوران میں آپ کو اس بات کا علم بھی ہو چکا تھا کہ یزید پلید مکہ پاک میں آپ کو شہید کرنے کی سازش کر رہا ہے تو نانائے پاک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آگئی کہ حرم پاک میں ایک دنبہ ذبح ہو گا جس کے سبب خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہو گی۔ معاً آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دنبہ میں ہی نہ بن جاؤں۔ اس لئے میرا مکہ سے نکل جانا ہی مناسب ہے چنانچہ آپ نے کوفہ جانے کا عزم بالجزم کر لیا۔ یہ ذوالحجہ کی تیسری تاریخ تھی اور اسی تاریخ کو حضرت امام مسلم جام شہادت نوش فرما چکے تھے مگر حضرت حسین کو اس المناک واقعہ کا کوئی علم نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو کہ اس وقت خاندان رسالت کے سب سے زیادہ محترم اور بزرگوں کی اجڑی ہوئی محفل کا آخری نشان تھے۔ جب انہیں حضرت امام عالی مقام کے ارادۂ سفر کا حال معلوم ہوا تو روتے ہوئے آپ کے پاس تشریف لائے اور سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے حسینؓ یہ کیا غضب کر رہے ہو، دیکھو کوفیوں پر اعتماد نہ کرنا اور حرم پاک سے باہر قدم نہ رکھنا کیونکہ (کوفی لا یوفی) کوفی کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتے حضرت امام حسینؓ نے مسکرا کر جواب دیا اے چچا جان آپ یہ

Marfat.com

کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو بھائی مسلم کا خط آیا ہے کہ یہ لوگ بہت مطیع ہیں اور اب تک تیس ہزار کی بیعت ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے دیکھو بیٹا تم نے مجھ سے زیادہ زندگی کے نشیب و فراز نہیں دیکھے ان بدبختوں کا پھر بھی اعتبار نہ کرنا دیکھو انہوں نے تمہارے والد علی سے کیسا سلوک کیا اور تمہارے بھائی حسن کو کیسے دھوکہ دیا اب یہ لوگ تمہیں بھی اپنے دام فریب میں پھانسنا چاہتے ہیں اس لئے تم وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دو۔

امام عالی مقام بولے چچا جان آپ کیا فرما رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت آپ ہی میرے شفیق اور خیر خواہ ہیں آپ خون کے جوش سے از راہ شفقت مجھے سمجھا رہے ہیں لیکن ذرا سوچئے کہ اگر کوفیوں کی جانب سے کسی بدخواہی یا بدعہدی کا اندیشہ ہوتا تو مسلم مجھے ضرور آگاہ کرتے۔ وہ ماشاء اللہ باشعور شخص ہیں۔

حضرت ابن عباس نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا میرے بھائی علی کی نشانی ضد نہ کرو تم کہتے ہو کہ تیس ہزار سے زائد کوفی میری بیعت کر چکے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہ تیس ہزار دوست ہوتے تو اب تک یزید کے عامل کو کوفہ سے نکال چکے ہوتے۔ مجھے اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ لوگ ضرور تم سے غداری کریں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا چچا جان جہاں تک ہو سکے انسان کو حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ حضرت ابن عباس نے جواب میں فرمایا کہ بس بھائی رہنے دو ابھی تم بچے ہو۔ ہم نے دھوپ میں اپنے بال سفید نہیں کئے۔ میں ان کوفیوں کی طینت کو جانتا ہوں۔ جو کچھ ان بدبختوں کے دل میں ہے۔ وہ میرے ناخنوں پر کندہ ہے امام حسین نے پاس ادب سے سر جھکا کر کہا چچا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ حضرت ابن عباس نے اپنی آنسوؤں سے تر داڑھی پونچھتے ہوئے فرمایا اے حسین مجھے معلوم ہے کہ تم بات کو نہیں مانو گے کیونکہ تم بچپن ہی سے ضدی ہو تمہاری ضد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پوری کر دیا کرتے تھے تو میں بیچارہ تمہاری ضد کو ٹھکرانے والا کون ہوں اللہ تمہارا نگہبان ہو آپ امام حسین کو خدا حافظ کہہ کر عبداللہ ابن زبیر کے پاس آ

Marfat.com

اور آکر غصے سے بولے اے عبداللہ حسین کو سفر کے لئے تو نے ورغلایا ہے؟ عبداللہ بن زبیر نے جواب میں کہا جی نہیں میں نے تو ہر چند انہیں وہاں جانے سے منع کیا حضرت عبداللہ ابن عباس بولے کہ اب جا کر انہیں کیوں نہیں روکتے؟

حضرت ابن زبیر اسی وقت پا پیادہ امام عالی مقام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا حضرت آپ کو کوفیوں پر کامل اعتماد ہے؟ جو آپ وہاں جانے کا ارادہ کر بیٹھے ہیں؟ جب سے آپ مکہ معظمہ تشریف لاتے ہوتے ہیں۔ میں برابر اصرار کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کی امارت قبول فرمایئے جب آپ نے برابر انکار فرمایا تو میں نے محض اس لئے کہ یزید پلید کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے کے لئے کسی خلیفہ کا تقرر ضروری ہے ان لوگوں سے اپنی بیعت لے لی ہے۔ میں آپ کے ہوتے ہوئے اس منصب جلیلہ کا ہرگز اہل نہیں ہوں۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگر آپ کو خلافت مقصود ہو تو مکہ معظمہ سے باہر قدم نہ رکھیں میں اسی وقت آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت امام حسین نے فرمایا اے ابن زبیر مجھے کسی قسم کی امارت یا خلافت کی کوئی حاجت نہیں۔ میں شہادت چاہتا ہوں۔ اور اسی غرض سے میں عراق کی طرف جا رہا ہوں۔ اتنے میں آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ آ گئے اور کہنے لگے ؎

کوفہ کی طرف جانے میں اندیشہ جاں ہے
مکہ میں رہیں ہو کہ بزرگوں کا نشاں ہے

آپ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ مجھے شہادت کی حاجت عراق کی جانب لے جا رہی ہے۔ دوسرے مجھے والد محترم نے نانا جان پاک کی ایک حدیث بھی سنائی تھی کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔ جب خانہ کعبہ میں ایک مینڈھا ذبح ہو گا جس سے حرم کی بے حرمتی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔ اس لئے میرا یہاں سے کوچ کرنا نہایت ضروری ہے۔

Marfat.com

ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ مختلف مقامات سے مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی اور کعبۃ اللہ کے طواف کی غرض سے آرہے تھے لیکن یہ سچا پرستار حق شہادت کبریٰ کے کعبہ عظمیٰ کا طواف کرنے کربلا جارہا تھا۔

حاجی زیارت کعبہ کا صدقہ چند جانوروں کی قربانی سے ادا کرنے کے لئے آرہے تھے لیکن اقلیم صبر و رضا کا یہ گلیم پوش تاجدار اپنے کعبہ مقصود کی زیارت کرنے کے لئے اپنی اولاد اور جان عزیز کی قربانی پیش کرنے جارہا تھا۔

وہ دوش رسول کا مکین پروردۂ رسول امین کے زہد و تقویٰ جس کے خیمہ کے دو پاسبان ہیں۔ شکر و نیازمندی اس سانچہ کا نام ہے جس میں اس کا ہر فعل ڈھلا ہوا ہے جس کی گفتگو قرآن اور جس کی اطاعت عین ایمان، شجاعت، جس کی پرستار سخاوت جس کے دروازہ کی ادنیٰ کنیز ہے آج وہ درۃ التاج صبر و رضا کا مجسمہ زر و مال جہان کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوا اپنے ننھے سے قافلے کے ہمراہ کوفہ کی جانب روانہ ہو رہا ہے۔ کاروان حسینی رواں دواں ہے۔

اس مختصر مگر جامع، اس قلیل مگر کثیر، قافلہ میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی، عورتیں بھی تھیں۔ ماسوائے صغریٰ فاطمہ کے۔ جسے آپ مدینہ منورہ چھوڑ آئے تھے۔ تمام کے تمام اہل بیت رسول کے خورشید لقا اور زہرہ جبینان فاطمۃ الزہرا قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے ؎

کنعان محمد کے حسینوں کا سفر ہے!
خورشید لقا، زہرہ جبینوں کا سفر ہے
چھٹتا ہے وطن گوشہ نشینوں کا سفر ہے
اک دن کا نہیں کوچ مہینوں کا سفر ہے
گرمی میں گرفتار محن ہوتے ہیں شبیر!
بچے لئے آوارہ وطن ہوتے ہیں شبیر!

روانہ ہونے سے قبل حضرت امام عالی مقام کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور دعا کی۔

Marfat.com

چڑھنے لگے رہوار پہ جب سبطِ پیمبر
فریاد سوئے کعبہ یہ کی ہاتھ اٹھا کر
چھٹتا ہوں تیرے گھر سے میں اے خالقِ اکبر
اس سال ہوا حج بھی نہ خادم کو میسّر!
پاس آ کے تیرے در سے جو میں دور چلا ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ مجبور چلا ہوں!
بچّے میرے ہمراہ ہیں گرمی کا سفر ہے
رستہ بھی خطرناک ہے منزل کا بھی ڈر ہے
پر فضل و کرم پہ تیرے بندہ کی نظر ہے
ناگاہ صدا آئی کہ کیا تجھ کو خطر ہے
ہر حال میں سایہ ہے تیرے سر پہ ہمارا
ہم پاس ہیں تیرے تیرا دل گھر ہے ہمارا

وابستگانِ دامنِ دولت اور آپ کے خاندان کے وہ احباب جو آپ کے ہمراہ تھے درج ذیل ہیں۔

جانثاران جو آپ کے ہمراہ تھے ان کی کل تعداد ۷۲ بہتّر تھی

عبداللہ بن عمرو کلبی۔ وہب بن عبداللہ کلبی۔ زہیر بن خاب محمدی۔ بریر بن خضیر ہمدانی خالد بن عمرو مکی، محمد بن حنظلہ تمیمی۔ عمرو بن خالد صیداوی۔ حماد بن انس محمدی۔ عمرو بن عبداللہ صاہدی۔ وقاص بن مالک احمدی۔ شریح بن عبید مکی۔ مسلم بن عوسجہ اسدی۔ ہلال بن نافع مرہ بن ابی مرہ غفاری۔ قیس بن مبنہ مدنی۔ ہاشم بن عتبہ مکی۔ بشیر بن عمرو خضری۔ نعیم بن عجلان انصاری۔ زہیر بن قیس بجلی۔ انس بن کاہر اسدی۔ حبیب بن مظاہر اسدی۔ قیس بن ربیعی انصاری۔ عبداللہ بن عروہ۔ بن حرّ اثی غفاری۔ حرہ باحریر۔ غلام آزاد ابوذر غفاری۔ ثبیت بن عبداللہ بہشتی۔ قاصد بن زہیر ثعلبی۔ کنانہ بن عتیق انصاری۔ حر عامہ بن مالک انصاری

Marfat.com

جوبر بن مالک انصاری۔ عمر بن ضبیعہ ضبیعی۔ یزید بن مثبت قیسی۔ عبداللہ بن مثبت قیسی عامر بن مسلم انصاری۔ عبداللہ بن مثبت قیسی۔ نعنت بن عمرو نمری سالم غلام آزاد عامر بن مسلم۔ سیف بن مالک انصاری۔ زہیر بن بشیر جعفی۔ بدر بن مشعل جعفی۔ حجاج بن مروق موزن لشکر شام۔ مسعود بن حجاج انصاری۔ مجمع بن عبداللہ عائذی۔ عمار بن حسان مدنی۔ حسان بن حارث مدنی سلیمانی اسدی۔ جنوب بن حجر خولانی۔ یزید بن زیاد بن مظاہر کندی۔ طاہر غلام آزاد۔ دین الحق خزاعی۔ جبلہ بن علی شیبانی۔ اسلم بن کثیر اعرج ازدی۔ زہیر بن سلیم ازدی۔ عمر بن جندب حضرمی۔ ابو ثمامہ انصاری۔ عمرو بن عبداللہ صائدی۔ حنظلہ بن اسعد شبامی۔ عبداللہ بن عبداللہ مدنی۔ ادجی عمار بن ابی سلام انصاری۔ عابس بن ابی حبیب شاکری شوذب غلام آزاد شاکر انصاری۔ شبیب بن حارث انصاری۔ منفداد انصاری۔ سلمان غلام آزاد۔ جناب امام عالی مقام۔ قارب غلام آزاد امام عالی مقام۔ عروہ غلام آزاد حر بن یزید بن ریاحی۔ مصعب برادر حُر ریاحی۔ علی بن حر بن یزید بن ریاحی۔ حر بن یزید بن ریاحی۔ سعد بن عبداللہ طبقی۔

اہل بیت اطہار جو آپ کے ہمراہ تھے ان کی تعداد صرف اکیس ہے[۱]

حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب۔ حضرت عبدالرحمان بن عقیل بن ابی طالب۔ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب۔ حضرت محمد بن سعد ابن عقیل ابن ابی طالب پسر زینب۔ حضرت عون بن عبداللہ بن عقیل بن جعفر طیار بن ابی طالب پسر زینب۔ حضرت ابوبکر بن امام حسن بن علی بن ابی طالب۔ حضرت عمر بن امام حسن بن علی بن ابی طالب۔ حضرت قاسم بن حضرت امام حسن بن حضرت علی بن ابی طالب۔ حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب۔ حضرت عباس بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب۔ حضرت علی اکبر بن امام حسین بن علی المرتضٰے۔ حضرت علی اصغر بن امام حسین علیہ السلام۔ فیروز غلام امام عالی مقام۔ سعد غلام جناب علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ۔

۱؎ طبری۔ مرج البحرین۔ نور العین۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ خدمت حسینؑ میں

حضرت عبداللہ ابن عمر جو محض مدینہ شریف سے مکہ پاک حضرت امام حسین سے ملاقات کی غرض سے آئے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ بمعہ اہل بیت کوفہ روانہ ہو چکے ہیں تو پا پیادہ آپ کے پیچھے دوڑے اور دوسری ہی منزل پر آپ کو جالیا، سلام و آداب بجالانے کے بعد عرض کی۔ یا حضور کیا آپ کوفیوں کی بدعہدی اور بے وفائی سے باخبر نہیں؟ یہ تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے والد محترم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دھوکہ دیا اور آپ کے بھائی حسن کے ساتھ غداری کی۔ اور آج آپ کو بھی اپنے دام فریب میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو آپ کا بھی وہی حال ہو گا جو آپ کے والد محترم اور برادر معظم کا ہوا تھا۔

آپ عبداللہ ابن عمرؓ کی یہ تقریر سن کر آبدیدہ ہو گئے لیکن حصول شہادت کے سبب آپ نے یہ درخواست بھی منظور نہ فرمائی۔ اس پر حضرت ابن عمر نے اصرار کرنا بے سود سمجھا۔ اور روتے ہوئے کہا اے جویائے شہادت میں تجھے خدا کو سونپتا ہوں یہ کہہ کر آپ مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ ؎۱

در بیاباں گر بہ شوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

راستہ میں مسلم کی شہادت کی اطلاع

جویائے حقیقت، ترجمانِ فطرت، سرخیل اہل بیت و عترت، طلبگار شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام منزل بمنزل مصائب راہ سے نبرد آزما ہوتے ہوئے برابر آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ مقام ثعلبہ پر فروکش ہوئے اور کچھ دن وہاں قیام کرنے کا تہیہ فرمایا۔ وہاں آپ کی ملاقات عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی۔ جو مختلف مقامات کی سیاحت کرتا ہوا آرہا تھا آپ نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت فرمائے تو اس نے عرض کی

؎۱ نور العین مقتل نور الائمہ طبری۔ صواعق محرقہ سر الشہادتین۔ تحریر الشہادتین۔ مرج البحرین۔)

Marfat.com

عالیجاہ! جب میں کوفہ میں فروکش تھا تو حضرت مسلم وہاں پہنچ چکے تھے اور لوگ جوق در جوق ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ بعد کے حالات کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا البتہ اس وقت میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ کوفہ والوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں یزید کے ساتھ ہیں آپ یہ سن کر خاموش سے ہو گئے۔ سوچا کہ کل اگلی منزل پر پہنچیں گے۔ تو کوئی صحیح صورت حال ضرور سامنے آئے گی۔ آپ نے اسی جگہ قیام فرمایا۔ اور رات کو ایک انتہائی خوفناک خواب دیکھا کہ ایک خون کا دریا ہے جس میں مسلم اور اس کے دونوں بچے ڈوب رہے ہیں۔ یہ خواب کیا تھا۔ درد و الم کا ایک پیغام تھا۔ نیند سے بیدار ہوتے۔ صبح کی نماز ادا فرمائی اور وظائف مسنونہ سے ابھی فارغ نہ ہونے پائے تھے۔ کہ ایک شخص بکر اسدی نامی جو محب اہلِ بیت تھا کوفہ سے آیا اور امام حسین کو ایک الگ جگہ لے گیا اس کے چہرے سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ وہ بڑے ضبط سے کام لے کر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کچھ کہنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ جب اندوہ و غم کی اس تصویر کو یارائے سخن نہ ہو سکا تو امام علیہ السلام نے خود پوچھا اے بکر اسدی بتا میرے بھائی مسلم کا کیا حال ہے اور انہوں نے کیا پیغام بھیجا ہے بکر اسدی نے حضرت مسلم کا خون آلود کرتا سامنے کر دیا اور آہ بھر کر زمین پر گر پڑا۔ امام عالی مقام سارا معاملہ سمجھ گئے اور بھائی کی شہادت کا سن کر آنکھیں پتھرا گئیں اور سن ہو کر نیچے گر پڑے۔ کچھ وقفہ کے بعد ہوش آیا اور بکر اسدی سے مسلم کی شہادت کا پورا واقعہ سنا تو آنکھوں نے موتی لٹانے شروع کئے اور زبان نے (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونْ) کے ترانے گانے شروع کر دیئے۔

زبان سے آپ اور تو کچھ نہ بول سکے۔ صرف اتنا کہا اے بکر اسدی میرے بھائی کی شہادت کے بعد اگر تو اس کے یتیم بچوں محمد، ابراہیم کو ساتھ لے آتا تو یہ تمہارا مجھ پر احسان عظیم ہوتا۔ نہ جانے وہ بیچارے کس حالت میں ہوں گے۔ کہاں ٹھکانہ پایا ہو گا کون انہیں کھانا دے گا۔ کون پانی پلائے گا۔ پردیس میں وہ بن باپ کے کیسے ہوں گے بکر اسدی یہ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہا کہ حضور کن یتیموں کو کہتے ہیں میں نے تو ان یتیموں کے سر ابن زیاد بدنہاد کے پاس جوتوں میں پڑے ہوئے دیکھے

Marfat.com

رو رو کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ
مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازار میں کھینچے لیئے پھرتے تھے سر راہ
مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی
تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹوں سے جدائی
بچوں کو غریب الوطنی میں اجل آئی
دریا پہ انہیں مار کے جب آیا تھا حارث
دربار میں دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث
جب شاہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر
رقت کا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ میں تڑپنے لگا دل مثل کبوتر
منہ کر کے سوئے کوفہ کہا ہائے برادر
بلوا کے حرم سے ہمیں مر گئے مسلم
ہم کوفہ بھی پہنچے نہ سفر کر گئے مسلم

حضرت امام عالی مقام نے جب کوفہ والوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم اور ان کے یتیموں کی شہادت کا حال سنا تو خیمہ میں داخل ہوئے۔ ایک کونہ میں الگ جا کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے۔ رنگ آپ کا فق تھا۔ طبیعت بے کل تھی۔ حواس باختہ ہو چکے تھے۔ قریب تھا کہ آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑتے مگر صبر و رضا کے پتلے حسین نے ضبط سے کام لیا۔ حضرت لیلیٰ نے اچانک آپ کو پریشانی کے عالم میں دیکھا تو سخت پریشان ہوئیں مگر آپ سے دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شہزادہ علی اکبر سے کہا بیٹا دیکھو حضور آج بالکل گم سم اور پریشان بیٹھے ہیں تم ہمت کر کے حضرت سے اس پریشانی

Marfat.com

کا سبب دریافت کرو۔ شہزادہ علی اکبر نے کہا اے امی جان میری کیا مجال کہ میں آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت کروں۔ یہ کہہ کر واپس ہو گئے۔ تمام اہل بیت آپ کی پریشانی کو بڑی شدت سے محسوس کر رہے تھے مگر پوچھنے کی جرأت نہ کرتے تھے اچانک حضرت مسلم کی ننھی منی یتیم بچی جس کی عمر سات برس تھی۔ آپ کے سامنے آئی۔ اسے دیکھ کر آپ کا دل بے ساختہ بھر آیا۔ آپ نے بچی کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ سینے سے لگا کر لب و رخسار پر بوسہ دیا۔ سر پر دست شفقت پھیرا اور معصوم کے چہرے کو حسرت بھری نظروں سے بار بار دیکھنے لگے۔

خاندانِ رسالت کی یہ ذہین بچّی وہ ننھی جس کے دادا کا لقب باب العلم تھا اور نانا مدینۃ العلم تھا۔ فوراً سمجھ گئی اور گھبرا کر پوچھنے لگی۔ پیارے چچا جان آج آپ مجھے اس قدر پیار کیوں کر رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں آنسو کیوں آ رہے ہیں؟ آپ بار بار حسرت سے میرا منہ کس لئے دیکھتے ہیں۔ خیر تو ہے؟ آج آپ میرے سر پر اس انداز سے ہاتھ پھیر رہے ہیں جس طرح یتیم بچوں کے سر پر پھیرا جاتا ہے۔ ؎

انداز وہی آج مجھے ہے نظر آتا!
جس طرح یتیموں پہ کوئی رحم ہے کھاتا
اس پیار پہ ہے دل میرا ٹکڑے ہوا جاتا
کچھ تو ہے کہ دل سینہ میں تسکین نہیں پاتا
کوفہ سے بہت دور سفر کر گئے بابا!
کیوں آپ نہیں کہتے کہ ہیں مر گئے بابا
یہ کہہ کے وہ بیٹھی تو کہا شاہ نے رو رو
بابا کی جگہ اب تم مجھ کو ہی سمجھو
ماں ہے تیری اب میری بہن زینب خوشخو
کبریٰ و سکینہ سے بھی زیادہ تو ہے مجھ کو
غم بے پدری کا تجھے معلوم نہ ہو گا
سب ہو گا مگر مسلم مظلوم نہ ہو گا

Marfat.com

پیغام یہ سنتے ہی چلائی وہ دُختر
ہے ہے میرے بابا میں تمہیں پاؤں گی کیونکر
میں جیتی رہی آپ سُدھارے گئے جانب کوثر
کس بے کسی سے قتل ہوئے صدقے میں تم پر
مہماں پہ کچھ رحم بھی کھایا نہ کسی نے
تلواریں چلیں تم پہ بچایا نہ کسی نے

بچی اس زور سے نوحہ کر رہی تھی کہ خیمے میں اس کی آواز ماں کے کانوں میں گونجی
ماں گھبرا کر دوڑتی ہوئی آئی اور اپنی معصوم بچی کو روتا دیکھ کر سبب پوچھا۔

بیٹی کی سنی زوجہ مسلم نے جو زاری
سر پر سے ردا گر پڑی گھبرا کے پکاری
کیا آئی خبر کیا ہوا کیوں روتی ہو پیاری
بیٹی نے کہا ٹوٹ گئی آس ہماری
اب کیا کہوں تقدیر مری سو گئی اماں
پردیس میں بن باپ کے میں ہو گئی اماں!

سیّدانیوں میں ایک شور برپا تھا معصوم بچی اور غم نصیب بیوہ کی آہ و پکار سن
کر عرش عظیم کانپ رہا تھا۔ شجر و حجر کی زبان پر غریب الوطن مسلم کا ماتم تھا۔ برادران مسلم
آنکھوں میں آنسو بھر کر بار بار قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھتے تھے۔ حضرت امام عالی مقام کی ریش
مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ اپنی غم نصیب بھاوج کو رنڈسالا پہنا رہے تھے۔ عرش الٰہی
کی جانب نگاہ تھی۔ قدرت اور خدا کی بے نیازی کا نظارہ کر رہے تھے کہ اچانک خاتون جنت
فاطمۃ الزہرا کی آواز کانوں میں آنے لگی ؎

اتنے میں صدا حضرت زہرا کی یہ آئی
اے زوجۂ مسلم الم و غم کی ستائی
تھرا رہی ہے قبر نبی تیری فغاں سے
پرسا تجھے دینے کو میں آئی ہوں جناں سے!

Marfat.com

تنہائی کا تو مسلم بے کس کے نہ کر دھیان
ہیں پاس تھی جس دم ہوا خوں میں غلطاں
آگے مرے کوفہ میں تیرا راج لٹا ہے
وارث کا ترے سر مرے زانو پہ کٹا ہے

امام مظلوم کی شہادت اور گلستان رسالت کی ننھی منی کلیوں کی پامالی کا علم جب ہمراہیوں کو ہوا تو ان میں غیظ وغضب کی آگ بھڑکنے لگی اور وہ مسلم بن عقیل مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کمربستہ ہو گئے یہ سن کر حضرت امام عالیمقام نے فرمایا کہ مسلم نے میرے لئے اپنی جان قربان کی ہے اس لئے میں تمہارے ہاں کوفہ ضرور چلوں گا۔

اب خون جگر کب تک اس غم میں پیوں گا
میرے لئے مارے گئے میں بھی نہ جیوں گا

اس دوران میں نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ اے ساتھیو کوفیوں کی بدعہدی کا تمہیں علم ہو چکا ہے اور اس حالت میں میرا آگے بڑھنا خطرے سے خالی نہیں، میں تم سب کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں۔ جس کا جی چاہے چلا جائے اور جو میرے ساتھ رہنا چاہے اپنی مرضی سے رہ سکتا ہے۔ یہ سن کر ماسوائے چند کے سب نے کہا اَلعَیشُ دبعدَکُم حَرَام (حضور اگر آپ نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

مٹ جائے گی محبت اشکوں کا زہر پی کے
تو ہی نہ جب رہے گا ہم کیا کریں گے جی کے

ساتھیوں کا اصرار اور ان کی وفاداری دیکھ کر حضرت امام عالی مقام نے جذبۂ شہادت میں سرشار ہو کر کوفہ کی جانب چلنے کا حکم دے دیا چنانچہ امام عالی مقام چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ مقام قادسیہ تک آ پہنچے۔ [1]

---

[1] روضتہ الشہداء، مرج البحرین۔

Marfat.com

حُر بن ریاحی کی امام عالی سے ملاقات

ابن زیاد بد نہاد نا ہنجار کو جب یہ اطلاع ملی کہ امام عالی مقام کوفہ سے صرف دو منزل پر ہیں تو اس نے حر بن ریاحی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور کہا کہ حسین جہاں کہیں ملیں وہ انہیں گھیر کر کوفہ لے آئے۔

امام عالی مقام قادسیہ میں رونق افروز تھے کہ حُر اپنی فوج کے ہمراہ وہاں آپہنچا۔

امام عالی مقام کی مہمان نوازی

ایک روایت کے مطابق حضرت حُر کی فوج پیاسی تھی۔ انہوں نے امام عالی مقام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پانی طلب کیا اور کہنے لگے ؎

اس دھوپ میں مر جائے گا لشکر یہ ہمارا
چشمہ ہے نہ بر ہے نہ ہے دریا کا کنارا
اب ہے تو اسی بحرِ کرم کا ہے سہارا
اے ساقی کوثر کے پسر پیاس نے مارا

آپ ساقی کوثر کے فرزند تھے اور اس علی المرتضیٰ کی گود کے پالے ہوئے تھے جو تین دن فاقہ کے ہیں بھی اپنے آگے سے کھانا اٹھا کر سائل کو دے دیا کرتے تھے ؎

بھوکے رہتے تھے پر اوروں کو کھلا دیتے تھے
کتنے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

اس سخی اعظم نے اسی وقت خدام بارگاہ کو حکم دیا کہ جس قدر بھی پانی موجود ہے لاؤ امام عالی مقام نے خود مشکیزہ اپنی کمر مبارک پر رکھ کر ان پیاسوں کو پانی پلایا جو آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے ؎

وہ ہاتھ تھے یا ابرِ رحمت کی نشانی
صحرا میں ہوئی فیض کے دریا کی روانی

جس ظالم فوج نے امام عالی مقام اور آپ کے معصوم بچوں کو ایک قطرۂ آب کے لئے ترسایا اسکو ہی نہیں بلکہ انہی کے جانوروں تک کو امام مظلوم نے پانی پلایا۔ جب

Marfat.com

پیاسوں کی پیاس بجھا چکے تو کھانے کے متعلق پوچھا اور فرمانے لگے ؎

حاضر ہے جو موجود ہے محتاج کے گھر میں

تم سے بھی وطن دور ہے ہم بھی ہیں سفر میں

حضرت حر کے دل میں پہلے ہی سے اہل بیت کی محبت تھی اور کچھ امام پاک کا یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ نہایت متاثر ہوئے۔ شرما کر گردن جھکا لی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور عرض کی سرکار میں تو آپ کا دشمن ہوں آپ میری پیاس بجھاتے ہیں اور مجھ سے کھانے کو پوچھتے ہیں حالانکہ ابن زیاد نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو جہاں کہیں پاؤں کو گھیر کر لے آؤں، وہاں آپ کے لئے اس ملعون نے فوجیں تیار کر رکھی ہیں۔ امام عالی مقام نے (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ) پڑھا اور خاموش ہو گئے، اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا آپ نے حر سے فرمایا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھ لو اور میں مجاہدین کے ساتھ نماز ادا کر لوں اس پر حر نے عرض کی حضور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام برحق کی موجودگی میں دو جماعتیں ہوں اس وقت آپ سے بڑھ کر زاہد و پرہیزگار کوئی دوسرا نظر نہیں آتا حتیٰ کہ امام عالی مقام نے امامت فرمائی اور لشکر حر نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام عالی مقام نے لشکر حر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے کوفیو اور ابن زیاد کے لشکر والو۔ کیا تم سب سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکتے ہو کہ میں یہاں اپنی مرضی سے آیا ہوں؟ کیا تم نے مجھے سینکڑوں خطوط اور وفود بھیج کر نہ بلایا تھا؟ کیا تم نے خطوط میں یہ نہ لکھا تھا کہ اگر آپ نے اس وقت ہماری دستگیری نہ کی تو ہم بروز حشر خدا کے سامنے شکایت کریں گے لیکن اب جب کہ میں آ گیا ہوں تو تم مجھے ستانے اور اذیت دینے پر تل گئے ہو صاف صاف کہو اور اطمینان دلاؤ تو میں تمہارے ساتھ کوفہ چلوں ورنہ مجھے واپس جانے دو۔

اس پر حر بن ریاحی نے بصد ادب و احترام عرض کی۔ اے نواسۂ مصطفےٰ آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں آپ کوفہ کی بجائے کسی اور مقام کی طرف تشریف لے جائیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام کربلا کی مخالف سمت روانہ ہو گئے آپ نے کئی دن تک قطع راہ

Marfat.com

کی کوشش فرماتی لیکن تقدیر کے ہاتھوں یہ مقدّس قافلہ ہر بار راہ بھٹک کر میدان کربلا ہی میں پہنچا تھا ۔

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک را چہ بحال

کربلا معلّٰی میں قیام اہلِ بیت

کس نمی گویدم از منزل آخر خبرے
صد بیاباں بگذشت و دیگرے در پیش است

نواسۂ شہہ دین پناہ۔ راکب دوش مصطفٰے، سید الشہدار، امام حسین علیہ السلام نے حتی الوسع کوشش فرمائی کہ میں کوفہ سے دور نکل جاؤں تاکہ گلستان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم خزاں رسیدہ نہ ہوں مگر ے

تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

ہر بار قطع راہ کی کوشش ناکام ہوئی آپ ہر بار ایک نہر کے کنارے پہنچے۔ آپ نے دشتِ نینوا سے راہ بھٹکنے سے قدرت کے اس اشارہ باطنی کو سمجھ لیا کہ یہی جگہ ہماری منزل مقصود ہوگی۔ آپ یہی سوچ رہے تھے کہ دور سے ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا او بابا یہ کون سا مقام ہے اس جگہ کا کیا نام ہے۔ وہ بولا حضور مجھے اس کے متعلق کوئی زیادہ معلوم نہیں۔ بزرگوں سے اس قدر سن رکھا ہے کہ اس وسیع وعریض ریگستان کا نام کرب وبلا ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ میدان کربلا ہے۔ تو فرمایا سچ ہے (ھٰذَا مُوضع کربٍ وبَلاءٍ) اور پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے، ہوش آنے پر آپ نے اسی وقت ہمراہیاں پر خلوص سے ارشاد فرمایا۔

اترو مسافرو کہ سفر ہو چکا تمام
کوچ اب نہ ہوگا حشر تلک ہے یہی مقام
منزل یہی زمین ہے یہی مشہد امام
اونٹوں سے بار اتار کر برپا کرو قیام

Marfat.com

بستر لگاؤ شوق سے اس ارض پاک پر
چھڑکا ہوا ہے آپ نیفایاں کی خاک پر

ریت کے ناپید کنار سمندر اور نہر فرات کی مستانہ خرام لہروں پر نظر پڑی تو نانا نے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک اور والد محترم علی المرتضٰی کے ایک پرانے خواب کی یاد آپ کے دل میں تازہ ہوگئی آپ سمجھ گئے کہ یہی وہ میدان ستم ہے جہاں اہل بیت کے معصوم بچے ماہی بے آب کی طرح پانی کے ایک قطرہ کو ترسیں گے۔ یہی وہ ریگذار ہے جس کے تپتے ہوتے سنگریزوں کی تشنگی تشنہ لب اہل بیت رسول اللہ کے خون سے بجھے گی یہی خدائے بے نیاز کی وہ پرجلال قربان گاہ ہے۔ جہاں امت عاصی کی بخشش کے لیے فرزند رسول کی قربانی طلب کی جائے گی۔ یہی دنیائے توحید کی وہ امتحان گاہ ہے۔ جہاں حق و باطل کی آزمائش ہوگی یہی افق اسلامی کا وہ مغرب ہے جہاں ایمان وصداقت کا سورج خون شہادت کی سرخی لے کر غروب ہوگا اور یہی وہ مشرق ہے۔ جہاں سے ناموس توحید کا سورج شہیدان راہ خدا کے نورانی چہروں سے نور مانگ کر تمام دنیا کو پرضیاء بنانے کے لیے طلوع ہوگا۔ یہی کرب وبلا کا وہ ریگستان ہے۔ جہاں ششماہی علی اصغر شدت پیاس سے غم نصیب ماں کی گود میں ایڑیاں رگڑے گا اور مظلوم باپ کی گود میں آب پیکاں سے پیاس بجھا کر جنت الفردوس کی طرف سدھارے گا یہی وہ مقام ہے جہاں میرا جسد بے مہر تڑپ تڑپ کر اس کی تکریم و تحریم کی دلیل بنے گا ے

اے کربلا کی خاک تو احسان نہ بھول!
تڑپی ہے تجھ پہ لاشِ جگر گوشۂ بتول

چنانچہ کربلا کے جھلستے ہوئے ریگستان میں اہل بیت کرام کے وہ خیمے نصب ہوئے جن کے شمسوں کو چوم کر خورشید نے ضیاباری حاصل کی۔ جن کے فرش کو عرش عظیم کا پایہ دباتے ہوتے تھا جن شہزادوں کا جھولا بچپن میں جبرائیل جھلاتا تھا اور جنہیں چاند کھلونا بن کر کھلاتا تھا۔ وہ شہزادے ان خیموں میں پوشیدہ ہیں۔ امام عالی مقام کے قدوم میمنت لزوم کی برکت کی وجہ سے کربلا کی عزت کو چار چاند لگ گئے۔ انوارِ رسالت

Marfat.com

کے پرتو سے ذرہ ذرہ مہرو مہ کا جواب بنا۔ خوشبوئے پیرہن سے دشتِ کربلا گلستان بنا۔ میدان کربلا خلدِ بریں کا جواب بنا تا صبح فرمائی کے لئے آسمان نے بھی سر جھکا لیا ہے

ہاتف نے دی صدا کہ رہے شاہ کربلا
مختار کائنات ہے مہمانِ کربلا
پھولوں سے آج بھر گیا دامانِ کربلا
بس اب تو واں بہشت ہے بستانِ کربلا
خورشید دین کے فیض سے کیا کیا شرف ملے
روشن ہے جس سے عرش و دُرِّ نجف ملے [1]

لالچی کُتّا

جب ابن زیاد بدنہاد کو اس بات کا علم ہوا کہ حر نے بمع اپنے لشکر امام حسین کے پیچھے نماز ادا کی ہے تو وہ حر کی اس حرکت سے بدظن ہو گیا اور سوچنے لگا کہ امام عالی مقام کے مقابلے کے لئے کس آدمی کو منتخب کرے۔ بڑی سوچ و بچار کے بعد اس نے تمام رؤسائے شہر کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے مشورہ کرنے لگا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ جس طرح حضرت حرؔ امام کے سامنے سپر انداز ہو گئے تھے اور بمعہ فوج حسین کے پیچھے نماز پڑھ لی تھی۔ ایسا نہ ہو کہ سارا کوفہ باغی ہو کر امام حسین کی بیعت پر آمادہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر اس نے شہر کے رؤسا اور کوفہ کے عمائدین کو مخاطب کر کے کہا تم میں سے کون ہے جو حسین کے مقابلے کے لئے تیار ہو۔ اس صلے میں اس کو عراق کا وہ شہر اسی وقت بخش دیا جائے گا جو وہ خود پسند کرے گا اگرچہ لوگ بڑے لالچی تھے سوچ میں پڑ گئے کیونکہ حسین علیہ السلام کے مقابلے میں نکلنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ لوگ کتنے گئے گزرے ہی سہی لیکن نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے نکلنا ان کے لئے کوئی معمولی کام نہ تھا ابن زیاد نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ سب خاموش رہے آخر سوچتے سوچتے اس کی

[1] سر الشہادتین، تحریر الشہادتین، تاریخ الخلفاء، مرج البحرین۔

Marfat.com

نظر عمرو بن سعد پر پڑی جو فاتح ایران کے بیٹے تھے اور رسول اللہ کے قرابت دار تھے۔ سعد بن ابی وقاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنہوں نے کسریٰ کا تاج چھین کر بادیہ نشینان اسلام کے قدموں میں لا ڈالا۔ عراق و عجم کے ظلمت کدوں میں توحید کی روشنی پھیلائی۔ یہ وہ خوش نصیب صحابی رسول ہیں۔ جنہیں حضور علیہ السلام نے جنت کی خوشخبری سنائی تھی اور ایک جنگ میں جب حضرت سعد تیر اندازی کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر یہ الفاظ فرمائے تھے۔ (اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ اُمِّی وَاَبِی) اے سعد تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں لیکن قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ زبان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی خوشخبری پانے والے خوش نصیب سعد کے گھر میں وہ بدنصیب بچّہ پیدا ہوا جس کے ہاتھوں اہل بیت کا باغ ویران ہوا۔ ولی کے گھر شیطان جنا جنتی آغوش میں جہنمی پلا اور حضرت سعد کی مقدس آستین میں اہل بیت رسول کو ڈسنے والے سانپ نے پرورش پائی۔

ابن زیاد نے امام حسین کے مقابلے کے لئے اسی ملعون کا انتخاب کیا۔ یہ ان دنوں کوفہ میں موجود نہ تھا بلکہ ایک لشکر کے ہمراہ دیارِ دیلم کے باشندوں کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا اسے فوراً وہاں سے واپس بلا کر ابن زیاد نے کہا کہ میں ایک عرصہ سے یہ سن رہا ہوں کہ تم رَے کی حکومت کے خواہشمند ہو اگر تم حسین کے مقابلے میں جانا پسند کرو تو میں اسی وقت تمہارے نام رے کی حکومت کی سند لکھنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ سنتے ہی ابن سعد عجیب کش مکش میں مبتلا ہو گیا کیونکہ ایک طرف برسوں کی آرزو پوری ہو رہی تھی تو دوسری طرف ایمان کا سودا ہو رہا تھا۔ نہ حکومت رے چھوڑنے کو جی چاہتا تھا اور نہ ہی حسین کے مقابلہ پر جانا گوارہ تھا۔ آخر سوچ و بچار کے بعد اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور جنت ارضی کے عوض جنت آخروی بیچ ڈالی اور امام عالی مقام کے مقابلے پر رضامند ہو گیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت خلعت فاخرہ پہنایا پانچ ہزار اشرفیاں دیں۔ ملک رَے اور طبرستان کی سند بھی لکھ دی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ عمرو بن سعد کے بھانجے حضرت حمزہ بن مغیرہ کو جب اس

Marfat.com

سودے کا علم ہوا تو وہ بہت گھبرائے اور غضبناک ہو کر ابن سعد سے کہا اے ظالم تمہیں شرم نہیں آتی کہ تو نواسئہ رسول کو قتل کرنے جا رہا ہے وہ مسکرا کر کہنے لگا قسم بخدا میں کچھ نہیں کر رہا یہ سب کچھ حکومت رے کروا رہی ہے۔ بھانجے نے ماموں کی یہ بات سن کر ایک آہ بھری اور کہا کہ جانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ روز محشر حسین کے نانا کو کیا منہ دکھائے گا۔ مگر دنیا کا لالچ اور عقل کا اندھا رے کے نشے میں اس قدر مستغرق تھا کہ شرافت، قرابت سب کچھ بھلا کر چھ ہزار سپاہی لے کر آپ کے مقابلے کے لئے کربلا میں آ گیا ؎

در این دنیا کسے بارے نہ دیدم
اگر دیدم وفادارے نہ دیدم

یزیدی فوج میدانِ کربلا میں

شقی عمر بن سعد چھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج لے کر کربلا پہنچ گیا اور اس نے دریائے فرات کے کنارے اپنے خیمے اس انداز سے نصب کئے کہ وہ امام عالی مقام اور نہر فرات کے درمیان حائل ہو گئے۔ ادھر کوفہ میں ابن زیاد فوجیں جمع کر کے برابر بطور کمک ابن سعد کی طرف بھیجتا رہا اس طرح یزیدی فوج کی مجموعی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی۔ یزیدیوں کی فوج کی تعداد میں مورخین کی رائے میں اختلاف ہے، امام یافعی نے بائیس ہزار تعداد بیان کی ہے۔ علامہ ابو نواس پچاس ہزار کے قائل ہیں۔ لیکن صاحب فصول المہمہ نے علی التحقیق دو لاکھ تعداد بیان کی ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ ان تمام روایات میں اس طور پر تطبیق ممکن ہو سکتی ہے کہ مقابل آنے والی فوج ابتداء میں چھ ہزار پھر بائیس ہزار اور دس محرم تک بقول ابو نواس پچاس ہزار تک ہو گئی ہو اور باقی ڈیڑھ لاکھ فوج کھڑی حکم کی منتظر ہو۔ اگرچہ میدان کربلا میں لشکر حسین کے مقابلہ میں نہ آئی ہو۔ بہر حال جتنی فوج بھی میدان کربلا میں مقابل تھی۔ وہ سب تربیت یافتہ اور ہر قسم کے سامان جنگ سے لیس تھی۔ لیکن نواسئہ رسول کی فوج اور سامان جنگ فقط اس قدر تھا۔

Marfat.com

بتیس سب سوار شہ دیں کے پاس ہیں
اب رہ گئے پیادے سو دو کم پچاس ہیں
آفت میں مبتلا ہیں مگر با حواس ہیں
غازی ہیں سرفروش ہیں اور حق شناس ہیں
کھانے کا ہے خیال نہ پانی کی فکر ہے
سجدے میں ہیں دعائیں اور اللہ کا ذکر ہے [1]

ساقی کوثر کے نواسے پر پانی کی بندش

عمر بن سعد نے امام عالی مقام کو پیغام بھیجا کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں اور ابن زیاد بدنہاد کا تحریری حکم نامہ بھی قرہ بن سعد حنظلی کے ہاتھ بیعت یزید کی طلبگاری کے سلسلے میں روانہ کیا۔ امام عالی مقام نے جب وہ خط پڑھا تو قاصد کے سامنے اس کے پرزے پرزے اڑا دیئے اور فرمایا (ما لک عندی جواب) میں اس کا جواب دینا اپنی توہین سمجھتا ہوں جب آپ کی اس جرأت مندی کی اطلاع ابن زیاد تک پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور ابن سعد کے نام حکم جاری کیا کہ اہل بیت کے خیمے زبردستی نہر فرات سے اٹھا دیئے جائیں، نہر ہماری ہے۔ حسین اور اس کے اہل بیت کو پانی پینے کا کوئی حق نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ بھیجا کہ

کافر اگر پئیں تو منع نہ کیجیو
اک فاطمہ کے لال کو پانی نہ دیجیو

محرم کی تیسری تاریخ تھی کہ آپ کو خیمے اٹھانے کا حکم ملا۔ اس وقت امام عالیمقام نے مزاحمت کرنا مناسب نہ سمجھا اس خیال سے کہ شاید کوئی مصالحت کی راہ نکل آئے اور احباب کو خیمہ اٹھا لینے کا حکم دیا۔

خوف خدا اور پاس پیغمبر بھلا دیا
سبط نبی کا نہر سے خیمہ اٹھا دیا

([1] نور العین، نور الائمہ، صواعق محرقہ، طبری۔ روضۃ الشہداء۔ مرج البحرین۔ سر الشہادتین۔)

Marfat.com

آپ کے پاس کچھ پانی بند مشکیزوں میں موجود تھا۔ ساتویں محرم تک وہ استعمال کرتے رہے لیکن ساتویں کی شام کو ایک قطرۂ آب بھی باقی نہ بچا آسمان آتش برسا رہا تھا۔ ریگزار کرب و بلا بھٹی کی مانند تپ رہا تھا۔ پیاس کی شدت سے خیمے سے العطش العطش کی صدایئں بلند ہو رہی تھیں۔ ننھے بلک رہے تھے جوان تشنہ لب تھے۔ امام عالی مقام نے سوچا کہ اس حالت میں کنواں کھدوایا جائے لیکن کوشش کے باوجود کنواں کھودنے پر پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہ ہو سکا آپ نے رضائے الٰہی کے سامنے سر نیاز خم کر دیا اور صبر و رضا کا مجسمہ بن کر زبانِ حال سے کہنے لگے۔

آزاد تھے کب قیدِ غم عشق سے ہم کو
زنجیر کا شکوہ ہے نہ زنداں کی شکایت

دشتِ نینوا کا تشنہ لب قافلہ

مارا زبانِ شکوہ ز بیداد چرخ نیست
از ما خطے بہ مہر خموشی گرفتہ اند

موسم اور پھر وہ بھی گرم، گرمی اور پھر عرب کی گرمی، صحرا اور پھر عرب کا صحرا خدا ہی جانتا ہے کہ خانوادۂ نبوت پر کیا گزری ہو گی۔ دور دور تک کسی شجر و گیاہ کا نام نہیں نہ گھاس ہے نہ جھاڑیاں نہ کوئی تالاب ہے نہ جھیل، حد نظر تک ریت ہی ریت نظر آتی ہے جو آفتاب کے بلند ہوتے ہی صحرا کو کرۂ نار بنا دیتی ہے۔ ذرہ ذرہ سے آگ نکلتی ہے۔ تمازت آفتاب دوپہر کے وقت ہر طرف انگارے دہکا دیتی ہے۔ اس جھلسا دینے والے میدان اور اس بے آب و گیاہ صحرا میں یہ مظلوم قافلہ اس حالت میں رہا کہ تین شبانہ روز سے کسی متنفس کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ نصیب ہوا۔ وہ فضا جہاں چند گھنٹے بھی انسان کا پانی کے بغیر زندہ رہنا مشکل تھا۔ جہاں دن بھر آگ ہی برستی رہتی تھی بادِ سموم کے چند جھونکے چنگاریاں اڑاتے پھرتے تھے جہاں آفتاب دھوپ اور حدت کے سیلاب بہا تا رہتا تھا۔ جہاں پناہ لینے کے لئے کوئی درخت نہ تھا۔ گرم ہوا کے ساتھ

Marfat.com

ریت کے پہاڑ اڑنے پھرتے تھے پورا دوزخ کا نمونہ تھا اس فضا میں اہل بیت اطہار کے خیمے نصب تھے۔ عام فوجی ہوتے تو یہ سب کچھ برداشت بھی کیا جا سکتا تھا لیکن یہ تو وہ بزرگ و جلیل ہستیاں تھیں جن کی زندگیاں پورے عیش و سرور کے ساتھ گزری تھیں۔ نانا بھی فرمانروا تھے، باپ نے بھی خلافت کی تھی۔ بھائی بھی حکمرانی کرتا رہا خود حسین کو بھی بنو ہاشم کی سرداری کا شرف تو اب بھی حاصل تھا۔ ہر چھوٹے بڑے کی نگاہ میں آپ کی عزت تھی کبھی بھی مصیبتوں سے پالا نہ پڑا تھا۔ کبھی اندھیری راتیں نہ دیکھی تھیں۔ زندگی ہمیشہ چاندنی میں ہی بسر کی تھی۔ پہلی مرتبہ پڑی تھی اور ایسی پڑی تھی کہ ہاتھی بھی ہوتا تو چنگھاڑ اٹھتا۔ انسان کتنا بھی قوی اور مضبوط کیوں نہ ہو پھر انسان ہے۔ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ احساس رکھتا ہے تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بھوک پیاس تو انسان کی ابتدائی ضروریات ہیں۔ ایسی ضروریات کو ہر قوی سے قوی تر انسان کو پریشان کر دیتی ہیں۔ ایک تو آپ ویسے بھی دور دراز کا سفر کرتے چلے آ رہے تھے اس لئے تھکے ہوئے تھے ابھی دم نہ لینے پائے تھے کہ پیاس والی مصیبت آ پڑی۔ پینے کے لئے قطرہ آب بھی میسّر نہیں تھا سب کے حلق سوکھ گئے تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں۔ رخسار پچک گئے تھے۔ صورتیں سوال بن گئی تھیں۔ بچوں کا بلکنا سن کر کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ رفقاء کی خاموشی جگر میں ناسور ڈال رہی تھی۔ گرمی سے دماغ پگھل رہا تھا مگر وہ صبر و رضا کا پیکر مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا ؎

من کشتۂ کرشمہ مژگاں کہ بر جگر
خنجر زد آں چناں کہ نگہ را خبر نہ شد

پانی لانے کے لئے حضرت عباس علمدار کا تقرر

حضرت امام عالی مقام نے خیمہ میں جا کر دیکھا کہ خواتین کا پیاس سے برا حال ہے بچے تڑپ رہے ہیں۔ شیر خوار بلک رہے ہیں تو خود باہر نکلے اور عالم بیقراری میں حضرت عباس کو حکم دیا کہ تم تیس سوار اور بیس پیدل لے کر دریا پر پہنچو۔ مشکیں ساتھ لے جاؤ

Marfat.com

جتنا پانی ممکن ہو لے آؤ اور کسی کی پرواہ نہ کرنا حضرت عباس حکم پاکر مردانہ وار آگے بڑھے۔ ؎

گھوڑے پر چڑھے حضرت عباس علمدار
زانو پہ جو دابا تو ہرن ہو گیا راہوار
جاؤش نے آواز دی فوج کو اک بار
شیر آتا ہے دریا کی ترائی سے خبردار

جب اشقیار نے حضرت عباس کو میدان کی طرف بڑھتے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے ؎

ہے ستم کہ سقائے حرم آتا ہے رن میں
پانی کے لئے ابر کرم آتا ہے رن میں
بازوئے شہنشاہ اُمم آتا ہے رن میں
اسلام کے لشکر کا علم آتا ہے رن میں

جب حضرت عباس میدان میں تلوار لہراتے ہوئے آگے بڑھے تو فرمایا ؎

کس شان سے آتے ہیں کوئی ٹوک کے دیکھے
دعویٰ ہو کسی کا تو ہمیں روک کے دیکھے

حتیٰ کہ کسی لعین کی جرأت نہ ہوئی کہ حضرت عباس کے سامنے آسکے حضرت عباس پروانہ وار آگے بڑھتے رہے۔ عمرو بن سعد جو وہاں پہرہ پر تھا نے مزاحمت کی تو حضرت عباس علمدار نے اسے وہاں سے ہٹا دیا۔ سوار مقابلہ کرتے رہے اور پیدل نے مشکیں بھر لیں۔ یہ فقید المثال جرأت دیکھیے کہ جب تک پانی کی مشکیں خیموں تک نہ پہنچیں حضرت عباس علمدار سواروں کے ساتھ لب دریا کھڑے رہے اور لشکر اعدار دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس ہمت و جلادت کا مشاہدہ کر کے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور عشق کی راہ کا مسافر منزل مقصود تک پہنچ گیا ؎

جلوہ کاروانِ ما نیست بہ نالۂ جرس
عشق تو راہ می برد شوق تو زاد می دہد

Marfat.com

امامِ عالی مقام کی ابن سعد سے گفتگو

جس وقت حضرت عباس علمدار ساتھیوں سمیت مشکیزوں میں پانی بھر لانے میں کامیاب ہو گئے اور ابن سعد کا لشکر انہیں روکنے میں ناکام رہا تو خیام اہل بیت میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی سب نے وضو کیے۔ مصلّے بچھاتے اور سربسجود ہو گئے۔ رات کا وقت سر پر آیا تو امام عالیمقام نے بطور اتمام حجت ابن سعد سے گفتگو کرنا چاہی چنانچہ آپ نے ایک قاصد کے ذریعے ابن سعد کو بلوا بھیجا وہ چند آدمی لے کر آ گیا ادھر امام عالی مقام حضرت عباس اور علی اکبر کو ہمراہ لے کر ملاقات کے لئے وہاں پہنچ گئے آپ نے ابن سعد سے فرمایا اے ابن سعد بہت افسوس ہے کہ تم حضرت سعد کے بیٹے اور میرے قرابت دار ہو کر مجھے قتل کرنے کے لئے میدان میں نکل آئے ہو مجھے معلوم ہے کہ تم دنیا کے لالچ میں پھنس کر ایسا کر رہے ہو لیکن یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے۔ تمام مال و دولت یہیں رہ جائے گی۔ تم خواہ مخواہ حقیر دنیا کے بدلے دنیا و آخرت کی رسوائی مول لیتے ہو۔ بدبخت بولا۔ میں مجبور ہوں اگر میں نے ابن زیاد کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ میرے محلات منہدم کر دے گا۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں کہیں چلا جاؤں تاوقتیکہ کوئی مناسب صورت نکل آئے۔ اب ابن سعد بھی دل سے نہیں چاہتا تھا کہ حضرت امام حسین کو شہید کیا جائے بلکہ وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے مصالحت ہو جائے۔

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

شمر کی شیطنت ابن سعد نے کچھ دنوں کے لیئے لڑائی ملتوی کرنے کا حکم دے دیا اس خیال سے کہ شاید افہام و تفہیم سے کوئی صورت پیدا ہو جائے کہ ملک رے کی سلطنت بھی میرے ہاتھ لگے اور حسین کے خون سے بھی میرے ہاتھ لال نہ ہوں تاہم حکومت رے کو خون اہل بیت پر فوقیت دیتا تھا مگر امام عالی مقام کی تقریر اور قرابتداری کی

Marfat.com

وجہ سے وہ جنگ ٹالنے پر اس انداز سے راضی ہوا کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی بچے اس لئے وہ آخر وقت تک لیت ولعل کرتا رہا مگر اس کے لشکر میں ایک جرنیل شیطان فطرت شمر نامی موجود تھا جو مکاری اور خباثت میں ابن زیاد سے کم نہ تھا اس ظالم نے جو ملاقات کا حال سنا تو فوراً ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔ ابن زیاد نے یہ اطلاع پاتے ہی عتاب آلودہ فرمان جاری کیا جس میں لکھا تھا اے ابن سعد میں نے تمہیں حسین سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ مشورہ اور مصاحبت کے لئے نہیں اور نہ ہی تمہیں یہ اختیار دیا ہے کہ تم ان کے حمایتی بن کر وقت کو بڑھاتے اور ٹالتے رہو اس کے علاوہ ابن زیاد نے ابن سعد کو یہ بھی لکھ بھیجا کہ اگر تم لڑنا نہیں چاہتے تو رے کی سند واپس کر دو اور لشکر کی سپہ سالاری شمر کے سپرد کر دو۔ جب ابن سعد کو شمر کی اس خباثت کا علم ہوا۔ تو اس نے اسے بلایا اور کہنے لگا کہ بدبخت شمر تو نے اطلاع کر کے اپنی شیطنت سے سارا بنا بنایا کام بگاڑ دیا ہے۔ ورنہ مجھے باہمی صلح کی پوری توقع ہو چکی تھی۔ جھگڑا ختم ہو جاتا اور ہم سب گناہ اور رسوائی سے بچ جاتے۔ خدا کی قسم میں حسین کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کے سینہ میں ایک خوددار دل دھڑک رہا ہے وہ جان تو دیں گے مگر یزید کی بیعت کبھی نہ کریں گے۔ یہ بات سن کر شمر سے اور تو کوئی جواب نہ بن پڑا کہنے لگا ابن سعد ان باتوں کو چھوڑ اور یہ بتا کہ حسین سے لڑنا ہے یا نہیں۔ نہیں تو رے کی سند اور سپہ سالاری میرے حوالے کر دو۔ ابن سعد کا ضمیر ملامت کر رہا تھا۔ آن کی آن کے لئے اس کے قلب سیاہ میں نور ایمانی کی ایک چمک پیدا ہوئی اور چاہا کہ یہ سب کچھ چھوڑ کر الگ ہو جائے مگر جاہ وحشمت کی تیز و تند ہوا سے وہ چراغ گل ہو کر رہ گیا بولا کیا کروں۔ رے کی حکومت مجھے کچھ نہیں کرنے دیتی تم پیدل کی نگرانی کرو اور باقی سب کام میں خود سرانجام دوں گا۔

برادرانِ حسینؓ میں منافقت کی ناکام کوشش

جب ابن سعد دوبارہ لڑائی پر آمادہ ہو گیا تو اس نے ابن زیاد لعین کا پیغام حضرت امام حسین کے پاس بھیجا اور لکھا کہ میں کیا کروں جو سعی کرتا ہوں الٹی پڑتی ہے اب میں مجبور

Marfat.com

ہو چکا ہوں کہ آپ سے مقابلہ کروں۔

بنو امیہ کا یہ شعار تھا کہ وہ ترغیب و مکاری سے جس طرح بھی ممکن ہوتا حریف کے آدمیوں کو توڑنے اور ان کے اندر تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور اس مقصد کے لئے وہ بے دریغ روپیہ بھی خرچ کر ڈالتے جسے توڑتے اسے عرش عزت پر بٹھاتے تاکہ اس کی مثال دوسروں کے لئے وجہ ترغیب بنے ہر موقع پر انہوں نے یہی کیا اور یہی ان کی کامیابی کا گر تھا جنگ صفین کے موقع پر بھی انہوں نے یہی حربہ استعمال کیا کوفیوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر ساتھ ملا لیا تھا اب ان کی یہ سعی ہوئی کہ حضرت علی کے جو اور چار فرزند امام حسین کے ساتھ ہیں۔ انہیں بھی توڑ کر امام حسین کی قوت کو کمزور کیا جائے اس مقصد کے لئے شمر کو آلہ کار بنایا کیونکہ اس کی بہن حضرت علی کے حبالہ عقد میں تھی۔ یہ لعین حضرت عباس کا حقیقی ماموں تھا اسے ابن زیاد نے لکھا کہ وہ تمہارے بھانجے ہیں۔ عدیم النظیر بہادر ہیں جس طرح بھی ممکن ہو انہیں توڑ ڈالو۔ چنانچہ شمر مردود نے فرزندان علی المرتضٰی حضرت جعفر۔ عبداللہ اور عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنے پاس بلایا۔ دولت سے مالا مال کرنے کا جھانسہ دیا۔ ابن سعد سے امان نامہ بھی لکھوا دیا مگر ان کے قلوب پر خلوص میں ایمان کے چراغ اپنی پوری لمعانیوں کے ساتھ روشن تھے انہوں نے جواب دیا کہ اے ظالم ہمیں ابن سعد کی امان سے اللہ کی امان نہایت محبوب ہے۔ صرف تمہاری غیرت نے یہ گوارا کیا ہے کہ تم نواسہ رسول کے مقابلے پر نکل کر اپنے دین و ایمان کی بربادی کر رہے ہو، ہم کسی حالت میں بھی اپنے بھائی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔

شمر لعین کو عباس علمدار کا دندان شکن جواب

شمر لعین کے بھانجوں اور علی المرتضٰے کے فرزندان میں حضرت عباس علمدار سب سے زیادہ دلیر قوی اور با غیرت جوان تھے۔ جب آپ کو اس لعین اعظم کی چالبازی کا علم ہوا تو غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوا کہ ایک تیر کلیجہ پر لگا ہے۔ وفورِ جوش سے جسم کانپنے لگا۔ فرمایا او بد لگام کیا بکتا ہے کیا تو شیطان بن کر میرے ایمان کی آزمائش کے

Marfat.com

لئے آیا ہے، تو نے ہم میں منافقت ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ پیش دستی خاندانِ ہاشم کا شیوہ نہیں۔ ورنہ جی تو چاہتا ہے کہ ابھی سے

اس تفرقہ سازی کا مزہ تجھ کو چکھا دوں
ہے شمر کے شمشیر کے شعلے سے جلا دوں
جوں حرف غلط دفتر عالم سے مٹا دوں
ایک حملہ میں اس شام کے لشکر کو بھگا دوں
واقف نہیں کیا رتبہ سے اولادِ علی کے
ظالم تیرے منہ پر یہ سخن بے ادبی کے
روشن ہو میرا امام مجھے شمع امامت
لے سر ہوں وہ بہنوں میں سرکار کا خلعت
ہو بادشاہ یثرب و بطحا کی شہادت
تب مجھ کو ملے شہر و مدینہ کی حکومت
تحقیر یہ منصب و جاگیر نہیں ہے
پھر خاک ہے دنیا میں جو شبیرؑ نہیں ہے
خلعت تیرا کیا چیز ہے او ظالم بے پیر
ہاں حلّہ فردوس ہے اور دامنِ شبیرؑ
مختار ہیں کوثر کے ہماری ہے یہ توقیر
منصب ہے غلامی شہِ خلد ہے جاگیر
کچھ حشمتِ ظاہر کی ہمیں پرواہ نہیں ہے
واں دولت دنیا ہے تو یاں دولت دیں ہے
فرزند گرامی میرا اکبر پہ تصدّق
چھوٹا میرا بیٹا علی اصغر کے تصدق
زوجہ میری شبیرؑ کی خواہر پہ تصدّق
سارا میرا گھر فاطمہ کے گھر پہ تصدّق

Marfat.com

سو جان گرامی سرِ شبیرؑ کے صدقے
عباس علی دختر شبیرؑ کے صدقے

شمر لعین نے جب حضرت عباس علمدار کی ایمان افروز اور پر جوش تقریر سنی تو سناٹے میں آ گیا اور ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ یہ شاہین جال میں پھنسنے والے نہیں ہیں۔

مہلت ایک رات کی جب محرم الحرام شریف کی نویں تاریخ آئی تو ابن زیاد نے ابن سعد کی طرف ایک سخت حکم نامہ جاری کیا جس کی عبارت یوں تھی اے ابن سعد اگر تو نے مستعدی سے کام نہ لیا اور جنگ میں دیر کی تو تیرا گھر کھدوا کر پھینک دوں گا، تیری بیوی اور بچوں کو زندہ درگور کر دوں گا۔ ابن سعد یہ فرمان سن کر خوفزدہ ہو گیا۔

اگرچہ شام ہونے کو تھی لیکن ابن سعد نے اسی وقت اپنی فوج کو حملہ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اس روز اتفاق سے امام عالی مقام کی آنکھ لگ گئی تھی۔ چند جانثاروں نے جب یزیدی فوج کو پیش قدمی کرتے ہوئے دیکھا تو امام عالی مقام کو بیدار کیا، امام عالی مقام نے فوج کی پیش قدمی کی وجہ دریافت کرنے کے لئے حضرت عباس علمدار کو بیس سواروں کی معیت میں روانہ کیا جب حالات کی اچانک تبدیلی کا انکشاف ہوا تو آپ نے ابن سعد سے کہا کہ مجھے جنگ سے احتراز نہیں لیکن ایک گذارش ہے ابن سعد کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا اگر ممکن ہو تو صرف ایک شب کی مہلت دے دو۔ یہ شب عاشورہ ہے۔ جسے ہم عبادات و نوافل میں گزاریں گے اور اپنے اللہ سے توبہ و استغفار کریں گے ابن سعد کو ایسا تو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فوج کی رائے دریافت کی تو ملعون شمر فوراً چلا اٹھا۔ کہنے لگا ہم ایک شب کیا ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دیں گے۔ یہ سن کر ابن شعبان کندی اور بقول بعض عمرو بن حجاج کی غیرت نے جوش مارا اور شمر ملعون سے کہا تجھے شرم نہیں آتی حالانکہ تو ان کا فر ہی رشتہ دار بھی ہے۔ تیری قساوت قلبی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ تم ابن رسول اللہ کو ایک رات کی مہلت دینا بھی گوارہ نہیں کرتے مجھے یقین ہے کہ اگر اس وقت مقابلہ پر رومی و چینی بھی ہوتے تو تم یقیناً مہلت دینے میں تامل نہ کرتے۔ میرے خیال میں اس پوری فوج میں سوائے تیرے اور کوئی متنفس نہ ہو گا۔ جسے ایک شب

Marfat.com

مہلت دینے میں اعتراض ہو۔ اتنے میں ساری فوج کے دلوں کی حالت بالکل بدل گئی۔ انہوں نے ہتھیار پھینک دیتے اور کہنے لگے ہم ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں گے۔ یہ دیکھ کر ابن سعد گھبرا گیا اور سوچنے لگا اگر میری فوج نہ لڑی تو سارا الزام مجھ پر عائد کیا جائے گا۔ اس نے اسی وقت ایک رات کی مہلت دے دی۔

شب عاشورہ میں اہل بیت کی کیفیّت

یہ رات بہت سے فضائل و برکات کی حامل ہے آپ نے اس رات کی تمنا صرف اور صرف اسلئے کی کہ اس میں ریاضت کا موقع مل جائے۔ ورنہ آپ کو اشتیاق سے ایک رات کی زندگی طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اب مسلمانوں نے اس بابرکت رات کو تازیئے نکالنے اور لہو بازی کے لئے وقف کر رکھا ہے یہ شب عاشورہ جس میں عبادت و ریاضت کرنے کی حرص ابن رسول اللہ کو ہوئی اور جس کی عظمت و تقدیس میں لے شمار احادیث و روایات مذکور ہیں یا یہ رات جس میں مولائے پاک نے بنی اسرائیل کو فرعونیت سے نجات دلائی۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کو مغفرت کا مژدہ سنایا، کیا یہ افسوسناک امر نہیں کہ مسلمان اس رات کی فضیلت کو نظر انداز کرتے ہوئے مولائے پاک کے عتاب کا موجب بنیں۔

شب عاشورہ اپنی تمام تر افسردگیوں حسرت بیزیوں کے ساتھ روئے زمین پر سیاہ ماتمی چادر بچھاتی ہوئی آئی۔ ہمراہیان اہل بیت کے علاوہ چادر تطہیر کی مالکہ بیبیاں اور گلستان رسالت کی معصوم کلیاں اپنی جانوں کی قیمت لگا کر لبادہ شہادت اوڑھنے کے لئے تیار ہو گئے ؂

ظاہر ہوا جب روز نہم ماہ عزا کا
لائی شب عاشورہ پیغام قضا کا
نرغہ شاہ بیکس پہ ہوا اہل جفا کا
ہمرشام کے مانند کھلا آل عبا کا

(لے۔ روضۃ الشہداء۔ مرج البحرین۔ سر الشہادتین۔ طبری۔)

Marfat.com

ہر ایک طرف غلغلۂ نوحہ گری تھا
فرزند ید اللہ چراغ سحری تھا

لجام شاہ دیں۔ نواسۂ ختم المرسلین، فرزند علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام عالی مقام نے نماز عشاء ادا کی اور خیمہ اہل بیت کی طرف تشریف لے آئے۔ سیدانیاں عالم یاس میں سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ ماں کی آغوش میں جب ششماہی علی اصغر شدت پیاس سے ایڑیاں رگڑتا۔ تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ بیمار زین العابدین کو تشنگی بجھانے کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ زینب کا شدت غم سے برا حال ہو رہا تھا۔ معصوم سکینہ نے جب پدر عالی کی صورت دیکھی تو پیاس سے لڑکھڑاتی ہوئی بستر سے اٹھی اور سمجھی کہ شاید والد بزرگوار میرے لئے پانی لے آئے ہیں، چار سالہ بچی پدر خوشخصال کے دامن عبا کو پکڑ کر ناز سے پوچھتی ہے۔ میرے اچھے ابا جان کیا آپ میرے لئے پانی لائے ہیں؟ میرا تو پیاس سے بُرا حال ہو رہا ہے امام عالی مقام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے میری پیاری سکینہ پانی تو نہیں ملا آؤ میری زبان چُوس لو۔ شاید کچھ تسکین ہو جائے۔ سکینہ عرض کرنے لگی۔ اچھے ابا جان آپ کی زبان تو خود ہی خشک ہو رہی ہے۔ کانٹے پر کانٹے پڑے ہوئے ہیں۔

میرے اچھے ابّا جان آپ تو کہتے تھے کہ دادا جان علی علیہ السلام کوثر سے پانی پلائیں گے۔ آج تیسرا دن ہے۔ شدت پیاس سے برا حال ہو رہا ہے۔ دم نکلا جا رہا ہے۔ کیا جب میں مر جاؤں گی۔ تب دادا جان حوض کوثر سے پیاس بجھائیں گے؟

چچا عباس سے کہا ہے کہ اے اچھے عمو جان ذرا آپ ہی چشمۂ کوثر کو تلاش کریں۔ اور دادا جان سے پانی لائیں تو انہوں نے کہا ہے کہ بیٹی صرف آج کی رات ہے۔ کل ہم خود بخود لب کوثر پہنچ جائیں گے۔ اے میرے اچھے ابا جان پیاس سے مری جا رہی ہوں۔ جہاں سے ممکن ہو تھوڑا سا پانی لا دو۔ ابا جان وہ سامنے نہر کا پانی لہرا رہا ہے اور پھر اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ وہ سامنے نہر پر پہرہ دار کھڑے ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہیں۔ آپ ان سے کیوں جا کر پانی نہیں مانگتے؟ اگر ان سے کہیں تو وہ خود ہی مشکیزے بھر کر

Marfat.com

ہمارے خیمہ میں چھوڑ جائیں گے۔ ذرا اٹھئے اور ان تک جانے کی تکلیف تو گوارہ کریں۔
معصوم بچی کی یہ دلسوز تقریر سن کر پدر خوشخصال کا دل بھر آیا۔ بیٹی کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اور کہا پیاری سکینہ میں ان لوگوں سے پانی نہیں مانگوں گا۔ یہ لوگ تو خود ہمارے گھر کے بھکاری ہیں۔ تمہارے عمو عباس نے سچ کہا ہے کہ ایک رات کی بات ہے ہم کل چشمہ کوثر کے کنارے ہوں گے، اور تم خوب سیر ہو کر حوض کوثر کا میٹھا میٹھا پانی پی لینا۔

آپ نے معصوم سکینہ کی زلفوں پر فرطِ شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کرتے کا گریبان کھول دیا۔ معصوم بچی نے کہا ابا جان آپ میرے سر پر اس طرح ہاتھ کیوں پھیر رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم مکہ معظمہ سے یہاں آ رہے تھے اور راستہ میں چچا مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو ملی تھی تو آپ نے ان کی بیٹی کے سر پر بالکل اسی انداز سے ہاتھ پھیرا تھا۔ اس کے کرتے کا گریبان اسی طرح چاک کیا تھا۔ ہے ہے ابو جی سچ بتاؤ کہ کیا میں بھی یتیم ہونے والی ہوں؟ جلدی بتایئے میں بہت گھبرا رہی ہوں۔ میرا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ میرے پیارے ابا جان آپ کو میری قسم سچ سچ بتاؤ آخر معاملہ کیا ہے"؟

معصوم بچی کی توتلی زبان سے یہ بھولی بھولی گفتگو سن کر امام عالی مقام کو یارائے ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی۔ فرمایا بیٹی گھبراؤ نہیں میں تمہیں یہاں یتیم چھوڑ کر ہرگز نہ جاؤں گا۔

بستر پر لیٹے ہوئے بیمار عابد کی پلک جھپکی۔ آنکھ کھل گئی۔ بولے پدرِ عالی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آخر کل کیا ہونے والا ہے؟ حضرت امام عالیمقام تو خاموش رہے لیکن دکھوں کی ستائی ہوئی زینب بولی بیٹا۔ شاہ بیکس و مظلوم کی اب الوداع ہے زین العابدین میں بستر سے اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ گردن پھیر کر والد بزرگوار کی جانب دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عرض کی ابا جان میں بیمار ہوں۔ بستر سے اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن وقت آنے پر ان لعینوں کو بتا دوں گا کہ خاندان نبوت کا ایک نحیف و نزار بیمار بھی شامی روباہوں کے لئے شیر ژیاں ہے۔ میں فاتح خیبر۔ قاتل مرحب کا پوتا ہوں۔ میرے کمزور بازوؤں میں مولا کریم نے اتنی قوت رکھی ہے کہ جو

Marfat.com

تشفی آپ کو نگاہ گرم سے دیکھے گا اس کی آنکھیں نکال سکتا ہوں۔ شیر خدا کا پوتا گلستانِ مصطفوی کا خزاں رسیدہ پھول عابد بیمار جوشِ شجاعت سے اٹھنے لگا۔ امام عالی مقام نے آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا اور فرمایا جان پدر غصہ نہ کرو تم بیمار ہو۔ تمہاری طبیعت پر برا اثر پڑے گا تم تو میرے بعد وارث آلِ عبا ہو تم سے میری نسل چلے گی اور سلسلہ امامت جاری ہو گا۔ تمہیں تو میں کسی صورت میں بھی ان لعینوں کے مقابلے کے لیئے نہ بھیجوں گا۔ آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بیمار زین العابدین بولے۔ ابا جان تو کیا میں منصب شہادت سے محروم رہوں گا۔ یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں نے ساون بھادوں کی جھڑی لگا دی۔ امام پاک نے وفور شفقت سے بیمار عابد کی پیشانی کو چوما اور فرمایا بیٹا رونا بند کرو۔ تمہارے رونے سے میرا دل رزتا ہے۔ پھر فرمانے لگے۔

لو ملک امامت کی امیری ہو مبارک
زنداں بھی، یتیمی بھی اسیری ہو مبارک
اب تک تو تھا میں عزت اطہار کا سردار
اب ہو گئے اسیروں کے تمہی قافلہ سالار

فرمایا اے زین العابدین تم خوش نصیب ہو کہ دنیا میں سلسلۂ امامت جاری کرو گے۔ اور تمہاری نسل سے شہدائے کرام اور اولیائے عظام کا سلسلہ لامتناہی جاری رہو گا۔ جس کے چشمہ فیض سے دنیا اپنی تشنگی بجھائے گی۔ اس کے بعد امام عالی مقام نے فرمایا کہ اگر میرے حصہ میں شہادت اور علی اکبر کے حصہ میں تیر و سناں۔ تو میرے عابد تیری اسیری بھی شہادت سے کم نہیں کیونکہ ؎

جو نیزہ میں آہن وہی تیر میں آہن
جو تیغ میں آہن وہی زنجیر میں آہن

شبیہہ مصطفےٰ علی اکبر اور نشانی حسن حضرت قاسم شوقِ شہادت سے جھوم رہے تھے۔ عباس علمدار کا کلیجہ ایک طرف تو پیاری سکینہ کی المناک تشنگی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا تو دوسری طرف اس بات کی خوشی تھی کہ کل تیغ ہاشمی کے جوہر دکھانے کا موقع

Marfat.com

ملے گا اور پھر نانائے پاک جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ والد محترم حضرت علی اور خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کی محفل نصیب ہو گی۔

خیمے کے ایک کونے میں مظلومہ زینب اپنے کمسن بچوں کو گود میں لئے ہوئے انہیں یہ سمجھا رہی تھیں کہ پیارو میں جانتی ہوں کہ ابھی تمہاری عمریں بہت چھوٹی ہیں۔ اور تم اس قابل نہیں کہ اشقیا کے مقابلے پر جا سکو تاہم یہ نہ بھولنا کہ تم جعفر طیار کے پوتے ہو اپنے پیارے ماموں پر جان قربان کرنا۔ حضرت امام عالی مقام نے اہل بیت کو صبر و رضا کی تلقین فرمائی اور خیمہ سے باہر تشریف لے آئے۔ جانثاروں کو جنگ کی تیاری کا حکم فرما دیا۔ کوئی ہتھیار صاف کرتا۔ کوئی اپنے کپڑے درست کرتا کیونکہ کل دولہا بن کر حوروں کے سامنے جانا ہے۔ آپ نے چند مجاہدین کو خیمہ اہل بیت کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا تاکہ جنگ خیمہ سے دور رہے اور حیادار بیبیاں بے پردہ نہ ہوں، اس کام سے فارغ ہو کر آپ ایک الگ کونے میں بیٹھ کر عبادات و اوراد میں مشغول ہو گئے۔ جب رات آدھی سے زیادہ گزری۔ تو آپ پر حالت استغراق طاری ہو گئی اور آنکھیں سو گئیں لیکن قسمت جاگ اٹھی۔ خواب میں نانائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ نانائے پاک بمع ملائکہ تشریف فرما ہیں اور میں چھوٹا سا بچہ ہوں۔ مجھے آپ نے گود میں لے لیا پیشانی پر بوسہ دیا۔ سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا اے حسین مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ عدوئے دین تجھے قتل کرنے پر تلے ہوتے ہیں اور اہل بیت کے پودے کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپے ہیں۔ اے حسین تو صبر کرنا شہادت کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اے حسین جلدی آ۔ جنت تیرا انتظار کر رہی ہے۔ تیرے ماں باپ باب بہشت پر کھڑے تیرا انتظار کر رہے ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ اور سر پر اپنے ہاتھ مبارک رکھے اور یہ دعا فرمائی۔ (اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْن صَبْراً وَّ اَجْراً) اے میرے اللہ میرے حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔

اس کے بعد آپ نے یہ بھی دیکھا کہ بہت سے کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے اور ان میں سے ایک ابلق مجھ سے آگے بڑھ گیا ہے۔ پھر صبح اٹھے اور اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ میرا

(سلہ مرج البحرین منقتل نور الآئمہ۔ للخوارزمی۔)

Marfat.com

قاتل ابلق ہو گا۔

شہادت کی المناک صبح

سرخیلِ اہل بیت و عترت، جو یائے حقیقت، سید الشہداء حضرت امام عالی مقام نے ساری رات عبادت میں گزاری جب آسمان پر سپیدہ نمودار ہوا تو آپ نے فرزندِ ارجمند سیّدنا علی اکبر کی جانب دیکھا اور ے

فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیٹا!
لو اٹھو اذاں دو کہ شب آخر ہوئی بیٹا

سیدنا علی اکبر شبیہہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی۔ علی اکبر کی پُرسوز و دلپذیر آواز سن کر آواز مصطفےٰ یاد آگئی۔ مجاہدین نے جب شہزادہ علی اکبر کی آواز کو سُنا۔ تو نماز کی ادائیگی کے لئے حسب دستور پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تشنگی بجھانے کے لئے تو ایک قطرہ آب نہ ملے۔ تو وضو کرنے کے لئے پانی کہاں تھا۔ چنانچہ ے

تھا آب رواں بند جو اس فوج خدا پر
لوگوں نے تیمم کیا بس خاکِ جفا پر

قادرِ مطلق کی یہ قدرت کاملہ کی ایک واضح دلیل جو واقعہ کربلا سے ملتی وہ یہ ہے کہ مسلمان تو دونوں طرف تھے لیکن ان میں فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو صرف نام ہی کے مسلمان تھے لیکن دوسری جانب وہ مسلمان تھے جن کے متعلق قرآن نے کہا کہ (یا ایھا الذین آمنو) ایک طرف کے مسلمانوں نے شراب و کباب میں رات بسر کی لیکن دوسری طرف کے مسلمانوں نے عبادات و نوافل میں رات گزاری۔ اب ایک طرف کے مسلمان ابھی نماز فجر سے فارغ نہیں ہوئے کہ دوسرے مسلمانوں نے اپنی فوجیں میدانِ جنگ میں جمع کرنی شروع کر دیں۔ اور مبارزت طلبی کی اور شرارِ بولہبی چراغ مصطفوی کو بجھانے کے لئے شعلہ زن ہو گیا ے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

Marfat.com

سید الشہداء اتمام حجت کے لئے میدان میں

جنگ وطبل کی آواز، برہنہ تلواروں کی آب وتاب اور دشمنانِ اہل بیت کے غرور ونخوت کا جب امام عالی مقام نے ملاحظہ فرمایا تو اتمام حجت کے لئے میدان کارزار میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تشریف لائے آپ ایک اونٹنی پر سوار تھے۔ سر اقدس پر نانائے پاک کا عمامہ تھا۔ حضرت امام حسن کا پٹکہ زیب کمر تھا۔ حضرت امیر حمزہ کا خود پہنے ہوئے تھے۔ حضرت جعفر طیار کا ترکش شانے سے لٹکایا ہوا تھا اور ذوالفقار حیدری کمر سے باندھی ہوئی تھی۔

میدانِ کارزار میں آکر آپ نے اعدائے دین کو مخاطب کیا اور ایک خطبہ پڑھا۔ جس کی یاد رہتی دنیا تک یاد رہے گی فرمایا۔

تعدیتم یا شر قوم بغیکم ... وخالفتموا فینا النبی محمدا

اما خیرا لخلق اوصاکم بنا ... اما کان جدی خیرۃ اللہ محمدا

اما کانت زہراً امی ووالدی ... علی اخ خیر الانام محمدا

لعنتم واخزیتم فنزلیتم ... سیصلون نارا حرہا قد توقدا

ترجمہ: اے بدترین قوم تونے دنیا میں افضل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت سے انحراف کیا جو ہمارے متعلق تھی۔ تم اس جرم بغاوت میں عذاب عظیم میں مبتلا ہوئے۔ کیا ہمارے نانائے پاک برگزیدہ پیغمبر نہیں۔ کیا سیدہ فاطمۃ الزہرا ہماری والدہ ماجدہ نہیں؟ اور کیا محبوبِ خدا کے بھائی حضرت علی ہمارے والد محترم نہیں؟ اس وقت سے ڈرو جب بروز قیامت میری ماں فاطمۃ الزہرا باپ علی المرتضیٰ اور نانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا دامن پکڑیں گے۔ اس وقت تم کیا جواب دو گے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لشکر اشقیاء مجھے معلوم ہے کہ تم حرص دنیا میں گرفتار ہو کر احکام خداوندی سے انحراف کر رہے ہو۔ میں تمہیں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ اب بھی اپنی غلط کاریوں سے باز آجاؤ گناہوں سے توبہ کر لو۔ ورنہ خدائے قہار وجبار ناراض ہو

Marfat.com

کر تم پر عذابِ الیم مسلط کرے گا۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں کہ میرے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگ کر خدائے قہار کی ابدی لعنت مول نہ لو۔ اور قوم ظالمین کے لعنتی زمرہ میں شامل نہ ہو۔ مجھے خلافت و امارت کا بالکل شوق نہیں۔ میں اب بھی تمہارے سامنے دو صورتیں رکھتا ہوں۔ اوّل یہ کہ مجھے حجاز واپس جانے دو اور دوئم یہ کہ اگر میرے وہاں جانے میں تمہیں کچھ اعتراض ہو تو مجھے کسی دوسرے ملک میں چلے جانے دو۔

میں نے یہ تمام باتیں تمہارے سامنے بطور اتمام حجت پیش کر دی ہیں تاکہ بروز قیامت خدا کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔ امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر لشکرِ اشقیا خاموش ہو گیا لیکن ابن سعد شقی نے بلند آواز سے کہا کہ اے حسین ہم تمہارے حسب و نسب، شان و شوکت، جاہ و حشمت سے بخوبی واقف ہیں لیکن ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ تم خلیفۂ وقت یزید کی بیعت کر لو۔ ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ آپ نے یہ جواب سن کر آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی اور کہا یا رالٰہ تو جانتا ہے کہ میں نے ان اشقیا کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب ان کا معاملہ میں تیرے سپرد کرتا ہوں ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

Marfat.com

حضرت حرؓ غلامی حسینؓ میں

حضرت امام عالی مقام کی اس تقریر دلپذیر سے سپاہِ شام بہت متاثر ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ابن سعد فوج کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور اپنی فوج کی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے لوگو۔ امام حسین کی کوئی بات نہ سنو۔ ان کی زبان میں جادو ہے۔ فصاحت و بلاغت ان کے گھر کی لونڈی ہے۔

حر بن یزید ریاحی اس موقع پر بے خود ہو گیا۔ اور ابن سعد سے کہنے لگا کہ جب امام حسین نے ہمارے سامنے دو صورتیں رکھ دی ہیں تو پھر ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگنے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ انہیں کسی دوسرے مقام پر جانے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت حر کی یہ گفتگو سن کر شقی ابن سعد گرج کر کہنے لگا۔ اے حر تمہیں ریاست و ملازمت کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ شمع رسالت کا پروانہ جوش میں آ گیا اور کہنے لگا میں نواسۂ رسول فرزند بتول پر ایسی لاکھوں ریاستیں اور ملازمتیں قربان کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت حر نے ایک نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دوڑ کر امام عالی مقام کے قدموں پر گر پڑے، حضرت حرؓ کی یہ جانثاری دیکھ کر ان کے بھائی بیٹے بھانجے اور دیگر احباب جن کی تعداد کم و بیش تیس یا چالیس بیان کی جاتی ہے۔ سب کے سب امام پاک کے قدموں میں گر پڑے اور کہنے لگے[1]

روشن از پر تو رویت نظرے نیست کہ نیست
منت خاک درت بر بصرے نیست کہ نیست

---

[1] نور العین، مقتل نور الائمہ، اللخوارزمی، مرج البحرین۔

Marfat.com

آغازِ جنگ

Marfat.com

اُفقِ کربلا پر آفتابِ خُونیں کا طلُوع

آکاش پر مہر عالمتاب نے طلوع ہو کر آج سے قبل کتنی مرتبہ اپنی تابانیوں اور ضوفشانیوں سے عالم رنگ و بو کو لاکھوں مرتبہ منور و تاباں کیا ہو گا اور اس کی ضوفشانیوں کا سامنا ہر دور کے یزیدی ظلم اور حسینی مظلومیت سے پڑا ہو گا مگر آج ۶۱ھ میں محرم الحرام کی دسویں تاریخ کا مہر عالمتاب جب طلوع ہوا تو اس پر ایک کیفیت ارتعاش طاری تھی۔ غم و اندوہ سے اس کا روشن چہرہ افسردگیوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ بلند ہوتا تھا مگر نہ ہوا جاتا تھا۔ نکلتا تھا مگر قدم ڈگمگا رہے تھے اس میں تاب و تواں نہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے وہ قیامت دیکھ سکے۔ جس کا شور سنتا ہوا وہ سر باہر نکال رہا تھا جس کے دیکھنے کے لئے نہ اس میں طاقت تھی اور نہ سکت، ہستی اور پھر وہ ہستی جو اعلیٰ ترین اعظم ترین ہستی تھی جس سے زیادہ وہ مقدس جس سے زیادہ اشرف جس سے زیادہ برتر جس سے زیادہ شریف و مبارک جس سے زیادہ متقی و پرہیزگار جس سے زیادہ دلاور و جنگجو و جامع الصفات محبوب و عزیز اس وقت اس عہد میں ربع مسکون پر موجود نہ تھی۔ جو پیغمبروں کے سردار کا نواسہ، جو ختم الانبیاء کی پیاری بیٹی خاتون جنت کا لال جو شیر خدا کا نور نظر تھا آج وہ شہید ہونے والا تھا۔ جو ریحان رسول اور جنتی جوانوں کا سوار تھا۔ وہ شہید ہونے والا تھا اور ہائے آپ وہ نانا شہید ہونے والا تھا جس کا نانا شہید عالم تھا جس کا والد پوری دنیا تے عالم کا واحد فرمانروا تھا اور جو دوش پیغمبر کا سوار تھا۔ وہ خاک و خون میں تڑپنے والا تھا۔ اس کی نورانی نعش گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کی جانے والی تھی، اس کے جگر پارے اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے جانے والے تھے اس کے جان سے عزیز رفقاء کی بھری جوانیاں اس کی کھلی آنکھوں خاک میں ملنے والی تھیں۔ اس کا جان و مال لٹنے والا تھا اس کی خاتونانِ حرم بے حرمت ہونے والی تھیں۔ گویا اس پر قیامت ٹوٹنے والی تھی کہاں سے جگر میں اتنی طاقت لاتا جو اس منظر کو دیکھتا۔ صبح صبح امید نہیں تھی بلکہ صبح محشر تھی۔ یہ دن عید کا دن نہیں تھا بلکہ ایسا دن تھا جیسا دن نہ اس نے اس سے پیشتر

Marfat.com

دیکھا اور نہ کبھی دیکھنے کا تصور ہی کیا تھا اس نے سنا تھا اب دیکھا کہ جن وانس اور فرحوش وطیور تک ایک سناٹے میں آ گئے ہیں۔

ملائکہ قدس میں ایک شور شیون و فریاد برپا ہے۔ فرش سے لے کر عرش تک اور عرش سے لے کر لامتناہی بلندیوں تک ہر ذرہ ہر حصہ، ہر کل، ہر جز مضطرب ہے، پریشان ہے، پشیمان ہے۔ سراسیمہ ہے، مبہوت ہے کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ وحوش متحیر تھے کہ یہ انسان ہیں یا کسی خاص حصۂ مشوم کی جدید۔ شیطانی ذریت ہیں، درندے متعجب تھے کہ ہماری خصلتوں سے بھی زیادہ چیرنے پھاڑنے والی یہ جدید نام نہاد انسانی مخلوق کس طرح پیدا ہو کر اس میدان میں جمع ہو گئی ہے۔ سانپوں میں بچھوؤں میں ڈسنے والے کیڑوں میں جابجا سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ ہماری گزیدگی اور خو تے اذیت رسانی پر اعتراض کرنے والے انسانوں میں یہ کونسی عفریتی نسل پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی تمام حیات فنا اور تمام جذبات معدوم ہو چکے ہیں۔

پتھروں کے سینوں کے اندر شعلے اٹھ اٹھ کر بیٹھ رہے تھے۔ دریا اپنی روانیوں کو بھول گئے تھے۔ عالم رو بہ بدی میں ٹھنڈی آہوں کی آندھیاں برپا تھیں۔ بلند و بالا درخت سر جھکائے کھڑے تھے آسمان نیلا پڑ گیا تھا۔ بحر و بر میں غل پڑا ہوا تھا۔ ریگستانوں کا ذرہ ذرہ اپنا سر خ کھینچ رہا تھا اور بس نہ چلتا تھا، کہ کس طرح وہ باہم پتھروں کی شکل اختیار کر کے ان اشقیا پر ٹوٹ پڑیں۔ جنات کے گروہ در گروہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کر رہے تھے کہ شاہا اجازت دیجئے کہ ہم ان ملعونوں کے سر باہم ٹکرا کر چور کر دیں۔ مؤکلات کے انبوہ در انبوہ اجازت مانگ رہے تھے کہ حکم ہو تو ہم سب ابلیسانِ وقت کو اٹھا کر بحر سرخ میں پھینک دیں۔ بظاہر تو کسی کو نظر نہ آئے مگر یہ حقیقت تھی کہ بباطن ہر مخلوق حاضر ہو کر اپنی خدمت پیش کر رہی تھی۔ ذرہ ذرہ آپ کے لئے پریشان اور آپ کی امداد کے لئے آمادہ تھا لیکن آپ راضی برضا تھے۔ خود یہ قدرت اور طاقت تھی کہ ایک نگاہِ کرم سے اشقیا کو بھڑکتے ہوئے شعلوں کی صورت میں منتقل کر کے آن کی آن میں خاک کا ایک تودہ بنا دیتے لیکن آپ نے اپنی تمام عارضی

Marfat.com

تو انہیں اپنی تمام تر صوفیانہ قدریں اپنی تمام تر پر جلال کرامتیں اپنے سینہ کے نہاں خانہ میں مخفی رکھی تھیں رب کو شکریہ کے ساتھ جواب دیتے گئے کیونکہ کسی سے کام نہ لینا چاہتے تھے اپنی طرف سے کچھ کرنا نہ چاہتے تھے۔ خود کو مرضی الٰہی کی رو میں ڈال دیا تھا وہ جدھر چاہے بہا کر لے جائے۔ کچھ ہو باطل کے سامنے گردن نہ جھکائیں گے۔ دنیا کے سامنے شعلہ بولہبی اور چراغ مصطفوی کی رزمی ستیزہ کاری میں حق کی صداقت شعاری اور باطل کی لغو کاری کا ایک منظر پیش کر جائیں گے۔ فرزندان توحید کے حق پرست، حق پروردہ اور حق دوست گروہ کے سامنے یہ نمونہ پیش کر جائیں گے کہ باطل سے نہ دبنے والے لوگوں کا امتحان سو بار نہیں، لاکھ بار کیا، کروڑ بار بھی کر لیا جاتے۔ آزمائش کے آتشیں سمندر سے بھی گزار دیا جائے، خانماں برباد کر دیا جاتے۔ دنیا کی ہر نعمت سے محروم کر دینے کا اعلان کر دیا جائے اس کے رفقار کے سینے اس کی آنکھوں کے سامنے چیر کر رکھ دیئے جائیں۔ ان پر ہر امکانی مصیبت ہر امکانی اذیت ہر امکانی قیامت مسلط کر دی جائے۔ ان پر ان کی نیند، ان کا چین، ان کا آب و دانا سب کچھ حرام کر دیا جائے۔ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا کر رکھ دیئے جائیں۔ جب بھی وہ باطل کے آگے سر تسلیم خم نہیں کریں گے اور ان کا سر کبھی غیر کے آگے نہ جھکے گا اور ہر لمحہ ہر لحظہ زبان پر یہ ہوگا۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہیں ہم
سو بار چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اس وقت آپ نے اپنے ہمراہیان سے بطور اتمام حجت یہ فرمایا کہ اے میرے ساتھیو، تم نے جان لیا ہے کہ جنگ ناگزیر ہو چکی ہے اور چراغ مصطفوی کو گل کرنے کے لئے بولہبی شرار چمکنے لگے ہیں۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں۔ جو میرے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جانثاری پر آمادہ ہوا۔ وہ رہے اور جس کو واپس جانا ہے وہ جا سکتا ہے۔ سب نے بیک زبان عرض کی اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ہمیں حضرت موسیٰ کی قوم سمجھا ہے جو یہ کہتی ہے کہ (اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ) تو اپنے رب کو ساتھ لے جا ہم یہاں سے نہ ہلیں گے۔

Marfat.com

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگر جئیں گے تو حق کے لئے اور اگر مریں گے تو حق کی عظمت کے لئے۔ ہمارے سر کٹ سکتے ہیں مگر دامن مصطفےٰ کبھی نہ چھوٹنے پائے گا۔

سر کٹے کنبہ مرے اور گھر لٹے
پر دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

رفقاء کرام کا یہ ولولہ انگیز جواب سن کر امام عالی مقام وجد میں آگئے اور رفقاء کی جانب باری پر سجدہ ریز ہو کر ذات احدیت میں شکر بجالائے اور (کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ) پڑھ کر اس مٹھی بھر لشکر سے فرمانے لگے۔

جس کام کو آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے
ہر چیز بگڑ جائے پر اسلام نہ بگڑے

مٹھی بھر پاکیزہ لشکر کی صف بندی

حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے بائیس ہزار کا لشکر جرار ڈیرے جمائے کھڑا تھا لیکن ادھر فقط ۷۲ جانثار تھے اور کوئی ہوتا تو اس بے پناہ فوج سے مقابلہ کرنے کا تصوّر بھی نہ کرتا مگر آپ کو فتح و شکست اور موت و حیات کی پرواہ ہی کب تھی۔ آپ کو تو صرف اپنے صبر و ثبات اور حق پرستی کا امتحان دینا تھا۔ یہ جرأت حق ہی کے اندر ہوتی ہے کہ صرف ۷۲ افراد بائیس ہزار سے ٹکرا کر جنگ بدر کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں موت حیات نظر آتی ہے۔

انہی (۷۲) بہتر جانثاروں کی فوج خالص جنگ و حربی اصولوں پر مرتب کی جاتی ہے۔ یہ جو کچھ کیا جا رہا تھا بے سود تھا لیکن بندوں کو اس سے کیا سروکار کہ نتیجہ موافق ہو یا مخالف انہیں تو کوشش سے کام ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں تدبیر اور زانوئے اشتر بند کے بعد توکل کا حکم دیا ہے، یہ نہیں کہ چودہویں صدی کے مسلمانوں کی طرح خود کو قسمت و تقدیر کے حوالہ کر کے یکسو ہو جاؤ اور ناکامی کا الزام صرف اور صرف تقدیر پر رکھ دو۔ سستی اور سہل انگاری کے شکار ہو جاؤ اور ناکامی کو اپنی غلطی کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے

تقدیر و قسمت کا نتیجہ سمجھو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھیئے کہ ناکامی اور شکست کو محسوس کر رہے ہیں لیکن پھر بھی دامنِ تدبیر ہاتھوں سے نہیں چھوڑتے۔

آپ نے فوج کے میمنہ پر حضرت قیس کو متعین کیا۔ میسرہ پر حبیب بن مظہر مقرر کیے جاتے ہیں اور قلب پر خود مامور ہوتے ہیں۔ خیموں کے گرد جو خندق کھدوائی گئی تھی۔ اس میں آگ روشن کر دی گئی جس کی وجہ سے کوئی شقی بھی خیمے کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ جب اس ننھے منّے لشکر کی صف بندی ہو رہی تھی۔ ملائکہ عالم وجد میں گویا ہوتے

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا ہے نرالا ہے
کہ اس لشکر کے اندر آپ کالی کملی والا ہے

لشکرِ یزید کی صف بندی ادھر سگِ دنیا، بدنہاد عمر و ابن سعد نے بھی اپنی فوج کی صف بندی کی۔ سب سے پہلے اس نے ہر ایک قبیلہ پر ایک افسر مقرر کیا اس کے بعد ظالم نے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ شمر ملعون کے سپرد ہوا اور سواروں کی قیادت عروہ بن قیس کے سپرد ہوتی ہے۔ پیدل دستہ کی کمان شبث بن ربعی کو دی جاتی ہے اور قلب میں خود شقی عمرو بن سعد کھڑا ہوتا ہے۔ چاروں طرف اپنے پرے جمائے ہوئے لشکر کو دیکھتا ہے اور خوش ہے کہ آج کون ہے جو اس لشکر کا مقابلہ کر سکے گا آج حسین اور اس کی ذریت کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اس انداز سے کہ دنیا میں اس کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہے گا آج کے بعد سے امیر المومنین یزید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائے اور حسین ابدی نیند سو جائے گا۔ اس کی ہرزہ سرائی پر ہاتف غیبی نے کہا تیرا گمان غلط ہے یاد رکھ لے۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

Marfat.com

رفقائے حسینؓ کے عدیم المثال مظاہرے

اسرار مشیت کا امین، کاشانۂ عظمت کا مکین، غازۂ رخسار عمل، مخزن اسرار ازل، ناز پروردۂ زہراؓ نواسۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے لشکر کو لے کر حضرت حرؓ کی معیت میں نعرہ ہائے تکبیر کی صدا ہائے بلند کے ساتھ صحرائے کربلا میں اعدائے دین کے مقابل سینہ سپر ہو گئے۔ تو سپاہ شام میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک طرف ہزاروں کی تعداد میں اعدائے دین عظمت اسلام مٹانے کے لئے صف بستہ تھے۔ تو دوسری طرف ۷۲ بہتر یا ۸۲ بیاسی افراد عظمت اسلام پر سر کٹانے کے لئے سینہ سپر تھے نہ اپنی قلت کا غم تھا نہ ان کی کثرت کا ڈر۔ ان کی نگاہ صرف خدا کی رضا پر تھی۔ ایسے متوکل اور راضی برضا کہ جان جوکھم کا معاملہ درپیش ہے مگر کیا مجال ان کے تیور میلے ہوں یا چتون بگڑے۔ وہ غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کارزار میں اس شعر کی تفسیر بن گئے ؎

نَحْنُ اُنَاسٌ لَا تَوَسُّطَ بَیْنَنَا !

لَنَا الصَّدْرُ دُوْنَ الْعَالَمِیْنَ اَوِ الْقَبْرُ

اچانک ابن سعد نے پہلا تیر چلا کر جنگ کا آغاز کیا اور بڑے فخر سے کہنے لگا۔ اے لوگو گواہ رہنا کہ حسین پر سب سے پہلے میں نے تیر چلایا ہے۔ خدا کی بے نیازی کا ملاحظہ ہو کہ یہ عمر در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم صحابی کا بیٹا ہے۔ جس کو ایک جہاد میں لڑتے ہوئے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ اُمِّی وَاَبِی) اے سعد کفار پر تیر چلا۔ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایران کو فتح کرنے والے۔ کسریٰ کا تاج چھین کر بادیہ نشینان اسلام کے قدموں پر لا ڈالنے والے عراق کے ظلمت کدوں میں توحید کی روشنی پھیلانے والے صحابی رسول کا بیٹا آج نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے فخر سے تیر چلا کر اسلام کی بیخ کنی کر رہا ہے۔

تاریخ اپنے اوراق کو دہراتی ہے کہ وہ باپ جسے حضور علیہ السلام نے جنتی ہونے کا خطاب دیا۔ اس کے گھر وہ بچہ پیدا ہوا جس کے ہاتھوں گلستان رسالت ویران ہوا۔

Marfat.com

کے گھر شیطان جنا۔ جنتی کی آغوش میں جہنمی پلا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آستین میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈسنے والے سانپ نے پرورش پائی۔

اللہ رب العزت نے سچ فرمایا۔ (یخرج الحیّ المیّت ویخرج المیّت من الحیّ) وہ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے اور فرمایا۔ (وتعزّ من تشاء وتذلّ من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیءٍ قدیر)

تو جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلت بخشے۔ خیر و برکت کا تو ہی والی ہے اور ہر شے تیرے قبضۂ قدرت میں ہے سے

نصیب اپنا اپنا مقام اپنا اپنا
کئے جا او مبخار و کام اپنا اپنا

شمع امامت کا پہلا پروانہ

اب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی اور عمر و لعین نے پہلا تیر چلا کر آغاز جنگ کیا۔ امام پاک اپنی صف میں واپس تشریف لائے اور اپنے جانثاروں کو بھی تیاری کا حکم دیا۔ سب سے پہلے دو آدمی لشکر اشقیاء سے (ہل من مبارز) کا نعرہ لگاتے ہوئے نکلے ان کا نام سالم اور یسار تھا۔ ان کے مقابلے کے لئے تنہا حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں نکلے اور ایک ہی وار میں یسار کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ سالم نے جھپٹ کر وار کیا حضرت عبداللہ کی دو انگلیاں کٹ گئیں لیکن آپ نے اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔ جب یزیدیوں نے دیکھا کہ ابتدا ر غلط ہوئی ہے۔ میدان میں پہلا خون تو ہمارا ہی گرا ہے۔ تو ایک نامور جرنل نے اپنے میمنہ کو حرکت دی اور سیلاب بن کر اس فوج مبارک کی طرف امڈ آیا۔ فدایان اہل بیت فوراً آگے بڑھے اور گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جو نیزوں کے تابڑ توڑ وار کئے تو گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے اور میمنہ فوج یزید کا ایک اہم حصہ تھا پیچھے ہٹنے اور راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ حضرت ابو وہب عبداللہ کلبی کئی یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے منصب شہادت پر فائز ہوئے اور میدان کربلا میں امام حسین علیہ السلام پر جانثاری کا شرف سب سے پہلے آپ ہی کو حاصل ہوا۔

لے طبری۔ نور العین، مقتل نور الائمہ للخوارزمی۔)

Marfat.com

جیالہ باوفا خاتون کا جذبہ جہاد

حضرت ابو وہب عبداللہ کلبی کی شہادت کے بعد آپ کی پاک دامن بیوی اُم وہب کے دل میں جذبۂ شہادت نے جوش مارا اشقیاء کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں اور تو کوئی ہتھیار میسر نہ آیا آپ نے خیمہ کی ایک چوب لی اور میدان جنگ میں تشریف لے آئیں۔ حضرت امام حسین نے آپ کو بہت روکا تو آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگیں۔ اے فرزند رسول اللہ اس لونڈی کو بھی اپنے قدموں پر جانثاری کا موقع دیجئے لیکن حضرت امام عالی مقام نے یہ فرما کر کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں اس نیک دل خاتون کو بمشکل واپس بھیج دیا۔

شب زفاف سے صبح فردوس تک

شمع امامت کے پہلے پروانے ابو وہب عبداللہ کلبی کے بیٹے حضرت وہب بن عبداللہ کلبی نے جب اپنے والد کو جنت الفردوس کو سدھارتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل میں رشک پیدا ہوا اور ارادہ کیا کہ حضرت امام عالی مقام سے اجازت لے کر وہ بھی جنت الفردوس کو سدھارے۔ اسی وقت اٹھے۔ ہتھیار لگائے۔ گھر سے نکلنے لگے کہ آپ کی نوبیاہتہ بیوی جس کی شادی کو ابھی سترہ دن ہوئے تھے۔ دامن گیر ہوئی۔ حضرت وہب نے اپنی نوبیاہتہ بیوی سے دامن چھڑاتے ہوئے فرمایا کہ کیا تو مجھے جنت الفردوس جانے سے روکتی ہے؟ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ تیری شادی کو ابھی سترہ دن ہوئے ہیں اور بحیثیت خاوند تیرا کوئی حق ادا نہیں کر سکا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ امام وقت اس وقت مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں اور اہل بیت کی عفت مآب بیبیاں رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ اس لئے سن لے کہ تم جیسی لاکھوں بیویاں امام پاک کے قدموں پر قربان کر سکتا ہوں تو نے میدان جہاد میں جانے سے مجھے روک کر انسانوں والا نہیں بلکہ شیطانوں والا کام کیا ہے بیوی قدموں پر گر پڑی اور رو کر کہنے لگی۔ اے میرے سرتاج آپ نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ میں نے آپکو اس لئے نہیں روکا کہ آپ اہل بیت پر قربان

Marfat.com

ہونے جا رہے ہیں بلکہ آپ سے اپنا حق اس طور مانگتی ہوں کہ جب آپ شہادت کے بلند مقام پر فائز ہو جائیں اور حوض کوثر پر آپ کی ملاقات خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ سے ہو تو انہیں میرا سلام عرض کرتے ہوئے کہنا کہ روز محشر وہ مجھے اپنے دامنِ عفت میں جگہ عطا فرمائیں۔ یہ کہہ کر بیوی نے خاوند کو الوداع کہا اور حضرت وہب نے میدان جہاد میں نکل کر پروانہ بن کر شمع امامت پر جان فدا کر دی اور عشق خود آگاہ نے منزلِ مقصود کی راہ پالی۔

راہروان راخستگی راہ نیست!
عشق ہم راہ ست و ہم خود منزل ست

Marfat.com

رفقائے حسینؓ کی حیرت انگیز جلاوت

عربی طریقِ جنگ کے مطابق ایک ایک آدمی بڑھتا اور مقابلہ کرتا رہا۔ جب حضرت وہب بن عبداللہ کلبی منصب شہادت پر فائز ہوئے تو لشکر اشقیاء میں سے یزید بن معقل ہل من مبارز کا نعرہ لگاتا ہوا میدان جنگ میں نکلا تو بریر بن حضر نے بڑھ کر ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اسے خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر اس کا ایک ساتھی رضی بن منقذ جھپٹا تو بریر بن حضر اسے بھی نیچے گرا کر سینے پر سوار ہو گئے اور اسے خنجر مارنا ہی چاہتے تھے کہ پشت کی جانب سے آ کر کعب بن جابر نے آپ کی پشت مبارک پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کی تاب نہ لا کر آپ جہان فانی سے دار باقی کو سدھارے۔

اس کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری میدان جنگ میں تشریف لائے اور کئی اشقیاء کو واصل جہنم کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کا ایک بھائی جو کہ لشکر اشقیاء میں شامل تھا۔ جب اس نے عمرو بن قرظہ کو خاک و خون میں لت پت ہوتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا اے کذاب ابن کذاب حسین تو نے میرے بھائی کو فریب سے قتل کروا دیا ہے لیکن اسی وقت اس کی بولتی ہوئی زبان کو حضرت ہلال مرادی نے بڑھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ یزید بن سفیان بھی اسی جوش میں آگے بڑھا اور وہ بھی ایک مجاہد کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا ایک اور ازلی شقی لاف زنی کرتا ہوا سامنے آیا اور ایک ہی وار میں مسلم بن عوسجہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا اور اسی طرح ایک ایک کر کے آتے رہے اور سر فروشانِ حسین دادِ شجاعت دیتے اشقیاء کو واصل جہنم کرتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوتے جاتے۔ اشقیاء کے لشکر سے ابن نمیر آگے بڑھا اور اس نے با آواز بلند کہ اے حسین تو امام وقت یزید کا باغی ہے، اس پر حضرت حبیب بن مظاہر برافروختہ ہوئے اور چلا کر فرمانے لگے او انسان نما ابلیس ابن رسول اللہ کو باغی کہتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے تلوار سونت لی یہ دیکھ کر شقی ابن نمیر نے آپ پر حملہ کر دیا اور گھوڑا دوڑا کر آپ کو پائمال کرنے کی کوشش کی حبیب بن مظاہر اس وقت پیدل تھے۔ اس کے گھوڑے کی زد سے بمشکل بچے اور غیظ

Marfat.com

میں آکر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور گھوڑے کے منہ پر فرطِ جوش سے اس زور کا طمانچہ مارا کہ وہ بدحواس ہو کر اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور ابن نمیر لڑکھڑا کر پشتِ زین سے پشتِ زمین پر آ رہا۔

حبیب بن مظاہر نے تلوار سونتی اور اس نامی جرنیل ابن نمیر کو خاک و خون میں لت پت کرنا ہی چاہتے تھے کہ اشقیاء چاروں طرف سے دوڑے اور حبیب بن مظاہر کو نرغے میں لے لیا آپ نے ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ان حملہ آوروں میں سے سینکڑوں اشقیاء کو واصل جہنم کیا اس دوران میں آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور ان ظالموں نے آگے بڑھ کر آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت حبیب بن مظاہر بہت بڑے بزرگ بڑے بہادر بڑے جانثار اور صاحب ہمت مرد تھے۔ ان کی شہادت سے حضرت امام کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ان کا ایک بازو کٹ گیا ہے۔ صدمہ ہوا اور اتنا کہ آپ ضبط نہ کر سکے۔ آنکھیں پُر آب ہو گئیں۔ حضرت مسلم بن عوسجہ کے بعد یہ ایک ایسے نامور بہادر کی شہادت تھی جو سینکڑوں کو واصل جہنم کر کے یہ کہتے ہوئے جام شہادت نوش کر گیا ؎

شیریں تراز حکایت ما نیست قصّہ!
تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

حضرت حُر رضؓ کی بہادرانہ شہادت

اب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تاثر و صدمہ کا یہ عالم تھا کہ خود میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن غلامان باوفا حضرت زہیر و حرؓ دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ حضور آپ ہمارے جیتے جی کبھی بھی میدان میں نہیں جا سکتے آپ سے اجازت لے کر یہ دونوں مجاہدین اکٹھے میدان میں نکلے اور اشقیاء کو پکارا۔ حضرت حر کو دیکھ کر یزیدیوں کے حوصلے پست ہو گئے کیونکہ آپ یزیدیوں کی فوج ہی کے رازدان اور بہت بڑے جرنیل تھے، ابن سعد نے حکم دیا کہ ان دونوں کے مقابلے کے لئے کم از کم دو سو آدمی جائیں۔ حکم پاتے ہی دو سو اشقیاء کے جم غفیر نے حملہ کر دیا یہ جانثاران اہل بیت ان کے

Marfat.com

حملوں کا برابر جواب دیتے ہوئے آگے بڑھتے گئے اور میدانِ کارزار میں شمشیر کے جوہر دکھا کر دادِ شجاعت دیتے رہے، جس طرف حضرت حرؓ کی تلوار چمک کر گرتی پرے کے پرے صاف ہو جاتے تھے۔ آپ نے یزیدیوں کے بڑے بڑے سرداروں کو واصل جہنم کیا جن میں یزید بن سفیان ایک بہت بڑا جرنیل شامل تھا ابن سعد نے جب جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو پانچ سو تیر اندازوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ حضرت حر کا جسم مبارک زخموں سے چُور چُور تھا۔ آپ گھوڑے سے گرنے لگے تو اپنے سامنے حضرت زہیر کے ٹکڑے اڑتے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت حضرت حُر پر غشی طاری ہو گئی۔ گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ اعدائے دین سر مبارک کاٹنے کی فکر میں تھے کہ امام عالی مقام دوڑتے ہوئے شہادت گاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور حضرت حر کو اٹھا کر خیمے میں لے آتے ہیں۔ آپ کا سر زانو پر رکھا۔ دامن سے پیشانی کا خون پونچھنے لگے کہ اتنے میں حضرت حر نے آنکھیں کھولیں تو اپنا سر فرزندِ رسول کی آغوش میں پایا۔ اپنے مقدر پر نازاں ہو کر زبان حال سے کہنے لگے ؎

تکیہ تیرے زانو کا میسّر ہوا آقا

ذرہ تھا یہ اب مہر منوّر ہوا آقا

یہ کہا اور زبان پر کلمہ پاک جاری ہوا۔ ایک ہچکی آئی اور حضرت حر نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون)

جانثارانِ حسین میں سے اس وقت تک کم و بیش ساٹھ پینسٹھ کے قریب منصب شہادت پر فائز ہو چکے تھے جن میں حضرت بلال نافع، حضرت حنفی، حضرت حبیب بن مظاہر، مسلم، ابو وہب عبداللہ کلبی حضرت وہب، حضرت حُرؓ، حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمان، حضرت سیف، حضرت مالک، حضرت حنظلہ، حضرت عمر، حضرت جبار بن حارث اور حضرت یزید بن ابی زیاد کے نام قابل ذکر ہیں۔

جانثاران میں سے صرف حضرت سوید باقی رہ گئے تھے۔

Marfat.com

حضرت سویدؓ کی شہادت حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد امام عالی مقام میں یارائے ضبط باقی نہ رہا۔ خون حیدری جوش میں آیا انتقام کی آگ بھڑکی اور چاہا کہ ان تمام لعینوں کو اسی وقت صفحۂ ہستی سے مٹا دوں۔ آپ خیمہ میں گئے۔ سامان جنگ سے لیس ہو کر ذوالفقار حیدری ہاتھ میں تھام کر گھوڑے پر سوار ہونے لگے کہ اتنے میں حضرت سوید دوڑتے ہوئے آئے اور قدموں پر گر کر عرض کرنے لگے۔ میرے آقا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس غلام کی موجودگی میں آقا کو ذوالفقار حیدری خون اشقیاء سے تر کرنے کی ضرورت نہیں۔

چہ حاجت تیغ شاہی راخون ہرکس آلودن
تو بہ نشین و اشارہ کن بچشم یا با بروئے

یہ کہا اور اجازت لے کر میدان کارزار کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت سوید جب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں جا رہے تھے تو بلند آواز سے قرآن پاک کی یہ آیات تلاوت کر رہے تھے۔

(رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ) اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر دے تو ہی ہمارا والی ہے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما۔ اشقیاء نے جب حضرت سوید کو دیکھا تو سب سے پہلے آپ کے مقابلے کے لیے پچاس سوار آئے جو آپ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے پھر ایک اور ریلا پچاس آدمیوں پر مشتمل آیا۔ آپ نے انہیں بھی واصل جہنم کیا۔ ابن سعد نے یہ دیکھا تو ایک سو تیر انداز پچاس شمشیر زن تازہ دم روانہ کئے۔ اس مرتبہ آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے۔ خون بہہ چکا تھا مگر جوش شہادت اور جذبۂ فداکاری اس قدر بڑھ چکا تھا کہ آپ ان سب پر شیر ژیاں کی طرح جھپٹے اور ان میں سے ساٹھ کو واصل جہنم کر کے گھوڑے سے نیچے گرتے وقت آپ نے خیمے کی جانب منہ کر کے (اَغِثْنِيْ يَا حُسَيْن) کہہ کر امام عالی مقام کو پکارا حضرت امام حسین میدان کارزار کی جانب دوڑے کہ آپ کے آنے سے پہلے اشقیاء نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ امام حسین آپ کی لاش کے پاس

Marfat.com

کھڑے اس پکار کا جواب دینا چاہتے تھے مگر مایوس کھڑے رہے، سوچنے لگے کہ سو بد نہیں کہاں ڈھونڈوں۔ کہاں پاؤں۔ آپ کی روح اعلیٰ علیین سے بولی۔

در جستجوئے ما نہ کشی زحمت سراغ
جائے رسیدہ ایم کہ عنقا نہ می رسد

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

Marfat.com

ریگزار نینوا میں خونِ اہلِ بیت کی ارزانی

سیدہ کے لال امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام جانثار ایک ایک کر کے منصبِ شہادت پر فائز ہو چکے تھے، گلستانِ فاطمہ کے مرجھائے ہوئے پھولوں اور کملائی ہوئی کلیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ تھا اور وہ تعداد میں صرف اٹھارہ یا اُنیس تھے۔ خاندان رسالت کے ان نونہالوں کو قربان گاہِ عشق و محبت میں پیش ہو کر اور عظمتِ اسلامی کی بھینٹ چڑھ کر خالق حقیقی کو راضی اور نانائے پاک کو شاد کرنا تھا اس وقت نہ کوئی مددگار تھا، جو حرم رسول کو اعدائے دین کی یورش سے بچائے اور نہ کوئی پُرسان حال جو دلاسہ دے کر سینے سے لگائے۔ حبیب بن مظاہر۔ زہیر بن قیس اپنی جانیں فدا کر چکے تھے۔ حضرت حر رضی اللہ عنہ خاک و خون میں تڑپ کر جذبۂ فداکاری دکھا چکے تھے۔ ایک روز کے دولہا وہب کلبی کی لاش یہ پیغام سنا رہی تھی کہ مسلمانوں کا دولہا اس طرح سنوارا جاتا ہے اور مہندی کی بجائے خون سے ہاتھ پیلے کر کے اس طرح شادی کی رسم پوری کی جاتی ہے۔ نافع بن بلال کے ٹوٹے ہوئے ہاتھ زبانِ حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے کہ ناموس شریعت کے گرتے ہوئے ستون کو اس طرح سہارا دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں خیمہ گاہ حسین کے سامنے حضرت عمر بن کرت اور علی بن کرت دونوں سگے بھائیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں فرق صرف اس قدر تھا کہ حضرت عمر کرت جام کوثر پی کر ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے اور ان کے بھائی علی بن کرت شقی کی روح وادیٔ جہنم کی آتشیں زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اس مرحلے پر تقدیر مسکرا رہی تھی۔ خاک کربلا کا ذرہ ذرہ حیرت سے دم بخود تھا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے فرزند ایک ہی ماں کے بیٹے لیکن ایک جنتی ہے دوسرا جہنمی۔ (ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ)
یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرما دے۔

عقبیٰ بھی سنور جاتی ہے جب کام ہو ایسا
یوں عشق میں مر جائے تو انجام ہو ایسا

حضرت امام عالی مقام بے یار و مددگار میدانِ جنگ میں کھڑے ہیں۔ تیر برسانے

Marfat.com

والے، تلواریں چلانے والے تو سبھی نظر آرہے ہیں لیکن (امامن یذب عن حرم رسول اللہ) کی صدا پر لبیک کہنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا آپ نے سوچا کہ میں خود میدان جہاد میں نکلوں۔ ذوالفقار حیدری سنبھال کر گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے تھے کہ حضرت علمدار نے گھوڑے کی لگام جا پکڑی۔ علی اکبر اور قاسم قدموں سے لپٹ گئے اور عبداللہ بن مسلم ہاتھ جوڑ کر سواری کے نیچے لیٹ گئے اور کہنے لگے کہ جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو اعدائے دین کے مقابلہ میں ہرگز نہ جانے دیں گے۔ اے امام دوجہاں تم سخی ہو۔ سخی کے بیٹے ہو۔ شان کریمی کا تقاضہ یہی ہے کہ جام شہادت سے اپنے جانثاروں کی پیاس بجھانے کے بعد سب سے آخر میں آپ اپنی پیاس بجھائیں اے جگر گوشہ بتول یہ آپ کے شیوہ کریمانہ کے خلاف ہے کہ خود تو اپنے نانا جان کے ہاتھوں کوثر کے چھلکتے ہوئے ساغر اڑاؤ اور تمہارے جانثار کربلا کے جھلستے ہوئے ریگستان میں پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑیں اے فرزند رسول اللہ ہم اس حقیر دنیا کو آخرت پر قربان کرنے کے لئے بیتاب ہیں سے

نقصاں نہیں جنون میں بلا سے ہو گھر خراب

دو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

زینب کے لال میدانِ جنگ میں

لسانِ فاطمہ کے نونہالوں کی دردمندانہ آرزو سن کر مظلوم کربلا جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا نے گھوڑے کی باگ روک لی اور سر جھکا کر سوچنے لگے کہ اعدائے دین کے مقابلے کے لئے سب سے پہلے کس کو روانہ کریں۔ ان میں سے ہر ایک اس بات کا خواہشمند تھا کہ سب سے پہلے اس کے سر پر عظمت و افتخار کا سہرا بندھے۔ اچانک دیکھتے ہیں کہ دور سے امام کی دکھی بہن زینب شرم و حیا کی پتلی بنی ہوئی چادر تطہیر میں کچھ چھپائے ہوئے چلی آرہی ہے اور امام مظلوم سے بات کرنے کے لئے ہاتھ کا اشارہ کر رہی ہے۔ امام نے توقف کیا اور ہمشیرہ زینب آکر عرض کرنے لگی۔ اے میرے پیارے بھائی آج زندگی میں پہلی مرتبہ آپ سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ اس امید پر کہ خالی دامن نہ جاؤں گی اور آپ کو یاد ہوگا کہ میں جب کبھی

Marfat.com

مانگنے کی خواہش کرنی تھی۔ تو میرے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور والدہ فاطمۃ الزہرا اور نانا پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے خالی دامن نہ لٹایا کرتے تھے اس لئے آپ ہاں کریں اور وعدہ کریں تو میں آپ سے کچھ مانگوں گی۔ امام مظلوم فرمانے لگے اے میری ہمشیرہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہاری خواہش کو کبھی کسی نے نہیں ٹھکرایا۔ آج میں شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھنے جا رہا ہوں اور شاید آج کے بعد یہ سورج مجھے دیکھنا نصیب نہ ہو اور آنے والی رات میرے لئے برزخ کی پہلی رات ہو۔ اس لئے تم جو بھی مانگو گی میں ضرور دوں گا۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟ مانگو کیا مانگنا چاہتی ہو؟ جب بہن کو یہ یقین ہو گیا کہ امام مظلوم میرے دامن کو خوشیوں اور مسرتوں کے موتیوں سے بھر دیں گے تو زینب نے فوراً یہ چادر اٹھا دی جس میں وہ کچھ چھپا کے لائی تھی۔ چادر کا اٹھنا تھا کہ امام مظلوم یہ دیکھ کر ششدر و حیران رہ گئے کہ اس میں زینب کے دونوں معصوم بچے محمد اور عون مستور تھے جن کی عمریں علی الترتیب دس اور آٹھ برس کی تھیں اور وہ دونوں رو رہے تھے امام مظلوم نے فرمایا۔ بہن یہ کیا ماجرہ ہے۔ بچے کیوں لائی ہو؟ یہ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ زینب نے کہا بھائی جان یہ میرے دونوں لال اپنے ماموں جان پر قربان ہونے کے لئے بے تاب ہیں۔ میں ان کی سفارش کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ خدارا میرے ان دونوں معصوموں کو میدان جہاد میں جانے کی اجازت دے کر میری آرزو پوری کریں۔ دیکھیے اب انکار نہ کیجئے۔ یہ آپ کیا سوچ میں پڑ گئے ہیں؟ آپ تو وعدہ فرما چکے ہیں کہ اب میں خالی دامن واپس نہ جاؤں گی۔ امام عالی مقام پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ہوش آنے پر ایفائے عہد کرتے ہوئے بچوں کو میدان جہاد میں جانے کی اجازت دے دی اور اپنے ہاتھ سے انہیں دولہا بنایا۔ سامان حرب سے لیس کیا۔ ننھی ننھی تلواریں دے کر گھوڑوں پر سوار کیا اور کہا جاؤ بچو میدانِ کارزار میں ہاشمی خون کے ایسے جوہر دکھاؤ کہ رہتی دنیا تک یادگار بن جائے۔ یہ دونوں شہزادے اپنے ننھے ننھے بیچے اٹھائے ہوئے میدان وغا میں عجب شان سے آئے ؎

جنگاہ میں گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے
شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے

Marfat.com

نیمچوں کو دلیرانہ لہراتے ہوتے آتے
اپناں سوئے کفار بڑھاتے ہوئے آتے
لرزہ تھا شجاعوں کو دلیروں کی نظر سے
تکتے تھے صف فوج کو شیروں کی نظر سے
لشکر میں یہ غل تھا کہ وہ جانباز پکارے
لڑنا ہو جسے سامنے آ جائے ہمارے
ہم وہ ہیں کہ جب ہوتے ہیں میدان میں اتارے
رستم کو بھگا دیتے ہیں تلوار کے مارے
ہے قہر خدا جان لے یہ ضرب ہماری
رکتی نہیں دشمن سے کبھی ضرب ہماری
دادا میں جو طاقت تھی وہ طاقت بھی ہے ہم میں
ہے زور بھی نانا کا شجاعت بھی ہے ہم میں
وہ دبدبہ وہ شان و شوکت بھی ہے ہم میں
اور ماموں کی مظلومی و غربت بھی ہے ہم میں
چھوٹے ہیں حقیقت میں یہ حاصل ہے برابر
رتبے میں تو قرآن و حمائل ہیں برابر!
اسوار چلے آتے ہیں نیزوں کو سنبھالے
تھا شور کہ سینوں پہ رکھ دیتے ہیں بھالے
ہٹ ہٹ کے بڑھاتے تھے قدم برچھیوں والے
پر رکتے نہ تھے شاہ کی آغوش کے پالے
دو دن کے پیاسے یہ غضب لڑتے تھے دونوں
جو ٹوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے دونوں

ان دونوں شہزادوں کے مقابل ایک ایک کر کے آتے رہے اور واصل جہنم ہوتے

Marfat.com

رہے۔ حتیٰ کہ دنیا نے حیدر کرار اور جعفر طیار کی لڑائی کا نقشہ پھر ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا آن کی آن میں اسّی یزیدیوں کو جہنم رسید کر چکے تھے۔ لشکر اشقیاء میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر گلستان فاطمہ کی ننھی منی کلیوں کی شجاعت کا یہ عالم ہے تو اس چمنستان رسالت کے پھولوں کی بسالت کا کون مقابلہ کرے گا۔ شمر آگے بڑھ کر ابن سعد سے کہنے لگا اگرچہ یہ اصول جنگ کے خلاف ہے تاہم سیاست کا یہی تقاضا ہے کہ ان بچوں کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے ختم کیا جائے اور کم از کم پچاس پچاس شیردل شہسوار ان دونوں کا سر قلم کرنے کے لئے روانہ کئے جائیں۔ حکم ملتے ہی پچاس شہسوار محمد کی جانب اور پچاس عون کی طرف روانہ ہو گئے جب لشکر اشقیاء کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے ان دونوں معصوموں نے دیکھا۔ تو انکے قدم پہلے سے زیادہ اور مضبوط ہو گئے۔ حوصلے بلند ہو گئے اور شوق شہادت میں سرشار، جام کوثر پینے کے آرزومند دونوں بھائی شانہ سے شانہ جوڑ کر مقابلے کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ ان ظالموں نے آتے ہی یکبارگی حملہ کر دیا یہ ننھے معصوم جو پہلے ہی سے تھکے ہوئے اور دونوں کے پیاسے تھے۔ برابر آگے بڑھتے جا رہے تھے اور تابڑ توڑ حملے کر کے ان سو اشقیاء میں سے ساٹھ کو واصل جہنم کر دیا۔

بدن زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ پیاس سے زبان پر کانٹے پڑ چکے تھے۔ خون میں شرابور تھے۔ ایک ظالم کا تیر محمد کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ ایک چیخ نکلی۔ گھوڑے سے نیچے گر گئے۔ اتنے میں ایک لعین نے پچھلی جانب سے عون کی کمر میں نیزہ مارا۔ وہ بھی گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور ان اشقیاء نے ان گرے ہوئے شہزادوں پر تلواروں کے اتنے وار کئے کہ ان ننھے منے جسموں کے لاتعداد ٹکڑے کر دیئے۔ وہ اشقیاء دونوں ننھے ننھے سر نیزوں پر چڑھا کر لے گئے۔ امام مظلوم آئے اور معصوموں کی لاشوں کے ٹکڑے جو بکھرے پڑے تھے انہیں جمع کیا۔ اپنی چادر میں باندھ کر خیمے میں لے گئے اور زینب کے سامنے لا رکھے۔ ستم دیدہ کربلا رو کر کہنے لگے اے میری مظلومہ بہن میدان کربلا میں تیری کمائی لٹ گئی ہے۔ تیرے دونوں معصوم ماموں پر قربان ہو گئے ہیں۔ اس صبر و رضا کی پتلی پر جان فدا ہو کر

Marfat.com

یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود نہ اس کے تیور بگڑے۔ نہ چتون پر میل آئی شہیدوں کو چومنے لگی اور سر بسجود ہو کر کہنے لگی۔ بارِ الٰہا شکر ہے کہ آج میرے معصوموں نے میرے دودھ کا حق ادا کر کے اسلام کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

سرِ خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد (اقبال)

حضرت قاسم کی دلیرانہ شہادت

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں مؤرخین میں سخت اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے بارہ بیٹے تھے اور بعض کے مطابق پندرہ۔ ایک روایت کے مطابق حضرت حسن علیہ السلام کے سات فرزند تھے اور جو فرزند میدان کربلا میں منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ ان میں حضرت قاسم حضرت عمر اور عبداللہ الاکبر کے متعلق مؤرخین کا اتفاق ہے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت امام حسن کے ایک اور فرزند حضرت ابوبکر بھی میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ (وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب) بعض راویوں کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے شہید فرزندوں کے علاوہ آپ کے ایک مشہور زرین فرزند حضرت حسن مثنیٰ بھی میدان کربلا میں موجود تھے چونکہ مشیت ایزدی اس بات کی مقتضی تھی کہ ان سے حضرت امام حسن کی نسل چلے اور ان کی پشت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے تاجدار ولایت پیدا ہوں۔ اس لئے آپ کربلا میں شرفِ شہادت تو حاصل نہ کر سکے۔ البتہ مجروح ہو کر اعدائے دین کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ حضرت امام حسن کے فرزندوں میں حضرت قاسم کی شہادت اور لیاقت اس قدر مشہور ہے۔ کہ اس کی مثال تاریخ ہستی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ بائیس سالہ کڑیل جوان تھے۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ جب زینب کے دونوں فرزندوں کی شہادت کے بعد آپ کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ الاکبر اور حضرت عمر منصب شہادت پر سرفراز ہو گئے تو حضرت قاسم جوش میں آ کر اٹھے اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر میدانِ دغا میں جانے کی اجازت طلب کی۔ مظلوم حسین نے بے چینی کے عالم میں قاسم کی جانب دیکھ کر فرمایا بیٹا اب تو

Marfat.com

تمہی میرے بھائی حسن کی آخری نشانی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے بھائی حسن کا دنیا سے نام ونشان ہی مٹ جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں کبھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ قاسم نے بہت اصرار کیا مگر ہر بار امام عالی مقام کو قاسم میں اپنے محسن برادر کی جھلک نظر آتی اور آپ انکار کر دیتے۔ آخر حضرت قاسم تھک ہار کر عالم بیتابی میں خیمہ کے اندر تشریف لے گئے اور سوچنے لگے کہ میں کتنا بدنصیب ہوں کہ مجھے ہاشمی خون کے جوہر دکھانے کی اجازت نہیں ملی اور شہادت جیسے اعلیٰ وارفع منصب پر سرفراز ہونے میں ناکام رہا ہوں۔ اسی سوچ وبچار کے عالم میں آپ کی نگاہ اس تعویز پر پڑی جو آپ کے بازو سے بندھا ہوا تھا اور آپ کو یاد آگیا کہ میرے والد ماجد نے اپنے دست مبارک سے یہ تعویز لکھ کر میرے بازو سے باندھا اور فرمایا تھا کہ بیٹا جب تم پر کوئی مشکل آ پڑے تو اس وقت اس تعویز کو کھول کر پڑھنا۔ آپ نے دل میں سوچا کہ اس سے زیادہ اور کون سی مشکل ہو سکتی ہے کہ اشقیاء ہماری جانوں کے دشمن ہیں۔ نخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جڑ سے اکھاڑ دینے پر تُل چکے ہیں آپ نے اسی وقت اس تعویز کو کھول کر پڑا۔ تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ قاسم جب سانحہ کربلا پیش آئے۔ اشقیاء نخل اسلامی کو جڑ سے اکھاڑنے پر تل جائیں۔ میرے بھائی حسین کی جان خطرے میں پڑ جائے تو اپنی جان قربان کر کے حسین کی مدد کرنا۔ حضرت قاسم یہ تعویز پڑھ کر پھولے نہ سمائے کہ اب تو چچا جان مجھے ضرور اجازت دیں گے اور شمشیر حیدری کے جوہر دکھانے کا موقع ملے گا۔ فوراً دوڑتے ہوئے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعویز پیش کیا۔ ستم دیدہ کربلا یہ تعویز پڑھ کر اپنے بھائی کی نشانی کو اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے خود قاسم کو گھوڑے پر سوار کیا۔ ہاتھ میں ذوالفقار حیدری دی۔ امام حسن کا ٹپکہ زیب کمر کیا اور میدان وغا کی طرف روانہ کر دیا۔ اشقیاء چونکہ پہلے ہی سے محمد اور عون کی بہادری اور جرأت سے مرعوب تھے۔ جب انہوں نے بائیس سالہ قاسم کو آتے ہوئے دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بھائی غور سے دیکھو یہ جوان کہیں ہاشمی تو نہیں دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے ہمارے سینکڑوں جوان مار ڈالے ہیں تو اس کا مقابلہ کون کرے گا؟ یہ تو اکیلا ہی ہم سب کو ختم کر دے گا۔ اسی سرگوشی کے دوران آپ میدان جنگ

Marfat.com

میں تشریف لے آتے اور سے

انتے میں رجز پڑھنے لگا قاسم نوشاہ
آگاہ ہو آگاہ ہو آگاہ ہو آگاہ ہو آگاہ
دادا ہے ہمارا اسد اللہ ید اللہ
عمو ہیں حسین ابن علی سید ذی جاہ
میں لخت دل فاطمہ کا لخت جگر ہوں
بانی ہیں جسے زہر دیا اس کا پسر ہوں

جب ابن سعد کو معلوم ہوا کہ یہ جوان حضرت حسن کا بیٹا ہے تو اس نے کسی چھوٹے موٹے سپاہی کو آپ کے مقابلے کے لئے بھیجنا مناسب نہ سمجھا اس نے عرب کے مشہور جنگجو ارزق کو بلایا اور کہنے لگا اے ارزق تو نے دیکھا ہے کہ ہاشمی خاندان کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے ہمارے سینکڑوں جوان قتل کر ڈالے ہیں۔ قاسم نوجوان ہے۔ یہ ضرور ہزاروں سپاہیوں کو قتل کر دے گا میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس کے مقابلے کے لئے خود جا۔ کیونکہ تو اکیلا ہزاروں آدمیوں سے لڑ سکتا ہے۔ ارزق نے جب ابن سعد کا یہ حکم سنا تو تکبر و تعجب سے کہنے لگا۔ اے ابن سعد میں پرانا جنگجو ہوں۔ قاسم تو ابھی کل کا بچہ ہے۔ اس کے مقابلہ پر جانا میری توہین ہے۔ ابن سعد نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا۔ اے ارزق میں ہاشمی خون سے اچھی طرح واقف ہوں۔ کسی چھوٹے موٹے سپاہی کو قاسم کے مقابلہ پر بھیجنا بے وقوفی ہو گی۔ اس لئے تو ہی قاسم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو۔ ارزق نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا۔ اے ابن سعد تجھے تو قاسم کا سر ہی مطلوب ہے نا؟ لے میں ابھی اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو بھیجتا ہوں وہ ابھی اس کا سر لے آئے گا۔ اس پر ابن سعد چپ رہا۔ جب ارزق کا بیٹا حضرت قاسم کے سامنے آیا تو آپ نے جھپٹ کر بالوں سے پکڑ کر اسے اوپر اٹھا لیا اپنے سر کے اوپر اسے گھماتے ہوئے زور سے زمین پر دے مارا کہ زمین پر گرتے ہی اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس طرح سے وہ واصل جہنم ہوا۔ ارزق نے اپنے دوسرے بیٹے کو بھیجا اور ایک ہزار روپیہ قیمتی شمشیر آبدار زہر میں بجھا کر اسے دیتے

Marfat.com

ہوئے کہا کہ اے میرے بہادر بیٹے۔ قاسم نے میرے بیٹے کو نہیں مارا بلکہ مجھے مارا ہے۔ تو فوراً جا اور اس شمشیر آبدار سے اپنے بھائی کا بدلہ لے کر آ۔ ارزق کا بیٹا گھوڑے پر سوار ہوا اور گرجتا ہوا حضرت قاسم کے قریب آیا۔ جونہی وہ آپ کے قریب پہنچا۔ آپ نے اس کی لپشت پر نیزہ سے وار کیا۔ وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا تو آپ نے اس کی تلوار سے اس شقی کے کئی ٹکڑے کر دیئے۔ ارزق غصّے میں آیا۔ اور اپنے تیسرے بیٹے کو قاسم کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ وہ ابھی قریب نہ آیا تھا کہ قاسم نے اس کے پیٹ میں نیزہ چبھو کر اس کو اوپر اٹھا لیا اور گھماتے ہوئے جب اسے چھوڑا۔ تو وہ آپ سے سو گز کے فاصلے پر جا گرا۔ اس کا بند بند جدا ہو گیا اور اس طرح سے وہ بھی ختم ہوا۔ اب ارزق کا صرف ایک لڑکا باقی تھا۔ طیش وضد میں آکر اپنے چوتھے لڑکے کو بھی قاسم کے مقابلہ میں بھیجتا ہے۔ جونہی وہ قریب آیا۔ آپ نے جوش میں آکر تلوار سے اس پر حملہ کیا تو اس کا ہاتھ کٹ گیا اور سینہ پھٹ گیا وہ وہاں سے بھاگا۔ اور بمشکل اپنے لشکر میں پہنچا ہی تھا کہ گر کر مر گیا۔

اب تو ارزق غصّے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ بغیر کسی کے کہے سنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور میدان کی طرف چل پڑا دور سے اسے آتے دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ کیا اور بھاگ کر آئے۔ ارزق سے فرمانے لگے کہ تو واپس جا اور کسی اور آدمی کو بھیج۔ میرا قاسم ابھی بچہ ہے۔ وہ تیرے ساتھ تاب مقاومت نہیں رکھتا اور اگر تو اسی وقت لڑنا چاہتا ہے تو پھر تیرے مقابلے کے لیئے میں خود میدان میں نکلتا ہوں۔ ارزق جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چار نوجوان لڑکوں کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ وہ بھلا کسی کی بات کیا سنتا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ غصّے سے لال پیلا اور از خود رفتہ ہوا جاتا تھا۔ گرج کر بولا حسین میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ بھی نپٹ لوں گا لیکن فی الحال تو مجھے قاسم سے اپنے چاروں بیٹوں کا بدلہ لینا ہے۔ جب تک میں اس کے چار ٹکڑے نہیں کر لیتا اس وقت تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ یہ سن کر فاطمہ کا لال ایک طرف کھڑا ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرنے لگا۔ اے یا اللہ میرا قاسم نو آموز ہے اور ظالم ارزق تجربہ کار جنگجو ہے۔ میری دعا سن لے۔ آج میدان میں

Marfat.com

میرے قاسم کی لاج رکھ لے یہ کہا اور خیمے کی جانب واپس آ گئے۔

اتنے میں ارزق حضرت قاسم کے مقابلہ میں آ کھڑا ہوا اور شیر کی مانند گرج کر کہنے لگا۔ او قاسم تو ہی حسن کا بیٹا ہے۔ جس نے میرے چار بیٹوں کو خاک و خون میں تڑپایا ہے۔ اب تیار ہو جا میں تجھ سے اپنے چاروں بیٹوں کا بدلہ لینے لگا ہوں ؎

قاسم کی طرف بڑھ کے وہ کہنے لگا بے پیر
مشہور ہے دست ملک الموت یہ شمشیر
خالی گئے گو نیزہ گرز و تبر و تیر!
اے طفل حسن اب نہ بچے گا کسی تدبیر
میں ٹکڑے کروں گا تجھے یکتائے جہاں ہوں
تو مور ہے کمزور رہے میں پیل جہاں ہوں

جناب قاسم اس کی یہ ہرزہ سرائی سن کر نہ گھبرائے اور نہ متفکر ہوئے بلکہ فرمانے لگے اے ارزق اگر تمہیں اپنے ساز و سامان پر بھروسہ ہے تو مجھے اپنے ایمان پر بھروسہ ہے۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ تو میرے ٹکڑے اڑاتا ہے یا میرے ہاتھوں تیرے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں۔ تو اس بات پر نازاں نہ ہو کہ شہنشاہ وقت کا پروردہ ہے۔ یہ بھی خیال کر لینا کہ قاسم شاہِ نجف کا پروردہ ہے۔

اگر تیرا حامی شیطان ہے۔ تو میرا مددگار رحمان ہے ؎

حاکم جو ادھر ہے تو ادھر شاہِ نجف ہے
شیطان تیرا حامی ہے خدا میری طرف ہے

یہ کہا اور جناب قاسم دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ ارزق وہ پہلوان ہے کہ اگر ہزار آدمی بھی اس کے مقابلہ کے لئے نکلیں تو کسی کا وار اس پر کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ میری کیا بساط ہے کہ اس سے زور آزمائی کر سکوں۔ البتہ کوشش کروں کہ شاید کوئی داؤ چل جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ (اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ) جنگ میں داؤ چلانا جائز ہے اگر ایسا ہو گیا تو فبہا ورنہ شہادت کی منزل مقصود حاصل کر کے نانائے پاک کے پاس تو پہنچوں گا

Marfat.com

اچانک ایک تدبیر آپ کے ذہن میں آئی۔ آگے بڑھے اور ارزق سے فرمانے لگے ارے لگے میں نے سنا تھا کہ تو بڑا جنگجو، بہادر، مرد میدان ہے مگر میں نے تو تیرے جیسا احمق اور اصول جنگ سے ناآشنا آج تک نہیں دیکھا ارے تجھ سے تو تیرے بیٹے ہی اچھے شہسوار تھے۔ تُو تو پرلے درجے کا احمق، بدھو اور کندۂ ناتراش معلوم ہوتا ہے۔ ارزق یہ باتیں سن کر بڑا سٹپٹایا اور کہنے لگا قاسم تو مجھے یہ طعنہ کیوں دے رہا ہے تو نے مجھ میں کون سی خامی پائی ہے۔ آپ فرمانے لگے۔ وہ دیکھ تیرے گھوڑے کا تنگ ٹوٹا ہوا ہے اور تجھے خبر نہیں۔ لڑائی کے دوران میں جب تو کوئی حرکت کرے گا تو گھوڑے سے نیچے گر پڑے گا۔ اس لئے میں تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ تو اپنے گھوڑے کی زین کے تسمے باندھ لے۔ ارزق کچھ تو پہلے ہی مخبوط الحواس ہو چکا تھا اب قاسم کی یہ باتیں سن کر اور بھی بدحواس ہو کر یقین کر بیٹھا کہ شاید میری زین کا تسمہ فی الواقعہ ہی ٹوٹ چکا ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے فوراً نیچے جھکا اور ہاتھ تسمے کی جانب بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ حضرت قاسم جو موقع کی تلاش میں تھے۔ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اس زور کا وار کیا کہ ظالم ارزق کے دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ یہ سارا نظارہ امام عالی مقام دیکھ رہے تھے۔ دوڑے ہوئے آئے اور قاسم کو کچھ وقفے کے لئے خیمے میں لے گئے۔ سینہ بے کینہ سے لگا کر پیار کرنے لگے۔ قاسم کہنے لگے۔ چچا جان پیاس نے تنگ کر رکھا ہے۔ زبان پر کانٹے پڑ چکے تھے۔ اگر دو گھونٹ پانی کے نصیب ہو جائیں تو اشقیاء کی ساری فوج کے لئے آپ کا یہ بیٹا اکیلا ہی کافی ہے آپ نے فرمایا بیٹا دنیا کا پانی تو تمہاری قسمت میں نہیں رہا۔ میدان میں جاؤ اور نانائے پاک کے حوض کوثر سے اپنی پیاس بجھاؤ۔ آپ پھر میدان میں واپس لوٹے اور آکر مبارزت طلبی کی۔ ادھر ارزق کی موت کا سن کر لشکر یزید میں ہلچل مچ گئی تھی اور شور برپا تھا ؎

کیا ہاتھ جفا کار کو نوشاہ نے مارا
تھا شور کہ ارزق کو یدُ اللہ نے ہے مارا

اب ابن سعد نے حکم دیا کہ پانچ سو آدمی مل کر قاسم پر حملہ کریں۔ تشنہ لب قاسم

Marfat.com

نے جب جم غفیر کو آتے ہوئے دیکھا تو ان پر باز کی طرح جھپٹ پڑے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کرتے تو کبھی میسرہ پر حملہ آور ہوتے اور کبھی قلب میں داخل ہو کر تیغ آبدار اور شانِ حیدر کرار کے جوہر دکھاتے مگر ادھر اکیلا قاسم اور ادھر سینکڑوں اشقیاء تھے۔ آپ زخموں سے نڈھال ہو گئے ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر ایسا لگا جو دل میں پیوست ہو گیا آپ خون سے لت پت گھوڑے سے لڑھکنے لگے۔

زخموں سے لگا خون رکابوں سے ٹپکنے !
طاقت گئی لڑنے کی لگا ہاتھ بہکنے !
پانی کے لئے تن میں لگی روح پھڑکنے
مُڑ مُڑ کے سوئے خیمہ لگے پاس سے تکنے
سینہ پہ سناں گرز لگا کاسۂ سر پر
تیور جو جھکے تھے کہ پڑی تیغ کمر پر

امام عالی مقام نے جب قاسم کو زمین پر گرتے اور خاک و خون میں تڑپتے ہوتے دیکھا تو دوڑے ہوئے آئے۔ آپ کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ کر چہرے سے خاک جھاڑنے لگے اتنے میں قاسم نے آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر کہنے لگے۔ حضور میرا منہ جلدی قبلہ رخ کر دیں۔ کیونکہ مجھے نانائے پاک کوثر کا جام ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے پاس بلا رہے ہیں یہ کہا اور ہچکی بندھ گئی۔ چہرے پر زردی چھا گئی۔ جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ منہ سے کلمۂ پاک جاری ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

حدیث عشق چہ داند کسے کہ در ہمہ عمر !
بہ سر نہ کوفتہ باشد در سرائے را

عبداللہ بن مسلم کی شہادت حضرت قاسم کی شہادت کے بعد کوفی یہ سمجھے کہ اب کوئی پرواہ نہیں میدان تو ہم نے مار ہی لیا ہے۔ باقی سب زندہ گرفتار ہو جائیں گے۔ مقابلہ کیا بھی تو حضرت امام حسین اور عباس علمداری کریں گے مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شیران بیشہ کا ایک بہت بڑا گروہ جانثاری کے لئے تیار ہے۔ ان پر دہشت طاری ہو

گئی مبہوت ہو کر رہ گئے۔ اب اشقیاء کی توقعات کے مطابق حضرت امام عالی مقام ہی نے میدانِ وغا میں گامزن ہونے کا ارادہ فرمایا جونہی آپ گھوڑے پر سوار ہوتے۔ آپ کے قوت بازو مسلم بن عقیل کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ نے آپ کو روک لیا۔ اور خود میدانِ کارزار میں جانے کی طلب کی۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ بھائی تو بازو توڑ گئے دو بھتیجے ظالموں نے ذبح کر دیئے۔ اب میں تجھے بھیج کر اپنے بھائی کی یاد مٹا دوں۔ میں تجھے ہرگز اجازت نہ دوں گا مگر عبداللہ نے اصرار کیا۔ آخر امام پاک سے اجازت طلب کر کے میدان جنگ میں پہنچے اور مقابلہ کے لئے للکارا سب سے پہلے قدامہ بن سعد آپ کے مقابلہ کے لئے نکلا مگر دو ہاتھ دیکھ کر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر سب سے پہلے آپ نے نیزہ زمین پر پھینک دیا اور تلوار رکھ کر پکارنے لگے او بدبخت اگر ہمت ہے۔ تو مقابلہ کر۔ شقی نے جب حضرت عبداللہ کو تنہا دیکھا تو پلٹ کر نیزے کا وار کیا۔ آپ جھک گئے۔ دوبارہ وار کرنا ہی چاہتا تھا تو آپ نے تلوار کا ایک ہی وار کیا جس سے اس کا رخسار کٹ گیا۔ جب دوسرا وار کیا تو لعین کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ اس کے بعد آپ کوفیوں کے لشکر میں گھس گئے۔ صفیں الٹ دیں اور نامور بہادر صالح بن نصیر قدامہ حبشی، حمید جمیری اور کامل بن جمیر کے علاوہ دوسرے کئی اشقیاء کو واصل جہنم کیا آخر ظالموں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا اور تیر و تلوار سے وار کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی برابر اشقیاء کو واصل جہنم کرتے رہے آخر شقی جداع دمشقی نے پشت کی جانب سے آ کر آپ کے گھوڑے کے پچھلے دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ حضرت عبداللہ گھوڑے سے نیچے گر پڑے نوفل بن مزاحم نے ایک البیا تیر مارا۔ جس کی تاب نہ لا کر آپ جہانِ فانی سے دارِ بقا کو سدھارے۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

سه
رفت کحل روشنی در چشم عالم بیں نماند
یرگ عیش و کامرانی در دلِ غمگیں نماند

Marfat.com

فرزندانِ عقیل کی شہادت حضرت عبد اللہ بن مسلم کے بعد حضرت عقیل کے فرزند حضرت جعفر، عبد الرحمان اور موسیٰ ۔ امام عالی مقام سے اجازت طلب کر کے میدان کارزار میں آئے اور تینوں نے وہ شجاعت دکھائی کہ کربلا کا ذرہ ذرہ حیرت زدہ ہوگیا۔ ان تینوں بھائیوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں لعینوں کو داصلِ جہنم کیا اور خاندان ابی طالب کی شجاعت کے جوہر دکھانے کے بعد جام شہادت پی کر خلد بریں کو سدھارے۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونْ)

برادرانِ حسین میدانِ جنگ میں

حضرت امام حسین علیہ السّلام کے تمام جانثار منصبِ شہادت پر سرفراز ہو چکے تھے خاندان رسالت کے بھی دس بارہ چراغ گل ہو چکے تھے۔ بھتیجوں اور بھانجوں کی لاشیں امام عالی مقام کے سامنے پڑی نظر آرہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا چکا تھا۔ شدت غم سے دل و دماغ پگھل رہا تھا۔ آپ اٹھے چار آئینہ سجنے کے بعد پشتِ زیں پر آئے ہی تھے کہ آپ کے بھائیوں نے آکر ذوالجناح کی لگام کو تھام لیا اور عرض کرنے لگے اے برادر شفیق آپ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ریحانِ رسول تو میدانِ جنگ میں جائے اور بھائی آرام سے اسے خاک و خون میں لت پت تڑپتا دیکھیں اسے محسن برادر پہلے ان جانثاروں کو اپنے قدموں پر قربان ہونے دیجئے۔ شہسوار کربلا نے فرمایا بھائی خدا کے لئے بس کرو۔ اب مجھے جانے دو۔ میرے بعد تم سے کوئی جنگ نہیں کرے گا کیونکہ اگر یزیدیوں کو دشمنی ہے تو مجھ سے ہے تم آرام سے زندگی بسر کرو۔ یہ بھائی آج کل کے بھائیوں کی طرح نہ تھے۔ بولے بھائی جان ہم اپنی کھلی آنکھوں تو آپ کو نہ جانے دیں گے۔

چنانچہ شدید اصرار کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر بن علی اجازت حاصل کر کے میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ لاتعداد کوفیوں کو خاک و خون میں تڑپانے کے بعد جسم مبارک پر اکیس زخم کھا کر فدامہ موصلی کے نیزے سے شہید ہوئے اس کے بعد حضرت عمر بن علی بھی شجاعت علی کے جوہر دکھانے کے بعد منصب شہادت پر فائز ہوتے۔

Marfat.com

آپ کے بعد حضرت عثمان بن علی بھی دلیرانہ لڑتے ہوئے یزید الطحی کے تیر سے مجروح ہو کر خلد بریں کو سدھارے۔ ان کے بعد حضرت عون بن علی بھی اپنی بسالت کا لوہا عدوئے دین سے منوا کر خالد بن طلحہ کے نیزے سے شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت جعفر بن علی بھی دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے منصب شہادت پر فائز ہوتے۔ بعدازاں حضرت عبداللہ بن علی میدانِ جنگ میں اترے۔ آپ ایک سو ستر اشقیا کو داخل جہنم کرنے کے بعد ہانی ثویب حضرمی کے ہاتھوں شہید ہو گئے ؎

نیست بیں تراز حکایت ماتیست قصہ
تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم

حضرت عباسؓ کی شہادت حضرت عباس علمدار کہنے کو تو امام حسین علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے مگر حقیقت میں سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر جاں نثار اور محبوب تھے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ یہ ہمیشہ امام عالی کو آقا مولا کہہ کر پکارتے۔ سامنے جاتے تو نظریں نیچی کر لیتے کبھی نظر بھر دیکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ غلاموں کی طرح امام پاک کی خدمت کرتے۔ اور اسے شرف و سعادت سمجھتے۔ حضرت عباس چونتیس ۳۴ برس کے کڑیل جوان تھے شجاعت و بسالت میں یکتائے روزگار تھے۔ وجیہ اور خوبصورت اس قدر تھے کہ عرب میں ماہ بنو ہاشم کے لقب سے مشہور تھے۔

جب حضرت امام حسین کے دیگر برادران منصب شہادت پر سرفراز ہو چکے تو حضرت عباس علمدار نے دست بستہ ہو کر میدان وغا میں جانے کی اجازت طلب کی۔ امام پاک عباس کا یہ مطالبہ سن کر مبہوت ہو کر رہ گئے اور بلامبالغہ دل پر چوٹ سی لگی۔ کلیجہ منہ کو آگیا۔ بڑی مشکل سے حواس بجا کئے۔

فرطِ محبت سے بے تاب ہو کر فرمایا اے میرے محبوب عباس یہ تم نے کیا کہا ہے؟ ذرا سوچو اور دیکھو فراوانی غم سے میری کیا حالت ہے۔ میرے قلب حزیں میں باقی رہ ہی کیا گیا ہے کیوں دکھی دل کو مزید دکھاتے ہو۔ کیا تم یہ جانتے ہو کہ جب میں اس دنیا سے جاؤں تو حقیقی معنوں میں بے یار و مددگار جاؤں اور اگر آخری وقت اتفاق سے میری آنکھیں کھل بھی

Marfat.com

جائیں تو گرد و پیش دور دور تک کوئی اپنا نظر نہ آئے اگر تمہیں میری بے کسی کا خیال نہیں تو نہ سہی۔ مجھے اس کا کوئی شکوہ نہیں مگر خواتین حرم کا تو کچھ خیال کرو مجھے تو یہ ظالم کسی صورت میں بھی نہ چھوڑیں گے۔ پھر جب تم بھی نہ ہوگے تو ان مظلوموں کا وارث کون ہوگا اور یہ مدد کے لئے کس کو پکاریں گی۔ اس لئے میں کسی طرح بھی تمہارا میدان جنگ میں جانا گوارہ نہیں کروں گا۔ عباس عرض کرنے لگے۔ بھائی جان کچھ بھی فرمائیے یہ تو قیامت تک بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ پر آنچ آئی ہو اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہوں۔

حضرت امام پاک عباس کا یہ محبت بھرا پیغام سن کر خاموش رہ گئے۔ دل تو نہ چاہتا تھا کہ عباس جیسے دلربا کو اپنی آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں تڑپتا دیکھیں مگر مجبوراً بولے۔ اے عباس تو نے میرے ساتھ تین دن بھوک اور پیاس میں گزارے ہیں۔ اب بخوشی جاؤ اور حوض کوثر سے اپنی پیاس بجھاؤ۔ کچھ وقفے کے بعد میں بھی تمہارے پاس آنے والا ہوں۔

جب حضرت عباس کو امام پاک نے میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی تو آپ خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ آج شجاعت حیدری دکھانے کا موقع ملے گا اور پھر شہادت جیسے اعلیٰ و ارفع منصب پر سرفرازی ہوگی۔ جانے سے پہلے آخری رخصت کے لئے آپ خیمہ اہل بیت میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بہن زینب پر غشی کا عالم تھا آنکھیں کھلی تھیں مگر ہوش نہ تھا اپنی پیاری بیوی ذکیہ کی طرف نظر اٹھائی تو وہ ایک بے حس و حرکت مجسمہ تھی۔ سکینہ کا عالم طاری تھا ننھی سکینہ اپنے عمو کو دیکھ کر جھٹ کہتی ہے اے میرے اچھے عمو جان۔ کیا آپ میرے لئے پانی لے آئے ہیں؟ دیکھئے اب تو میرا حلق بھی خشک ہو گیا ہے۔ میر انیس اس دل سوز واقعہ کا منظر اپنی شاعری میں یوں بیان کرتے ہیں ؎

ننھے مضطرب و بیتاب حرم کھولے ہوئے سر
دیکھا کہ چلے آتے ہیں عباس دلاور
رومال ہے آنکھوں پہ منہ اشکوں سے ہے تر
تر و جہ تو پس پشت ہے اور پہلو میں ہے پسر

Marfat.com

گودی میں ہیں مظلوم سکینہ کو سنبھالے
اور ننھے سے ہاتھوں کو وہ گردن میں ہے ڈالے
فرماتے ہیں بیٹے سے کہ اے ناز کے پالے
کرتا ہے پدر تم کو سکینہ کے حوالے
دروازہ پہ جا جاکے خبر لائیو بیٹا!
شہزادی کو تم کھیل میں بہلائیو بیٹا
آداب بجا لائے تصدق ہوئے عباس
غش ہو گئے صدمے سے شہِ بیکس و بے آس
ٹوٹا تھا فلک زوجۂ عباس حزیں پر
اٹھتی تھی کبھی اور کبھی گرتی زمیں پر
القصہ چڑھے گھوڑے پہ عباس علمدار
بجلی کی طرح کوند گیا دشت میں راہوار
وہ چاند سی صورت وہ چمکتے ہوئے ہتھیار
سرتا بہ قدم دبدبۂ حیدرِ کرار

حضرت عباس نے زوجہ حزیں کو تسلی دی۔ خواتین حرم سے اجازت طلب کر کے جب معصوم سکینہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ تو سکینہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی میرے اچھے چچا جان آپ کدھر جا رہے ہیں؟ تشنگی سے میری زبان پر کانٹے پڑ چکے ہیں۔ شفیق چچا بولے۔ بیٹی میں تیرے لئے پانی لینے جا رہا ہوں تم کچھ دیر میرا انتظار کرو۔ معصوم سکینہ نے معصومیت میں بولی۔ چچا جان پانی کتنی دور ہے کہ بھائی قاسم لینے گئے لیکن ان کا انتظار کرتے کرتے بھی میں تھک گئی ہوں۔ ادھر پیاس سے میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ جان نکلی جا رہی ہے۔ پیاس کے مارے منہ سے بات نہیں نکلتی۔ پیارے چچا جان کیا آپ بھی اتنی ہی دیر لگائیں گے؟ سکینہ کی معصومیت بھری باتیں سن کر عباس کا دل بھر آیا اور روتے ہوئے کہنے لگے۔ بیٹی میں اب پانی ہی لینے جا رہا ہوں۔ ابھی لے آؤں گا۔ یہاں

Marfat.com

دریا سے نہ ملا تو حوروں کے پاس جاؤں گا۔تم مجھے مشکیزہ دو۔پیاس کی شدت سے دو قدم بھی چلنے کی ہمت نہ تھی لیکن پانی کی خوشی میں سکینہ دوڑتی ہوئی گئی اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مشکیزہ اٹھالائی۔

حضرت عباس نے مشکیزہ کاندھے پر رکھا معصوم سکینہ کو پیار کیا۔حرم سے رخصت ہو کر بھائی جان حسین سے گلے ملے اور میدان جنگ کی طرف گامزن ہو گئے۔

جب اشقیاء نے حضرت عباس کو میدان میں اترتے دیکھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ عباس جیسا بہادر اور جنگجو تو اب میدان میں آیا ہے۔اہل بیت کے معمولی معمولی شہزادوں نے تو ہمارے لاتعداد سپاہی ہلاک کر دیئے ہیں۔نہ جانے یہ کیا گل کھلائے گا۔

عباس علمدار فرات کے کنارے

حضرت عباس علمدار نے میدان جنگ میں پہنچتے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا آواز سنتے ہی لعینوں کے کلیجے دہل گئے۔چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔ اور کسی لعین کی جرأت نہ ہوئی کہ شیر بیشہ حیدری کا مقابلہ کر سکے اس فوج میں دمشق کا ایک نامور سردار بھی شامل تھا جس کا نام مارد بن صدیف تھا۔جب اس نے یہ کوفیوں کی حالت اضطراری دیکھی تو کہنے لگا۔

اے کوفیو ہم شامی تو تمہاری بہادری کے متعلق بہت کچھ سنتے آتے تھے مگر آج معلوم ہوا ہے کہ تم تو دور کے ڈھول ہی نکلے ہو۔ایک ہی جوان مقابلے پر آیا ہے اور تمہارے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔تم ہزاروں کی تعداد میں ہو اور ادھر صرف ایک متنفس ہے۔پھر بھی تمہاری روحیں تھرا رہی ہیں۔

شمر ملعون نے جب یہ طعنہ سنا تو جھلا کر بولا۔اے مارد اگر ہم بزدل ہیں اور اس جوان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں تو ذرا تو ہی آگے بڑھ اور ہاشمی بہادر کے دو ہاتھ دیکھ لے۔

مارد بن صدیف واقعی بہادر تھا۔غرور میں آکر تنہا آگے بڑھا اور تفاخرانہ انداز میں کہنے لگا۔اے ہاشمی جوان مجھے تیری جوانی اور خوبصورتی دیکھ کر ترس آرہا ہے۔ میں تجھے اب بھی کہتا ہوں اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ۔

Marfat.com

فرزندِ حیدرِ کرار کی رگوں میں ہاشمی خون گردش کر رہا تھا۔ مارد کی اس لاف زنی پر پہلے تو مسکرائے اور پھر جھپٹ کر اس کا نیزہ پکڑ لیا پھر جو جھٹکا مارا تو نیزہ آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور مارد لعین گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے تلوار کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی حلق تک اتر گئی۔ معاً آپ کو خیال آیا کہ میں ان لعینوں کو واصلِ جہنم کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ معصوم سکینہ کے لئے پانی لینے آیا ہوں اسی وقت آپ نے فرات کا رخ کیا۔ جب اشقیاء نے حضرت عباس کو فرات کی جانب بڑھتے دیکھا تو حملہ کرنے کی غرض سے بڑھے۔ آپ تنہا ان ظالموں کا مقابلہ کرتے ہوئے لبِ فرات پہنچ گئے

دریائے فرات پر پانچ ہزار یزیدیوں کا پہرہ تھا مگر وہ اس شیرِ بیشۂ حیدری کے سامنے کب ٹھہر سکتے تھے۔ کائی کی طرح پھٹ گئے۔ دریائے فرات نے پیشوائی کے لئے آگے بڑھ کر ساقیٔ کوثر کے قدم چومے۔ حضرت عباس گھوڑے سے نیچے اتر آئے ایک ہاتھ سے علم سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے مشکیزہ بھرا۔ جی چاہا کہ ایک چلو بھر پانی پی لوں۔ آپ نے چلو بھرا اور جونہی منہ کے قریب لائے تو ننھے ننھے بچوں اور خواتینِ حرم کی تشنگی یاد آئی اور پانی پھینک دیا۔

اب مشکیزہ بھر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو ایڑی لگا دی۔ جب شمر ملعون نے آپ کو خیمۂ اہلِ بیت کی طرف بڑھتے دیکھا تو باآوازِ بلند کہنے لگا۔ اے لشکرِ یزید دیکھنا یہ پانی کہیں خیمے تک نہ پہنچ جائے۔ ورنہ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ان میں اب سے ہزار گنا زیادہ طاقت پیدا ہو جائے گی ؎

دریا سے چلا بحرِ شجاعت کا شناور
گویا افقِ چرخ سے نکلا شہِ خاور
غل پڑ گیا پیاسوں کی ہوئی قسمت یاور
ہاں مشک تو لے جائے نہ پائے یہ دلاور

ابنِ سعد لعین کے حکم سے ہزاروں کی تعداد میں اشقیاء نے یکدم آپ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ بیس ہزار وار ایک وقت میں آپ پر ہو رہے تھے۔ حضرت

Marfat.com

عباس کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح پانی کا مشکیزہ خیمے تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ مشکیزہ کو تیروں کی بوچھاڑ سے بچاتے ہوئے برابر خیمہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔

جب نہر سے گھوڑے کو اڑاتے ہوئے آئے
کس شان سے نیزہ کو ہلاتے ہوئے آئے
مشکیزہ کو ان سے بچاتے ہوئے آئے
سینہ کی نہ گردن کی نہ شانے کی خبر تھی!
ہوش اپنا نہ تھا مشک بچانے کی خبر تھی

آپ کا تمام جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا مگر پسر شبیر خدا کا وہی ڈھنگ تھا کہ جو قریب آیا اس کا سر کہیں تھا اور تن کہیں تھا۔
اچانک ایک شقی نے جس کا نام نوفل تھا۔ پیچھے سے آکر داہنے شانے پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا پھرتی سے آپ نے گرتے ہوئے مشکیزے کو بائیں کندھے پر لے لیا۔ ایک شقی نے بائیں کندھے پر وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی جسم سے جدا کر دیا اب آپ کے لئے بہت مشکل کا وقت تھا۔ آپ نے دامن تدبیر کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے عجلت و دلیری کے ساتھ مشکیزے کو دانتوں میں دبا لیا۔ اب لعینوں نے مشکیزے پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ایک شقی نے ایسا تیر مارا جو سیدھا مشکیزے میں پیوست ہو گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔ اس وقت آپ نے آسمان کی جانب منہ کیا اور کہا اے میرے خالق و مالک تیرا منشا اس میں کیا ہے کہ تشنگان اہل بیت کو پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا۔ اے مولا گواہ رہنا کہ میں نے اہل بیت رسول کی تشنگی دور کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے (اغثنی یا حسین) پکارا اور گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

گرے گھوڑے سے یہ کہہ کر الٰہی!
خبر عباس کی لے جلد بھائی

Marfat.com

چلّائے کہ تشریف ادھر لایئے آقا
مشتاق کو دیدار کرا جایئے آقا!
الطاف و کرم بندہ پہ فرمایئے آقا
اب گھوڑے سے گرتا ہے غلام آپکے آقا
باتیں کئی کہنی ہیں یہ فدوی انہیں کہہ جاتے
مرتے ہوئے حسرت ملاقات نہ رہ جاتے

جب دکھی و مظلوم حسین نے جانثار و شفیق بھائی کی پُر گداز آواز سُنی تو آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ نظر کچھ نہ آتا تھا مگر جس جانب سے علمدار کی آواز سنائی دے رہی تھی اسی طرف دیوانہ وار دوڑ پڑے۔ ؎

واں خاک پہ تنہ خاک اڑاتے ہوئے پہنچے
کفار کے لشکر کو ہٹاتے ہوئے پہنچے
آنسو رُخِ انور پہ بہاتے ہوئے پہنچے
پہنچے تو مگر ٹھوکریں کھاتے ہوئے پہنچے
چلائے کہ جاتی ہے میری جان برادر
چھاتی سے لپٹ جا تیرے قربان برادر

برادر شفیق کی یہ گریہ زاری سن کر عباس نے مشکل سے آنکھیں کھولیں اور سر امام عالی مقام کے قدموں پر رکھ دیا۔ معصوم سکینہ کی پیاس یاد آگئی۔ آہ سرد بھر کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ امام پاک دست شفقت سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے میری جان تو کیوں روتا ہے۔ تیرے رونے سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔ مشکل سے سر اٹھا کر حضرت امام حسین کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر عرض کرنے لگے۔ بھائی جان مجھے سکینہ کی تشنگی یاد آ رہی ہے۔ میں تو اس کے لیئے پانی لینے گیا تھا۔ وہ بیچاری میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ بھائی جان قیامت کے دن ننھی سکینہ کو کیا منہ دکھاؤں گا اس کے بعد کہنے لگے۔ اے میرے مہربان برادر اب میرا منہ کعبہ کی جانب کر دو۔ وہ دیکھو

Marfat.com

حوران خلد قصر فردوس کو آراستہ کئے ہوئے میرا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

بہ روئے عشق ہیں کہ داریں دشتِ بیکراں
گامے نہ رفتہ ایم و بپایاں رسیدہ ایم

(اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون)

ہم شبیہہ مصطفےٰ میدانِ جنگ میں

حقیقی بھائی، چچا زاد بھائی، بھانجوں اور بھتیجوں کے علاوہ رفقائے کرام جو بہترین راحت ذہن تھے جن پر زندگی مستعار کا قصر کھڑا تھا جو دل کا چین، آنکھوں کی ٹھنڈک بازو کی قوت اور دنیا کا سہارا تھے۔ ایک ہی آفتاب کی روشنی میں ایک ہی میدان اور ایک ہی دن میں ایک ایک کر کے، ایک ہی ذہنیت اور ایک ہی مذہب کے ابلیس خو اور درندہ صورت وحوش کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ بھی اس اندوہناک عالم میں کہ ایک کو اٹھا کر لائے ہیں تو دوسرا گر رہا ہے اور تیسرے کی تیاری ہے تو چوتھا کمر بستہ ہے۔

غم پہ غم پڑ رہا تھا۔ مصیبت پہ مصیبت آ رہی تھی۔ چوٹ پہ چوٹ آ رہی تھی۔ زخم پہ زخم آ رہے تھے۔ آفت پہ آفت ٹوٹ رہی تھی۔ چرکے پہ چرکے لگ رہے تھے ایک قیامت ختم ہوتی تو دوسری قیامت برپا ہو جاتی۔ ایک دل ہے اور سو غم ہیں، سو غم ہیں اور ہزار سوزشیں۔ ہزار سوزشیں تھیں۔ تو لاکھ کرب و بلائیں۔ نہ کوئی سننے والا ہے اور نہ کوئی مدد کرنے والا کسی سے کہہ نہیں سکتے۔ کوئی سہارا دینے والا نہیں اور نہ کوئی تسلی دینے والا ہے۔ آسمان ہے تو وہ خود نیلا پڑا ہوا ہے۔ آفتاب ہے تو وہ خود کانپ رہا ہے۔ میدانِ وغا ہے تو وہ خود جل رہا ہے۔ زمین ہے کہ آپ لرز رہی ہے۔ خواتین حرم ہیں تو خود سر و پا کا ہوش نہیں جگر کے ٹکڑے ہیں تو وہ سامنے پڑے ہیں۔ کسی کا سر علیحدہ ہے تو کسی کا دھڑ جدا ہے کسی کے بازو علیحدہ ہیں۔ تو کسی کی ٹانگیں جدا ہیں۔ کوئی خاک و خون میں تڑپ رہا ہے تو کوئی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ دشمنوں کا ہجوم ہے۔ اشقیاء کی یلغار ہے۔ ہر شخص خوا

ا۔ مقتل نور الائمہ للخوارزمی، نور العین، مرج البحرین۔ طبری۔)

Marfat.com

پیاسا ہے تشنگی سے زبان پر کانٹے پڑ چکے ہیں۔ سارا خاندان تباہ ہو چکا ہے۔ مرقع عالم کی تمام مقدس اور پاکیزہ تصویریں مٹ چکی ہیں۔ اب صرف اولاد حسین میں سے صرف تین نفوس قدسیہ باقی رہ گئے ہیں۔ تینوں نورِ نظر علی اصغر شیر خوار ہے۔ زین العابدین صاحب فراش ہیں۔ صرف ایک شبیہہ مصطفےٰ علی اکبر ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ غم نصیب امام کیا دنیا کا کوئی باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا نوجوان بیٹا خاک و خون میں تڑپے۔ چنانچہ عباس علمدار کے بعد آپ نے خود میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ جسم مبارک پر ہتھیار سجائے۔ چار آئینہ بسے اور میدانِ جنگ میں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

باپ سے بیٹے کی التدعا شبیہہ مصطفےٰ علی اکبر نے جونہی والد محترم کو میدان جنگ میں جانے کی تیاری میں مصروف دیکھا تو دوڑتے ہوئے آئے اور دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اباجان یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہ کیسی تیاریاں ہیں؟ کدھر کا ارادہ ہے؟ کیا آپ میدان جنگ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں زندہ ہوں آپ کے پاس ہوں۔ اور آپ میری آنکھوں کے سامنے زخم کھانے تکلیف اٹھانے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں کم عمر ہی سہی کمزور ہی سہی لیکن کیا کوئی بیٹا یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ وہ خود تو بیٹھا رہے اور باپ زخم کھاتا رہے۔ جب میں دنیا میں زندہ نہ رہوں گا تو آپ جو چاہیں کریں۔ میرے ہوتے ہوئے ہرگز ایسا نہ ہو گا۔ میرے مہربان اباجان آپ میری کمسنی پر نہ جائیے آخر میری رگوں میں بھی تو شیر خدا کا خون گردش کر رہا ہے۔ میں اشقیاء کے پرخچے اڑا دوں گا اور کوفیوں پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ کہ دودمانِ رسالت کے کمسن بچے بھی ہنستے ہوئے شیروں کا شکار کرتے ہیں۔ اے اباجان آپ ہی یہ وعظ کیا کرتے ہیں کہ ہمیشگی سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ مرنا تو بہرحال ہے۔ اور پھر ایسے درندہ خو ابلیس نما انسانوں کو مار کر مرنا تو سعادت ہے۔ اچھے اباجان مجھے اجازت دیجئے اور ان اشقیاء کو خون حیدری کے جوہر دکھا کر نانا جان کے پاس جانے کا موقعہ عطا فرمائیے۔

Marfat.com

بیٹے کو باپ کا جواب

لختِ جگرِ فاطمۃ الزہرا، نورِ نظرِ علی المرتضٰے اور راکبِ دوشِ مصطفٰے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صدموں سے نڈھال تھے۔ دل زخموں سے چور چور تھا جوان بھائیوں بھتیجوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپتا دیکھ چکے تھے۔ داغ پر داغ کھا چکے تھے۔ بیٹے کی باتیں سن کر سناٹے میں آ گئے۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ بیٹا تم نے جو کچھ غم نصیب باپ سے کہا ہے اس لے سنا ہے اور جو کچھ کہو گے۔ وہ بھی سنے گا میں تو اب سننے، صدمے اٹھانے اور اپنے جگر پاروں کو اپنی آنکھوں سے خاک و خون میں تڑپتا دیکھنے کے لیئے رہ گیا ہوں تم نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ بجا ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ میرے پہلو میں بھی باپ کا دل ہے جو اپنے بیٹے پر ذراسی آنچ آنا بھی گوارہ نہیں کر سکتا۔ تمہارے شہید ہونے کے بعد میرے ہوش و حواس قائم نہ رہ سکیں گے۔ جانِ پدر بیٹوں سے زیادہ والدین کو تڑپ ہوتی ہے تمہاری التجاؤں نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے ہیں۔ میری بات بے شک نہ سنو۔ میری پرواہ بے شک نہ کرو۔ جب تم بھی اور میں بھی نہ رہوں گا۔ تو ان غمزدہ عورتوں کا کون وارث بنے گا۔ یہ کس طرف نظریں اٹھائیں گی؟ یہ کس کی ہو کر رہیں گی۔ بیٹا کچھ تو سوچو اور غور کرو۔ میری نہیں مانتے تو ان کی خاطر ہی رک جاؤ۔ جب وہ تمہارا جانا سنیں گی تو ان کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ وہ تڑپ تڑپ کر جانیں دے دیں گی۔ دیکھو اگر تم شہید ہو گئے تو ماں کا کلیجہ شق ہو کر رہ جائے گا۔ پھوپھی تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ جنہوں نے تجھے اولاد کی طرح پالا ہے۔ حضرت علی اکبر رو پڑے اور عرض کرنے لگے کہ ابا جان کیا میں ہی رہ گیا ہوں۔ جو اپنے باپ کے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھوں۔ ابا جان کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ہی شرف جانثاری سے محروم رہوں۔ سب اپنی اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ اب مجھے بھی جانے دیجئے۔ ابا جان آپ نے تو کبھی میری بات نہیں ٹالی۔ آپ نے ہمیشہ میری بات مانی ہے آج اتنی سی اور مان لیجئے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے بعد اور کوئی مطالبہ نہ کروں گا۔ کوئی بات نہ منواؤں گا۔ خدارا انکار نہ کیجئے۔ اتنی منتیں کیں اور اتنا مجبور کیا کہ امام پاک کو صبر کی سل سینے پر رکھ کر اجازت دینی پڑی۔

Marfat.com

دودمانِ رسالت کا گل سرسبد اور ریاضِ امامت کا یہ نوبہار پھول اجازت ملنے پر خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ جھٹ اٹھے۔ چار آئینہ سجے۔ تایا ابا حضرت حسن کا پٹکہ زیب کمر کیا۔ ذوالفقار حیدری ہاتھ میں پکڑی اور رخصت کے لیے خیمہ حرم میں تشریف لے گئے۔

غمزدہ ماں نے آہیں بھرتے ہوئے اور روتے ہوئے دل سے بیٹے کو رخصت کیا غم نصیب پھوپھی زینب نے کلیجے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیٹے کو خدا حافظ کہا اور رخصت کے وقت جو حالت امام کے قلب کی ہوئی۔ اس سے متاثر ہو کر زمین کا ذرہ ذرہ، آفاق کا کونہ کونہ شبیہہ مصطفٰےؐ کو غم نصیب باپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھ کر زبان حال سے پکار رہا ہے۔

مومنو مرنے کو ہم شکل نبی جاتا ہے!
دولتِ بانوئے بے کس پہ زوال آتا ہے
کیا الم ہے کہ جگر سینے میں تھراتا ہے
داغ بیٹے کا فلک باپ کو دکھلاتا ہے
ماں تڑپتی ہے شہ جن و بشر روتے ہیں
کس بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں
داغِ اولاد نہیں آہ اٹھایا جاتا!
ایسا بیٹا نہیں ہاتھوں سے گنوایا جاتا
درد وہ ہے کہ زباں پہ نہیں لایا جاتا
زخم وہ ہے کہ جگر پہ نہیں کھایا جاتا
داغ فرزند حسین ابن علی سے پوچھو
نوجواں بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو
رن میں جانے کے لئے بانو کے جائے ہیں کھڑے
شوق سے جنگ کے ہتھیار لائے ہیں کھڑے
شاہ خاموش ہیں پر بول نہیں سکتے ہیں
کبھی بانو کا کبھی بیٹے کا منہ تکتے ہیں

Marfat.com

یکایک تشنگی کا غلبہ ہوا اور پوری شدت کے ساتھ ہوا۔ اسی وقت دشمنوں سے صاف نکل کر امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کی (یَا اَبَتَاہ غَارَتْ عَیْنَا مِنَ الْعَطَشْ) ابا جان پیاس کے مارے تو میرا دم نکلا جا رہا ہے غمزدہ باپ کے پاس، پانی کہاں تھا۔ سنتے ہی تڑپ گئے۔ بیٹے کی بے قراری باپ سے کہاں دیکھی جاتی تھی۔ آبدیدہ ہو گئے آپ نے نانا پاک کی انگوٹھی علی اکبر کے منہ میں دی۔ جس کی برکت سے پیاس کی شدت کچھ کم ہوئی۔ اس کے بعد امام عالی مقام نے فرمایا۔

(یَا بُنَیَّ قَاتِلْ مَا اَسْرَعُ الْمُتَّقِیْ یُحَرِّکُ الْمُصْطَفٰی مِیْسَنْقِیْدِ بِکَاْسِہِ الاَدْفٰی) جان پدر میدان میں جا کر شانِ حیدری دکھاؤ اور منزل مقصود کو پہنچو۔ تمہارے جدّ امجد حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم جام کوثر ہاتھ میں پکڑے ہوئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

چنانچہ آپ دوبارہ میدان جنگ میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا جس کا فارسی ترجمہ ابوالمفاخر نے یوں کیا ہے ؎

ساقیٔ کوثر آب مے خواہد
میر مجلس شراب مے خواہد
گیسوان سیہ سپید حسین!
کیست کز خوں خضاب مے خواہد
کیست آنکہ ز فرط بے نمکی!
دل زہرا کباب مے خواہد!
بچہ شیر در طریق خطر!
راہ آب از گلاب مے خواہد!
مومناں راہ بہشت و منکر ما!
سوئے دوزخ شتاب مے خواہد

پھر آپ نے مبارزت طلبی کی۔ جب کوئی میدان میں نہ آیا تو آپ نے ما آو بند

Marfat.com

دودمانِ رسالت کا گل سرسبد اور ریاضِ امامت کا یہ نوبہار پھول اجازت ملنے پر خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ جھٹ اٹھے۔ چار آئینہ سجے۔ تایا ابا حضرت حسن کا ٹپکہ زیب کمر کیا۔ ذوالفقار حیدری ہاتھ میں پکڑی اور رخصت کے لئے خیمۂ حرم میں تشریف لے گئے۔

غمزدہ ماں نے آہیں بھرتے ہوئے اور روتے ہوئے دل سے بیٹے کو رخصت کیا غم نصیب پھوپھی زینب نے بھتیجے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیٹے کو خدا حافظ کہا اور رخصت کے وقت جو حالت امام کے قلب کی ہوئی۔ اس سے متاثر ہو کر زمین کا ذرہ ذرہ، آفاق کا کونہ کونہ شبیہہ مصطفےٰ کو غم نصیب باپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھ کر زبان حال سے پکار رہا ہے۔

مومنو مرنے کو ہم شکل نبی جاتا ہے!
دولتِ بانوئے بے کس پہ زوال آتا ہے
کیا الم ہے کہ جگر سینے میں تھراتا ہے
داغ بیٹے کا فلک باپ کو دکھلاتا ہے
ماں تڑپتی ہے شہ جن و بشر روتے ہیں
کس بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں
داغِ اولاد نہیں آہ اٹھایا جاتا!
ایسا بیٹا نہیں ہاتھوں سے گنوایا جاتا
درد وہ ہے کہ زباں پہ نہیں لایا جاتا
زخم وہ ہے کہ جگر پہ نہیں کھایا جاتا
داغ فرزند حسین ابنِ علی سے پوچھو
نوجواں بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو
رن میں جانے کے لئے بانو کے جائے ہیں کھڑے
شوق سے جنگ کے ہتھیار لگائے ہیں کھڑے
شاہ خاموش ہیں پر بول نہیں سکتے ہیں
کبھی بانو کا کبھی بیٹے کا منہ تکتے ہیں

Marfat.com

یکایک تشنگی کا غلبہ ہوا اور پوری شدت کے ساتھ ہوا۔ اسی وقت دشمنوں سے صاف نکل کر امام عالی مقام کے پاس آئے اور عرض کی (یَا اَبَتَاہُ غَارَتْ عَیْنَا مِنَ الْعَطَشِ) ابا جان پیاس کے مارے تو میرا دم نکلا جا رہا ہے۔ غمزدہ باپ کے پاس پانی کہاں تھا۔ سنتے ہی تڑپ گئے۔ بیٹے کی بے قراری باپ سے کہاں دیکھی جاتی تھی۔ آبدیدہ ہو گئے آپ نے نانا پاک کی انگوٹھی علی اکبر کے منہ میں دی۔ جس کی برکت سے پیاس کی شدت کچھ کم ہوئی۔ اس کے بعد امام عالی مقام نے فرمایا۔

(یَا بُنَیَّ قَاتِلْ مَا اَسْرَعَ اَلْمُتَّقِیْ یُجْرِکَ الْمُصْطَفٰے مِیْسَقِیْدِ بِکَاسِہِ الْاَدْفٰی)

جانِ پدر میدان میں جا کر شانِ حیدری دکھاؤ اور منزلِ مقصود کو پہنچو۔ تمہارے جدِ امجد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جامِ کوثر ہاتھ میں پکڑے ہوئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

چنانچہ آپ دوبارہ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا جس کا فارسی ترجمہ ابوالمفاخر نے یوں کیا ہے ؎

ساقیٔ کوثر آب مے خواہد
میر مجلس شراب مے خواہد
گیسوان سیہ سپید حسین!
کیست کز خوں خضاب مے خواہد
کیست آنکہ ز فرط بے نمکی!
دل زہرا کباب مے خواہد!
بچہ شیر در طریق خطر!
راہ آب از گلاب مے خواہد!
مومناں راہ بہشت و منکر ما!
سوئے دوزخ شتاب مے خواہد

پھر آپ نے مبارزت طلبی کی۔ جب کوئی میدان میں نہ آیا تو آپ نے ما آواز

Marfat.com

کہا۔ او جنتی باپ کے دوزخی بیٹے عمر! تو بہت بڑا جنگجو ہے۔ تو نے بڑے بڑے معرکے دیکھے ہیں اور اس وقت بھی تو اپنی فوج کا سپہ سالار ہے اگر کچھ ہمت و جرأت ہے تو آ اور ابن حسین سے مقابلہ کر۔ ابن زیاد تو تجھے زیادہ سے زیادہ رے کی حکومت دے گا۔ میں تجھے آن کی آن میں خطۂ جہنم کی شہنشاہی بخشوں گا۔ اس ننگ دنیا کے پاس نہ کوئی جواب تھا اور نہ ہی ہمت و قوت کہ اس شیر خدا کے پوتے کے سامنے آئے ایک نامور جرنیل طارق بن نبیث سے کہنے لگا کہ بڑھ اور اس نوجوان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر۔ میں اس کے صلہ میں تجھے ابن زیاد سے رقہ اور موصل کی حکومت دلواؤں گا۔ طارق کہنے لگا اب تو تو کہتا ہے ممکن ہے بعد میں انکار کر جائے پہلے مجھے مطمئن کر۔ تب میں مقابلہ کے لئے نکلوں گا۔

ابن سعد نے اسے بطور تحریر اپنی انگوٹھی دی۔ طارق بن نبیث نے انگوٹھی لی اور میدان جنگ کی جانب چل پڑا۔

ادھر رگ ہاشمی جوش زن ہوئی۔ قریب جا کر طارق نے آپ پر نیزے کا ایک بھرپور وار کیا۔ آپ نے برقی سرعت کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر اس کا وار روک کر ضائع کر دیا۔ پھر علی کے پوتے نے ایسا نیزہ مارا جو اس شقی کے سینے سے پار ہو گیا۔ گھوڑے سے گرا تو اسے آپ نے اپنے گھوڑے سے روندتے ہوئے کہا او ظالم رقہ و موصل کی حکومت تو تجھے نہ مل سکی۔ البتہ اب تو جہنم کے وسیع و عریض خطے کا مالک بن گیا ہے۔

جب طارق کے بیٹے عمرو نے باپ کو گھوڑے سے گرتے دیکھا تو غضب آلود ہو کر بڑھا۔ لیکن ایک ہی وار سے آپ نے اسے بھی باپ کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ آگ بگولا ہو کر لپکا اور قریب آ کر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے عجلت کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ وہ وہیں مر گیا اور ابا جان اور بھائی جان کی آتش مجلس میں جا پہنچا۔ یہ طاقت، ہمت یہ پھرتی دیکھ کر کوفیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

ابن سعد نے ایک اور بہادر جرنیل مصراع بن غالب کو حکم دیا اور کہا اے مصراع یہ لڑکا تو تیرے ایک وار کا حریف نہیں بن سکتا بڑھ اور اس نارستہ حیات منقطع کر۔

Marfat.com

چنانچہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور پکارے (یَا اَبَتِ اَدرِکنِی) اے بابا جان اپنے نورِ نظر کی خبر لیں۔

جب امام عالی مقام نے بیٹے کی یہ جانگزا آواز سُنی۔ تو کلیجہ الٹ گیا۔ پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی۔ آلام کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ حواس باختہ ہو گئے ؎

جس دم سنی حسین نے وہ جانگزا صدا!
صابر اگرچہ تھے پر کلیجہ الٹ گیا!
ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا!
نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا
مل کر غریب و بے کس و تنہا سے جائیو
آئے ضعیف باپ تو دُنیا سے جائیو
ہے ہے میرے شفیق پسر مہرباں پسر
خوش رو پسر سعید پسر مہرباں پسر
مادر کا چین باپ کا آرام جاں پسر
کم گو پسر شہید پسر نوجواں پسر!
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے
اے نورِ عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے
مجھ کو غریب دشتِ بلا کہہ کے پھر پکار
اک بار یا شہ دوسرا کہہ کے پھر پکار
شبیر سید الشہداء کہہ کے پھر پکار
صدقے ہو باپ بابا اتنا کہہ کے پھر پکار
میری بھی جان تن سے تیرے ساتھ جائیگی
مر جاؤں گا نہیں جو نہ آواز آئے گی!

Marfat.com

کہا۔ اوجنتی باپ کے دوزخی بیٹے عمر تو بہت بڑا جنگجو ہے۔ تو نے بڑے بڑے معرکے دیکھے ہیں اور اس وقت بھی تو اپنی فوج کا سپہ سالار ہے اگر کچھ ہمت وجرأت ہے تو آ اور ابن حسین سے مقابلہ کر۔ ابن زیاد تو تجھے زیادہ سے زیادہ رے کی حکومت دے گا۔ میں تجھے آن کی آن میں خطۂ جہنم کی شہنشاہی بخشوں گا۔ اس سگ دنیا کے پاس نہ کوئی جواب تھا اور نہ ہی ہمت وقوت کہ اس شیر خدا کے پوتے کے سامنے آتے ایک نامور جرنیل طارق بن نبیث سے کہنے لگا۔ کہ بڑھ اور اس نوجوان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر۔ میں اس کے صلہ میں تجھے ابن زیاد سے رَے اور موصل کی حکومت دلواؤں گا۔ طارق کہنے لگا اب تو تو کہتا ہے ممکن ہے بعد میں انکار کر جائے پہلے مجھے مطمئن کر۔ تب میں مقابلہ کے لئے نکلوں گا۔

ابن سعد نے اسے بطور تحریر اپنی انگوٹھی دی۔ طارق بن نبیث نے انگوٹھی لی اور میدان جنگ کی جانب چل پڑا۔

ادھر رگ ہاشمی جوش زن ہوئی۔ قریب جا کر طارق نے آپ پر نیزے کا ایک بھرپور وار کیا۔ آپ نے برقی سرعت کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر اس کا وار روک کر ضائع کر دیا۔ پھر علی کے پوتے نے ایسا نیزہ مارا جو اس شقی کے سینے سے پار ہو گیا۔ گھوڑے سے گرا تو اسے آپ نے اپنے گھوڑے سے روندتے ہوئے کہا او ظالم رَے وموصل کی حکومت تو تجھے نہ مل سکی۔ البتہ اب تو جہنم کے وسیع وعریض خطے کا مالک بن گیا ہے۔

جب طارق کے بیٹے عمرو نے باپ کو گھوڑے سے گرتے دیکھا تو غضب آلود ہو کر بڑھا لیکن ایک ہی وار سے آپ نے اسے بھی باپ کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ آگ بگولا ہو کر لپکا اور قریب آ کر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے عجلت کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی اور اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ وہ وہیں مر گیا اور ابا جان اور بھائی جان کی آتش مجلس میں جا پہنچا یہ طاقت وہمت یہ پھرتی دیکھ کر کوفیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

ابن سعد نے ایک اور بہادر جرنیل مصراع بن غالب کو حکم دیا اور کہا اے مصراع یہ لڑکا تو تیرے ایک وار کا حریف نہیں بن سکتا بڑھ اور اس کا رشتہ حیات منقطع کر۔

Marfat.com

چنانچہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور پکارے (یَا اَبَتِ اَدرِکنِی) اے ابّا جان اپنے نورِ نظر کی خبر لیں۔

جب امام عالی مقام نے بیٹے کی یہ جانگزا آواز سُنی۔ تو کلیجہ اُلٹ گیا۔ پاؤں تلوں سے زمین نکل گئی۔ آلام کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ حواس باختہ ہو گئے ے

جس دم سنی حسین نے وہ جانگزا صدا!
صابر اگرچہ تھے پر کلیجہ الٹ گیا!
ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا!
نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا
مل کر غریب دبے کس و تنہا سے جاییو
آئے ضعیف باپ تو دُنیا سے جاییو
ہے ہے میرے شفیق پسر مہرباں پسر
خوش رو پسر سعید پسر مہرباں پسر
مادر کا چین باپ کا آرام جاں پسر
کم گو پسر شہید پسر نوجواں پسر!
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے
اے نورِ عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے
مجھ کو غریب دشتِ بلا کہہ کے پھر پکار
اِک بار یا شہ دوسرا کہہ کے پھر پکار
شبیر سید الشہداء کہہ کے پھر پکار
صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
میری بھی جان تن سے تیرے ساتھ جائیگی
مر جاؤں گا نہیں جو نہ آواز آئے گی!

Marfat.com

امام مظلوم کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ سر چکرا رہا ہے۔ اسی عالم بے خودی میں بیٹے کی جانب دوڑے جا رہے ہیں اور دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں کہ اے علی اکبر اگر تو چل بسا تو میں بھی نہ بچ سکوں گا۔ لڑکھڑاتے ہوئے بیٹے کے پاس جا پہنچے ؎

دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطانِ بحر و بر
بیٹے کی لاش باپ نے دیکھی لہو میں تر
اٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر
دیکھا جو زخم منہ کے قریب آ گیا جگر
تڑپے جو گر کے اور تڑپ کر ٹھہر گئے
غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیر مر گئے
ہوش آیا چند ساعت کامل کے بعد جب
دیکھا کہ لٹ رہی شبیہہ رسول اب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
چلاتے تھے کہ چھوڑ چلے ہم کو ہے غضب
دل سے گلے بیٹے کی حسرت نکال دو
باہیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال دو

حضرت امام عالی مقام نے بیٹے کا سر اپنے زانو پر رکھا اور روتے ہوئے کہا۔ علی اکبر بیٹا آنکھیں تو کھولو۔ علی اکبر نے سر اوپر اٹھا کر مظلوم باپ کی طرف دیکھا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ مظلوم دل بے کس باپ کے دل پر ایک تیر لگا۔ فرمایا بیٹا۔ روتے کیوں ہو۔ کیا ماں تو یاد نہیں آئی؟ اگر ماں کی یاد ستا رہی ہے تو تمہیں خیمہ میں لئے چلتا ہوں۔ آپ نے سر ہلا کر نفی میں جواب دیا۔ پھر امام نے پوچھا۔ ناز و نعم سے پالنے والی پھوپھی کو ملنا چاہتے ہو؟ سر ہلا کر عرض کی ابا جان نہیں۔ پھر پوچھا۔ بیٹا کیا ننھا علی اصغر یاد آ رہا ہے؟ پھر جواب نفی میں دیا۔ پھر فرمایا۔ اے جانِ پدر جان جا رہی ہے کیوں نہیں بتاتے

Marfat.com

کہ رونے کا سبب کیا ہے۔ کچھ تو بولو۔ اگر پیاس نے تنگ کیا ہے تو میں فرشتہ کو حکم دوں کہ وہ تمہارے لئے حوض کوثر سے پانی لائے۔ بڑی کوشش و ہمت کے بعد مدہم سی آواز میں عرض کرنے۔ ابا حضور مجھے اس وقت دنیا کی کسی چیز کی حاجت نہیں میں جنّت کی حوروں کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ شربت کے گلاس لئے مجھے اپنی طرف بلا رہی ہیں۔ ایک طرف دادا جان حضرت علی المرتضےٰ کہہ رہے ہیں کہ بیٹا جلدی آ اور میرے سینے سے لگ جا۔ دوسری طرف دادی اماں میرا انتظار کر رہی ہیں۔ نانا ئے پاک جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہیں اور مجھے اشاروں ہی اشاروں میں اپنے پاس بلا رہے ہیں کہ تو تین دن کا بھوکا اور پیاسا ہے مجھ سے آکے جام کوثر پی لے۔ جنّت کے پُر بہار نظارے میرے سامنے ہیں۔ مجھے ایسی ایسی دلکش چیزیں نظر آ رہی ہیں جنہیں نہ تو میں نے دیکھا ہے اور نہ ہی ان کے متعلق کسی سے سُنا ہے۔

امام مظلوم بولے بیٹا پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ مجھے جلدی سے بتا دو۔ میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ حضرت علی اکبر نے رو کر عرض کی۔ ابا جان مجھے اور تو کوئی غم نہیں۔ صرف یہ غم ہے کہ آپ اکیلے رہ گئے ہیں اور باقی سب حوض کوثر پر چلے گئے ہیں ؎

ساتھ آتے تھے جو جا ہے وہ دور ہیں
روتا ہوں اس لئے کہ اکیلے حضور ہیں

یہ کہہ رہے تھے کہ چہرہ پر زردی چھانے لگی۔ آنکھوں کی نیلیاں چڑھنے لگیں۔ کپکپی طاری ہونے لگی تو علی اکبر عرض کرنے لگے۔ ابا جان نانا ئے پاک مجھے بلا رہے ہیں۔ اس لئے میرا منہ قبلہ رُخ کر دیجئے۔ امام مظلوم نے روتے ہوئے شبیہ مصطفٰے کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا۔ شبیہہ مصطفٰے کو ایک ہچکی آئی اور روح اقدس قفس عنصری سے پرواز کر کے خُلدِ بریں میں جاگزین ہوئی۔

دُنیا سے انتقال ہوا نورِ عین کا!
ہنگام ظہر تھا کہ لُٹا گھر حسین کا!

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

Marfat.com

ظہر کا جانگزا وقت تھا۔ سورج اپنے پورے شباب پر تھا مگر علی اکبر کا شباب خاک و خون میں مل چکا تھا۔

امام عالی مقام غم واندوہ کو سینے سے لگائے فرشِ زمین سے بیٹے کی لاش کو اٹھانے ہیں کہ کمر خم ہو گئی۔ بصد مشکل خود کو سنبھالا دیا اور اٹھ کھڑے ہوتے اور چشم فلک یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بیٹے کی لاش کو اٹھاتے ہی غم نصیب باپ کی ریش کے تمام بال سفید ہو گئے اور آپ دونوں ہاتھوں پر لاش اٹھائے ہوئے حسرت و یاس کا مجسمہ بنے ہوئے خیمہ حرم کی جانب یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے ؂

اٹھارہ سال کی ہے یہ دولت حسین کی
اب ہے تیرے سپرد امانت حسین کی

Marfat.com

امام مظلوم کی رخصت

نواسہ مصطفےٰ دلبند علی المرتضےٰ، جگر پارۂ فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسین علیہ السلام اب یک و تنہا میدان جنگ میں رہ گئے ہیں۔ بظاہر نہ کوئی غمگسار ہے اور نہ دمساز، نہ کوئی سہارا دینے والا ہے اور نہ ہی کوئی تسلی دینے والا۔ بھائیوں، بھانجوں اور بھتیجوں کی لاشوں کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔

ادھر فوج اشقیاء میں شادمانی کے نقارے بج رہے ہیں۔ ہل من مبارز کے نعرے لگ رہے ہیں۔ سوچتے ہیں کہ اب مجھے جلد از جلد میدانِ وغا کی طرف گامزن ہونا چاہیئے۔ مبادا اشقیاء خیام اہل بیت میں گھس آئیں اور اہل بیت کی وہ حیا بار عورتیں جن کے چہروں پر کبھی سورج کی کرن نہیں پڑی ان خبیثانِ وقت کی نظر بد کا شکار ہو جائیں۔ پھر آپ سوچتے ہیں کہ میرے بعد ان خواتین حرم کا سہارا کون بنے گا؟ یہ مدد کے لئے کس کو پکاریں گی؟ ان مظلوموں کا وارث کون ہوگا؟

یہ سوچتے سوچتے آپ نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ سوچا کہ جانے سے پہلے خواتین حرم سے اجازت لے لوں۔

بیمار زین العابدین کو گلے لگا لوں۔ معصوم سکینہ کی پیشانی کو بوسہ تو دے لوں۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ اپنی غم نصیب ہمشیر زینب کے خیمہ میں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ زینب اپنے دونوں بیٹوں کی لاشوں کے ٹکڑے جوڑ کر پوری شبیہہ بنانے کی کوشش کر رہی ہے مگر مکمل شبیہہ بنتی کیسے۔ سروں کو تو اشقیاء لے جا چکے تھے اور جسموں کے بعض اعضاء کا قیمہ بن کر ریت میں مل چکا تھا تاہم آفت زدہ ممتا کی ستائی ہوئی ماں کسی نہ کسی طریقہ اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ آخر کٹے پھٹے اور بکھرے ہوئے اعضاء کو دیکھ کر اشکبار آنکھوں سے اللہ کریم کا شکر ادا کر رہی ہے اس ہولناک اور خونی منظر کو دیکھ امام پاک میں یارائے ضبط نہ رہا۔ سوچا کہ اگر اس حالت میں زینب کو بلایا تو بھائی کی کا سن کر اس کا غم دو آتشہ ہو جائے گا جگر چھلنی ہونے اور دل پھٹ جانے کا خطرہ۔

یہ سوچ کر آپ الٹے پاؤں زینب کے خیمہ سے روتے ہوئے باہر نکلے۔ اشکبار آنکھوں کو دامنِ عبا سے صاف کر رہے تھے مگر اشکوں کا یہ سمندر موجزن تھا کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا تاہم آپ ضبط سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے خیمے میں داخل ہوتے۔ جہاں علی اکبر کی والدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ مسعود ثقفی، حضرت زین العابدین کی والدہ حضرت شہر بانو، والدۂ سکینہ حضرت رباب بنت امراء القیس، فاطمہ صغریٰ اور فاطمہ کبریٰ کی والدہ حضرت ام اسحاق کے علاوہ ششماہی علی اصغر کی والدہ حسرت و یاس کی تصویر بنی بیٹھی تھیں۔

حضرت امام عالی مقام کو روتا ہوا دیکھ کر علی اکبر کی والدہ حضرت اُمّ لیلیٰ بنت ابی مرہ قریب آکر پوچھنے لگیں۔ اے شاہِ دین آپ کیوں رو رہے ہیں؟ خیر تو ہے میرے لال کا کیا حال ہے؟ کیا آپ اسے میدان جنگ سے لے آئے ہیں اگر نہیں لائے تو فوراً جائیے اور میرے نور نظر کو لائیے۔ نہ جانے میرا دل کیوں ڈوب رہا ہے دل کی دھڑکن کیوں تیز ہو رہی ہے؟

ستم دیدہ بینوا ام لیلیٰ کی یہ باتیں سن کر سُن ہو رہے۔ بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر بول نہیں سکتے، کچھ کہنا چاہتے تھے مگر کہنے کی ہمت نہ تھی۔ اشارے سے کچھ کہنا چاہتے تھے مگر دماغ ساتھ نہ دیتا تھا آپ کی یہ مذبذب کیفیت دیکھ کر اُم لیلیٰ بولی۔ حضور آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدارا جلدی بتائیں کہ میرا لختِ جگر کہاں ہے۔ کلیجہ کو سنبھالتے ہوئے ہوش و حواس بجا کرتے ہوئے بڑی مشکل سے آپ نے زباں کھولی اور فرمایا ؎

باتیں یہ سن کے کہنے لگے شہ بحر و بر
یا رب جدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
لیلیٰ کسے بلاؤں کہاں ہے وہ سیم بر
ہمشکل مصطفےٰ لُٹ گیا فاطمہ کے گھر
مخفی بہت کیا پر اجل آ گئی اُسے
صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی اُسے

Marfat.com

جاتے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہے وہ تشنہ کام
دے دو جو اپنے لال کو دینا ہے کچھ پیام

حضرت اُم لیلیٰ نے جب امام پاک کی یہ خونچکاں تقریر سنی تو یارائے ضبط نہ رہا دھڑام سے نیچے گر پڑی۔ بے ہوشی کے عالم میں ماہئی بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ پھر آپ حضرت شہر بانو کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے شہر بانو اٹھو اور مجھے الوداع کہو۔ میں میدان کارزار کی طرف جا رہا ہوں۔ جب شہر بانو نے آپ کی رخصت کے متعلق سنا تو لرزا طاری ہو گیا۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے امام دوجہاں کا دامنِ عبا پکڑ کر عرض کرنے لگی۔

دامن پکڑ کے شاہ کا بولی وہ دل فگار
اے ابنِ فاطمہ یہ کنیز آپ پر نثار
کچھ حق میں اس کنیز کے فرماتے جایئے
صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلاتے جایئے
فرمایا شاہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال
زہرا کی بیٹیوں کی رہو تم شریکِ حال
زینب کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ دونوں لال
صاحب تمہارے پاس ہے عابد سا خوشخصال
بے وارثوں کا وارث و والی الہٰ ہے
دیکھو ڈگے نہ پاؤں یہ مشکل کی راہ ہے

اتنے میں آپ کی دیگر ازواج مطہرات بھی آ کر قدموں پر گر پڑیں اور با آوازِ بلند رونا شروع کر دیا۔ ان کی آہ وزاری سن کر حضرت زینب، سکینہ اور دیگر مخدراتِ عفت مآب بھی وہاں پہنچ گئیں اور آنسوؤں کے موتی پرونے لگیں۔
شہزادۂ کونین نے جب خواتین کو روتے ہوئے دیکھا تو یارائے سخن نہ رہا۔ البتہ ہاتھ کے اشارے سے انہیں الوداع کہا اور یہ کہتے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے ۔

Marfat.com

لو الوداع لاش پہ اب آ کے روئیو
لیکن نہ خاک اڑا کے منہ چلا کے روئیو
زانو پہ سر کو شرم سے بہوڑا کے روئیو
قبر رسول پاک پہ ہاں جا کے روئیو
لٹنے میں صبر شکر بنا ہی ہیں چاہیئے
رونا بشر کو خوف الٰہی میں چاہیئے

آنکھیں اشکبار تھیں، دل ذگار تھا۔ دامن صبر تار تار تھا۔ آپ ہل من مبارز یُبارزنا کی صدائے بے ہنگام بار بار سن کر میدان وغا کی طرف قدم بڑھانے کے لئے بے تاب تھے۔ کہ اچانک غل ہوا کہ اُم لیلیٰ جنت کو سدھار چکی ہیں۔ آپ یہ آواز سن کر چونک اٹھے اور واپس خیمے میں چلے آئے۔ حسرت زدہ والدہ جوان بیٹے کی جدائی کا تیر سینے پہ کھائے ہوئے بیہوش زمین پر تڑپ رہی تھی۔ آپ اس کے سر کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور صبر و شکر کی تلقین فرمانے لگے۔ ؎

روتے ہوئے وہاں جو گئے شاہ خوشخصال
دیکھا کہ غش ہے خاک پر بکھرے ہوئے ہیں بال
شبیر بیٹھ کر یہ پکارے بصد ملال
اے اُم لیلےٰ ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال
سچ ہے فلک نے تجھکو بہت دکھ دکھائے ہیں
صاحب اٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

معصوم علی اصغر کی شہادت

یہ کہتے ہوئے امام عالی مقام خیمہ حرم سے رخصت ہوئے اور میدانِ وغا میں جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے آپ نے والد مکرم علی المرتضےٰ کا عمامہ سر پر رکھا۔ برادر اکبر حضرت امام حسن کا ٹپکہ زیب کمر کیا۔ حضرت امیر حمزہ کا خود سر پر سجایا اور ذوالفقار حیدری

Marfat.com

کمر سے لٹکا کر ذوالجناح کے قریب آئے ہی تھے کہ خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے یہ سمجھا کہ شاید کوئی نابکار یزیدی خیمہ میں گھس آیا ہے اس خیال سے آپ الٹے پاؤں خیمہ حرم کی طرف پلٹے۔ جب علی اصغر کی والدہ نے آپ کو خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اپنے بچے کو باہوں میں اٹھائے ہوئے قریب آئی اور عرض کرنے لگی۔ اے شاہ دیں ہم سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن معصوم علی اصغر کی تشنگی برداشت نہیں ہو سکتی۔ بچہ شدت پیاس سے ایڑیاں رگڑ کر دم توڑ رہا ہے۔

ایڑیاں خاک پہ بیٹے کو رگڑتے دیکھا

نقشۂ ہستی فرزند بگڑتے دیکھا!

یہ جانکاہ منظر دیکھ کر آپ کے ہوش اڑ گئے بیوی نے قدم پکڑ کر کہا اے فرزند مشکل کشا اس معصوم کی مشکل کشائی فرمائیے۔ خدارا ان ظالموں سے کہیئے کہ وہ اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی دے دیں۔ اے جگر پارۂ فاطمۃ الزہرا میرے لخت جگر کو عدوئے دین کے سامنے لے جائیے۔ شاید اس کی حالت پر انہیں رحم آجائے اور اسے دو گھونٹ پانی دے دیں۔ پہلے تو آپ نے سر ہلا کر انکار فرمایا۔ پھر شفقت پدری سے مجبور ہو کر بچے کو اپنی باہوں میں لے لیا کیا دیکھتے ہیں کہ بچے کی پتلیاں چڑھ رہی ہیں۔ سانس اکھڑ رہا ہے اور منکا ڈھل رہا ہے۔ بچے کی یہ حالت دیکھتے ہی آپ اسے لے کر لشکر یزید کی جانب چل دیئے اور دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبط مصطفٰے

لے تو چلا ہوں فوج عدو سے کہوں گا کیا

نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا!

مانگوں گا بھی اگر تو بھلا دیں گے مجھ کو کیا

پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو میری

بچے کی جان جائے گی اور آبروئے مہری

آپ بچے کو دامن عبا میں چھپاتے ہوئے اعدائے دین کی طرف بڑھ رہے تھے

Marfat.com

اشقیاء حیران تھے کہ شہزادہ دو جہان اپنی آغوش میں کیا چھپائے لا رہے ہیں کہ اچانک آپ نے اشقیاء کے قریب پہنچ کر بچے کے چہرے سے دامن عبا کو ہٹایا اور اشکبار آنکھوں سے فرمانے لگے ۔

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
گو میں بقول عمر و شمر ہوں گنہگار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
ششماہی بے زباں نبی زادہ شیر خوار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے شیر خوار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور مظلوم زادہ ہے!
یہ کون بے زباں ہے تجھے کچھ خیال ہے
دُرِّ نجف ہے بانوئے بے کس کا لال ہے
لو مان لو تمہیں قسم ذوالجلال ہے!
یثرب کے شہزادے کا یہ پہلا سوال ہے
پوتا علی کا تم سے طلب گارِ آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

آپ نے فرمایا او یزیدیو۔ اگر تمہارا مجرم ہوں تو میں ہوں۔ یہ میرا بچہ تو معصوم ہے اس کی کوئی خطا نہیں۔ میرے ساتھ جو چاہو سو کرو لیکن خدارا اس بے گناہ کے حلق میں

Marfat.com

پانی کے چند قطرے ٹپکا دو۔ تاکہ کم از کم اس کی حالت نزع کی تکلیف ہی کم ہو جائے۔ ان ابلیسان وقت نے جب گلستانِ فاطمہ کی کملائی ہوئی کلی کو دیکھا اور فرزند ساقی کوثر کی درد انگیز تقریر سنی تو باآواز بلند قہقہہ لگایا اور خاندان زہرا کا نام و نشان مٹانے کے درپے ہو گئے۔ کہنے لگے اے حسین اگر بچے کی جان پیاری ہے تو یزید کی بیعت کر لو۔ شہزادہ کونین نے اشقیاء کی یہ بات سن کر جواب دیا کہ ٹھہر و مجھے اپنے لخت جگر سے اجازت لے لینے دو۔ آپ نے بچے کی جانب منہ کر کے کہا۔ اے میرے علی اصغر اگر تم کہو تو تمہاری جان بچانے کے لئے یزید کی بیعت کر لوں۔ اسی وقت ننھے علی اصغر نے آغوش پدر میں اپنا سر ہلاتے ہوئے زبانِ حال سے کہا کہ اے اباجان میں اپنی جان قربان کرنا تو گوارہ کر لوں گا مگر آپ کو یزید پلید کی بیعت ہرگز نہ کرنے دوں گا۔ آپ سے میں التجا کرتا ہوں کہ ؎

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

معصوم کا یہ جواب سن کر شہزادہ کونین نے یزیدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے یزیدیو۔ میرا بچہ مجھے یزید کی بیعت کرنے سے روک رہا ہے اس لئے اگر ایمان محفوظ رہ سکتا ہے تو میں اس معصوم کی موت بھی قبول کر لوں گا۔ جہاں کلیجے پر علی اکبر کا داغ ہے وہاں علی اصغر کا بھی سہی۔ یہ سن کر اعدائے دین بولے کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو ٹھہر جاؤ ہم ابھی اس کی پیاس بجھاتے ہیں ؎

یہ کہہ کے ہوئے مستعد قتل کماندار
صف باندھ کے چلوں سے ملائے لب فرخسار
ہونے لگی معصوم پہ تیروں کی جو بوچھاڑ
خم ہو کے بچاتے تھے اسے سید ابرار
چلاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتے ہو یارو
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتے ہو یارو

ناگاہ حرملہ بن کاہل کا تیر معصوم علی اصغر کے حلقوم نازنین پر لگا۔ جونہی سی گردن

Marfat.com

کو چیرتا ہوا غم نصیب باپ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ معصوم ننھا سا منہ کھول کر تڑپا۔ اور آغوشِ پدر میں ٹھنڈا ہو گیا ؎

شاہ رونے لگے چہرے سے چہرے کو ملا کر
وہ سرد ہوا نرگسی آنکھوں کو پھرا کر

امام مظلوم کے ہاتھوں پر بچے کے خون کے چند قطرے گرے۔ آپ نے خون اس خیال سے زمین پر گرنے نہ دیا کہ مبادا قہرِ الٰہی سے زمین شق ہو جائے آپ نے وہ خون اپنے چہرہ مبارک پر مل کر کہا اے اللہ گواہ رہنا کہ میں نے معصوم علی اصغر کو بھی تیری راہ پر قربان کر دیا ہے ؎

شاہ لاشہ کو ہاتھوں میں اٹھا کر یہ پکارے
اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے
کچھ اور بجز نذرانہ نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسر صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ

امام مظلوم بچے کی ننھی سی لاش ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ خیمہ میں کس منہ سے جاؤں۔ علی اصغر کی غم نصیب والدہ کو کیا منہ دکھاؤں۔ بہتر یہی ہے کہ ننھے کو خیمہ میں لے جانے کی بجائے یہیں دفن کر دیا جائے چنانچہ آپ نے ذوالفقار حیدری سے ریت کو پرے ہٹایا اور معصوم بچے کو قبر میں رکھتے ہوئے کہا ؎

فرمانے لگے کیونکر علی اصغر تجھے پاؤں
اے جان تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈنے جاؤں
اس وقت کلیجے کا کسے حال سناؤں!
ہاتھوں سے مرے خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تیری مٹی میں ملائی نہیں جاتی

Marfat.com

اسی سوچ میں تھے کہ آنکھوں کے سامنے والدہ ماجدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کی صورت نظر آئی جو فرما رہی تھیں۔ اے میرے نورِ نظر کیا سوچ رہے ہو۔ ننھے کو فوراً گاڑ دو اور خود قربان گاہِ عشق و محبت میں جانے کے لئے فوراً سدھارو۔ تمہارے والد ماجد علی المرتضٰے اور نانا تے پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ حوض کوثر تمہارا منتظر ہے۔ حوران خلد سہرے گوندرہی ہیں۔ آپ نے علی اصغر کی ننھی سی لاش کو لحد میں رکھا

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

خیال آیا کہ کچھ پانی ملے تو اسے قبر پر چھڑکوں مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ پینے کے لئے تو ایک قطرہ آب نصیب نہ ہوا۔ قبر پر چھڑکنے کے لئے کہاں سے آتا۔ ناگاہ آپ کی آنکھوں نے ساون بھادوں کی جھڑی لگا دی اور امام پاک نے بجائے پانی کے اپنے آنسوؤں سے شیر خوار کی قبر کو تر کر دیا ؎

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پر

Marfat.com

دوشِ پیغمبر کا مکیں میدانِ کارزار میں

رہا نہ کوئی بہتر (۷۲) میں ظلم ذرا تک باقی
حسین رہ گئے سب کاروان روانہ ہوا

جانثارانِ اہل بیت اور خاندان رسالت کے تمام نفوس قدسیہ حضرت امام پاک کی آنکھوں کے سامنے یکے بعد دیگرے دادِ شجاعت دیتے ہوئے خاک و خون میں مل چکے تھے۔ سب کچھ کھو چکا تھا۔ اب کوئی ایسا نہ تھا جو اسلام کی سربلندی اور اعدائے دین کی سرکوبی کے لئے میدان کارزار میں نکلتا۔ امام عالی مقام خیام اہل بیت سے الوداع ہو کر بدن مبارک پر قبائے خز مصری اور سرِ اقدس پر نانا ئے پاک کا عمامہ باندھ کر حضرت امیر حمزہ کی ڈھال پشت پر لگا کر ذوالجناح کی سواری کے لئے چل پڑے۔

مستورات عفت مآب جن پر کوہ غم ٹوٹا ہوا تھا اور اب علی اصغر کی شہادت کا سن کر ان کے ہوش اڑ چکے تھے۔ وہ گھبرا کر خیمے سے باہر نکل آئیں تو آپ نے ان کی یہ بے قراری دیکھ کر فرمایا۔ (حَبلُ المتین) یعنی صبر کو لازم پکڑو۔ یہ کہا اور گھوڑے کے قریب آ گئے۔ اتنے میں یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت زین العابدین جو سخت بیمار تھے۔ ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے دوڑے چلے آتے ہیں۔ امام کے قریب آ کر اجازت طلب کرنا چاہتے ہی تھے کہ قدم لڑکھڑا گئے اور نیچے گر پڑے۔ کچھ وقفے کے بعد جب ہوش آیا تو دست بستہ ہو کر والد ماجد سے عرض کرنے لگے۔ پیارے ابا جان ابھی میں زندہ ہوں۔ اپنی موجودگی میں آپ کو میدانِ کارزار میں کبھی نہ جانے دوں گا۔ میں اگرچہ بیمار ہوں تاہم آپ مجھے ان لعینوں سے مقابلے کی اجازت دیں تاکہ بیماری کی حالت میں بھی ان بدبختوں کو ہاشمی خون کے جوہر دکھاؤں۔ حضرت امام نے بیمار کو سینے سے لگا لیا اور فرمانے لگے اے بیٹا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ نسل رسالت منقطع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ وہ تجھ سے میری نسل چلائے۔ اس لئے میں تمہیں ہرگز ہرگز میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت نہ دوں گا۔ عابد یہ سن کر کہ وہ نسل حسینی کے وارث ہوں گے۔ خاموش ہو گئے اور ایک سرد آہ بھر

Marfat.com

کر حضرت امام کے رُخِ انور کو دیکھنے لگے امام نے صبر کی تلقین فرمائی اور تمام آثار و تبرکات آپ کے حوالہ کر کے فرمایا کہ اے عابد میرے بعد اس طرح کی زندگی گزارنا جس طرح یتیم بچے گزارا کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر احباب سے میرا سلام کہنا۔ تمام عفت مآب خواتین تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہا اور گھوڑے پر سوار ہونے لگے۔

اس وقت ایک اضطراری کیفیت طاری تھی۔ وارفتگی کے عالم میں امام نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور شہید بھائیوں، بھانجوں، بھتیجوں اور بچوں کے تصور میں مستغرق ہو گئے۔ ٹھنڈی سانس کے ساتھ ایک آہ نکلی۔ آنکھ سے ٹپکتے ہوئے آنسو ریگزار کربلا کو خون آلود کرنے لگے۔ دور خیمے میں دکھیاری زینب کھڑی اپنے بھائی کی تیاری کا منظر دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو ڈھلکتے دیکھ کر ضبط نہ کر سکی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ میرا بھائی تسلیم صبر و رضا کا وہ گلیم پوش تاجدار ہے جس نے دنیا کی تمام تر سختیاں جھیلیں۔ ہر قسم کے مصائب سے دوچار ہوتے۔ بھائیوں، بھتیجوں اور بچوں کی لاشوں کو صبر و رضا کے دامن میں چھپا کر میدانِ کارزار سے لاتے رہے۔ علی اصغر اور علی اکبر کی لاشوں کو اٹھا کر سینے سے لگاتے رہے۔ لیکن دامنِ صبر ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین

اس وقت میرے بھائی کی آنکھوں میں آنسو کیوں آئے۔ خدا نہ کرے کہیں میرے بھائی کے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ جائے اور اس کا نام صابرین کے دفتر سے خارج ہو جائے مگر نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ شیرِ خدا کا بیٹا۔ آقائے دوجہاں کا نواسہ فاطمۃ الزہرا کا لختِ جگر۔ بستانِ رسالت کا گل زیبا۔ اقلیم قدسیت کا تاجدار دوشِ رسول کا سوار ہے اس کے پاؤں نہ کبھی ڈگمگا سکتے ہیں اور نہ اس کا حوصلہ پست ہو سکتا ہے۔ زینب انہی تصورات میں ڈوبی ہوئی گھوڑے کے قریب آ جاتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ اے میرے بھائی۔ آپ کی آنکھوں میں یہ بے وقت اور خلاف توقع آنسو کیوں آئے۔ حضرت امام نے (زیرِ لب خندہ) جواب دیا کہ اے بہن میں نے گھوڑے

Marfat.com

پر سوار ہونے سے پہلے چاروں طرف نظر دوڑائی اور دل ہی دل میں ساتھیوں کو پکارا۔ وہ تو نہ آئے لیکن دور خیموں میں پڑی ہوئی ان کی لاشیں نظر آنے لگیں۔ اسوقت میں نے دربار الٰہی میں تمام لاشوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے نانائے پاک کی امت کی بخشش چاہی۔ اللہ کا شکر ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی اور میری قربانی کے صدقے میرے نانائے پاک کی امت بخشی گئی۔

ابھی نہ آتے تھے پشت زین تک
کہ حل ہوئی مغفرت کی مشکل
ندا دی رحمت نے ہو مبارک
گناہ مستانہ جھومتے تھے

اتنے میں چند اشقیاء کو آپ نے اپنی طرف آتے دیکھا۔ عصمت مآب زینب سے فرمایا کہ فوراً خیمے میں چلی جاؤ تاکہ تمہارے نورانی چہرے پر کوئی شیطانی نظر نہ پڑ سکے۔ زینب بھاگ کر خیمے میں چلی گئی اور اشقیاء نے (ہل من مبارز) کے نعرے بلند کیے۔ حیدری شیر جوش میں آیا اور گھوڑے کی پشت پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ذوالفقار حیدری کو باہر نکالا اور گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ مگر گھوڑا نہ چلا۔ پھر دوسری مرتبہ مہمیز لگائی۔ پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ جب مہمیز لگائی۔ تو گھوڑے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے اے ذوالجناح علی اکبر اور عباس کی طرح اب تو بھی میرا ساتھ چھوڑ چلا ہے؟ ذوالجناح نے اپنا منہ امام کے قریب کر کے آپ کے دامن عبا کو پیچھے کی جانب اس انداز سے جھٹکا دیا گویا زبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ حضور آپ مجھ پر کیوں خفا ہوتے ہیں۔ ذرا میری اگلی ٹانگوں کی جانب تو دیکھیں کہ آپ کی معصوم چار سالہ سیّدہ سکینہ میری ٹانگوں کے ساتھ چمٹ کر یہ کہہ رہی ہے کہ اے ذوالجناح خدا کے لئے مجھ پر رحم کھا اور مجھے یتیم ہونے سے بچا لے۔ اے ذوالجناح جس طرح تو میرے ابا جان کو لے چلا ہے بالکل اسی طرح میرے بھائی علی اکبر کو اور میرے چچا عباس کو بھی لے گیا تھا مگر میں اب تک ان کی راہ دیکھ رہی ہوں۔ وہ ابھی تک نہیں لوٹے۔ اب تو میرے ابا جان کو لے چلا ہے اگر میں یتیم ہو گئی تو میں بابا کسے کہوں گی۔

Marfat.com

میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون پھیرے گا۔ مجھے محبت کے ساتھ سینے سے کون لگائے گا۔ امام نے نیچے جھک کر دیکھا اور سکینہ کو گھوڑے سے چمٹے ہوئے دیکھ کر بے اختیار چیخ نکل گئی۔ آپ گھوڑے سے نیچے اترے ننھی کو گلے سے لگایا۔ دلاسا دیا۔ سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور کہا جاؤ بیٹا اپنی امی کے پاس خیمے میں چلی جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لئے پانی لے کر آتا ہوں۔ بچی بولی۔ اے ابا جان میں پانی پیئے بغیر ہی گزارہ کر لوں گی۔ پیاس کا صدمہ برداشت کر لوں گی لیکن خدا کے لئے آپ مجھے چھوڑ کر نہ جائیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے لئے پانی لینے نہیں جا رہے بلکہ نانا جان کے حوض کوثر سے پانی پینے جا رہے ہیں۔ امام پاک نے جب بچی کی آہ وزاری سنی۔ دل پر چھریاں چلنے لگیں۔ جگر ٹکڑے ہونے لگا۔ اور آنسوؤں کا پانی خشک ہو کر آہوں کی صورت میں باہر نکلنے لگا۔

ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

آپ نے دور کھڑی زینب کو ہاتھ کا اشارہ کیا تاکہ وہ سیدہ سکینہ کو خیمے میں لے جائے۔ غم نصیب بہن آہیں بھرتی اور سسکیاں لیتی قدم قدم پر ڈگمگاتی اور لڑکھڑاتی ہوئی آئی اور معصوم سکینہ کو چادر تطہیر کے دامن عفت میں چھپا کر ادھر خیمہ کی جانب چل پڑی اور ادھر شہزادہ کونین میدان کارزار کی جانب رواں دواں ہو گئے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے تھے سمیٹے ہوئے پر کو

آپ نے رزمگاہ میں آتے ہی ان اشقیاء کے سامنے بطورِ اتمام حجت یہ رجز پڑھا اور یزیدیوں کو اس شیطانی فعل پر ملامت کرتے ہوئے باز و ممنوع رہنے کی تلقین فرمائی

Marfat.com

خیرۃُ اللہ مِنَ الخَلقِ اَبی ثُمَّ اُمّی نافا ابنُ الخیرتین
والدی شمسٌ و اُمّی قمرٌ وانا الکوکبُ وابنُ القمرین
فاطمۃُ الزھرا اُمّی وابی وارثُ الرُسلِ داماد الثقلین

میں اس کا بیٹا ہوں۔ جسے دنیا میں خدا نے فضیلت بخشی اور میری ماں بھی سیدۂ عالم ہے۔ میں نجیب الطرفین ہوں میرا باپ مطلع اسلام کا سورج اور میری ماں چاند ہے اور میں افق توحید میں جگمگاتا ہوا تارا ہوں۔ میری ماں کا نام فاطمۃ الزہرا ہے اور میرے باپ انبیاء کے وارث اور دونوں جہاں کے امام ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے ظالمو بتاؤ۔ میں یہاں اپنی مرضی سے آیا ہوں۔ یا تم نے مجھے مجبور کر کے بلایا ہے اوہ کوفیو تم نے بیوفائی کا وہ مظاہرہ کیا ہے۔ جسے چشم فلک تا قیام قیامت یاد رکھے گی۔ تم نے مجھے یہاں دھوکے سے بلا کر مرقع رسالت کی ایک ایک تصویر چن چن کر مٹا دی ہے۔ مجھے اس کا کوئی غم نہیں۔ دیکھو اب میں بھی شوق شہادت سے سرشار ہوں۔ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں آرام و راحت کی کوئی آرزو نہیں۔ اب بھی میں تمہیں کہے دیتا ہوں کہ ابھی تلافی مافات کا وقت باقی ہے۔ حق کے راستے پر گامزن ہو جاؤ۔ باب رحمت وسیع ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم مجھے پہچانو کہ میں کون ہوں۔ ساقی کوثر کا نواسہ ہوں علی کا بیٹا ہوں۔ فاطمہ کا جگر گوشہ ہوں۔ میں خلد بریں کے چمن کا سردار اور مرکب صبر و رضا کا شہسوار ہوں۔ ذرا ایک نظر میری جانب اٹھا کر تو دیکھو۔ شاید مجھ میں تمہیں کسی کی جھلک نظر آ جائے لیکن لوگوں کے ذہن ماؤف ہو چکے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کس قسم کے انسان تھے۔ کس نمرود و فرعون سے رشتہ جوڑے ہوئے تھے کہ (صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ) کی پوری پوری تفسیر بنے ہوئے سامنے کھڑے تھے۔ جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔

جب امام نے یہ دیکھا کہ میں اتمام حجت تو کر چکا ہوں مگر یہ لوگ اپنے لئے جہنم کا دروازہ کھولنے پر کمر بستہ ہو چکے ہیں تو آپ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی کیا دیکھتے ہیں کہ کمانداروں نے کمانیں سنبھال رکھی ہیں۔ تیر بھالے اور تلواریں اس

Marfat.com

انداز سے چمک رہی ہیں۔ کہ ان کی چمک سے نگاہیں خیرہ ہوتی جاتی ہیں۔ اچانک ایک جانب سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اشقیا آپ کی جانب حملہ آور ہو کر بڑھنے لگے اس وقت خون حیدری جوش میں آیا اور ذوالفقار حیدری نیام سے باہر نکلی۔ پھر کیا تھا حیدر کرار کے بیٹے، سردار انبیاء کے نواسے کے وار کو کون روکتا۔ شام کے مطلق العنان تیر انداز موت کے حلقے میں گھر گئے۔ چلّے کمانوں سے گرے۔ شمشیر حیدری کی برش سے آنکھیں خیرہ ہوئیں فرزند رسول کے حملے سے زمین تھرا رہی تھی۔ دہشت سے نیرّ اعظم نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیر خدا کے زخم خوردہ، بپھرے ہوئے شیر کا وار کون روک سکتا تھا۔ کسی کا سر اڑ گیا۔ تو کسی کے بازو کٹ گئے۔ کسی کے دو ٹکڑے ہوئے تو کوئی گھوڑے سمیت کٹ گرا۔ جس طرف جاتے صفیں الٹ کر رکھ دیتے۔ دشمنانِ دین کی زبانوں پر حیدر کرار کی دہائی تھی۔ نہر علقمہ کے کنارے دریائے خونیں موجیں مار رہا تھا۔ سپاہ شام کا بیڑہ آبِ شمشیر کے طوفان میں ڈوب رہا تھا۔ خیرہ سروں کے تن منقش فنا ہو رہے تھے۔ لعینوں نے دنیا ہی میں جہنم کا مزہ چکھ لیا تھا ؎

کشتوں کے پشتے لاشوں پہ لاشوں کا بار تھا
عصیاں کا اس پہ بوجھ غضب کا فشار تھا

ایسا کیوں نہ ہوتا۔ بازوئے حسین میں دستِ خدا کا زور تھا۔ یزیدیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ امام جدھر ذوالفقار حیدری کو لہراتے سینکڑوں لعین واصل جہنم ہو جاتے۔ صفوں کی صفیں الٹ گئیں۔ ابتری پھیل گئی۔ ایک شور برپا ہو گیا ایک ہیبت طاری ہو گئی کہ

تھا شش جہت میں غل کہ ہے یہ روز انقلاب
الٹے گا اس زمیں کا ورق آج بوتراب
اس شیر پر نہ ہو گی کوئی فوج کامیاب
بس بس بناتے عالم امکاں ہوئی خراب
حملہ غضب ہے بازوئے شیر حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

Marfat.com

لعینوں نے جنگ کا پیرا انداز اپنایا۔ دستے بنا بنا کر آتے۔ مختلف ٹولیوں میں حملے کرتے۔ گھیر لینے کی تدبیر کرتے مگر شیر کو کون گھیر سکتا تھا جو بڑھا پارہ پارہ ہو کر گرا۔ جو آیا بچ کر نہ گیا۔ چھکے چھوٹ گئے۔ دانت کھٹے ہو گئے۔ حواس جاتے رہے۔ ہمتیں پست ہو گئیں۔ بڑے بڑے نامور جرنیل جی چرانے لگے۔ منہ چھپا کر بھاگنے لگے۔ ان کے دل کے ارمان دل ہی میں رہ گئے۔ آپ کبھی میمنہ پر جا پڑتے اور کبھی میسرہ پر اور کبھی قلب میں گھس جاتے۔ ہر آن ابن سعد کو ڈھونڈتے تھے شمر لعین کا کھوج لگاتے۔ ابن نمیر کو تلاش کرتے مگر وہ پہلے ہی سے بدحواس پھر رہے تھے۔ آپ نے میدان جنگ خالی دیکھ کر سوچا کہ میں نہر فرات پر قبضہ کر لوں تاکہ ان ملعونوں کو یہ کہنے کی جرأت نہ رہے کہ حسین کے بازو میں قبضہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ آپ نے ان کا غرور خاک میں ملانے کے لئے گھوڑے کو مہمیز لگائی کہ ذوالجناح ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ آپ نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب آپ نے چلو بھر پانی اٹھایا۔ تشنگی کی بے تابی سے نڈھال ہو کر پانی پینے ہی والے تھے کہ معصوم علی اصغر کی پیاسی صورت نظر آ گئی۔ اکبر کی تشنگی یاد آنے لگی۔ آپ کا ہاتھ کانپ گیا۔ پانی نیچے گر پڑا۔ اس وقت آپ نے گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور اشارہ کرتے ہوئے ذوالجناح سے کہا اے گھوڑے تو بھی میرے ساتھ کئی روز سے پیاسا ہے۔ ابھی مجھے تجھ سے بہت کام لینا ہے اس لئے تو ہی پانی پی لے۔ گھوڑے نے منہ اوپر اٹھایا اور زبان حال سے پکار اٹھا کہ حضور اگر علی اکبر اور علی اصغر دنیا سے پیاسے جا سکتے ہیں تو میں بھی پیاسا ہی اس دنیا سے کوچ کر دوں گا۔

ادھر شمر ظالم نے ایک شور برپا کر دیا اور اپنی سپاہ کو للکارا کہ بڑھو حسین کے حلق میں پانی کا کوئی قطرہ نہ ٹپکنے پائے۔ اگر حسین نے پانی پی لیا تو دنیا کی کوئی طاقت حیدر کرار کے بیٹے پر قابو نہ پا سکے گی مگر کسی شقی کی جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھتا۔ البتہ ایک ظالم نے دور سے ایک تیر مارا جو آپ کے لبہائے مبارک میں پیوست ہو کر رہ گیا۔ آپ نے تیر کھینچ کر پھینک دیا۔ اور اپنا خون ہاتھ میں لے کر کہا۔ بار الٰہ یہ لوگ تیرے نبی کے نواسے پر ستم ڈھا رہے ہیں میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کی داد صرف تجھ ہی سے چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود امام نے نہر کا قبضہ نہ چھوڑا جب شمر لعین نے دیکھا کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی۔ تو اس نے امام مظلوم کی توجہ

Marfat.com

منتشر کرنے کے لئے ایک دستہ فوج کو خیموں کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ ان لعینوں نے خیام اہل بیت کا محاصرہ کر لیا۔ جب امام نے خیام اہل بیت کی لوٹ کی صدا سنی۔ تو آپ فوراً وہاں پہنچے اور آن کی آن میں لعینوں کا محاصرہ چیر کر ان کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے کم بختو بنسطانو دین وملت کی آبرو تو لٹا چکے۔ اپنے ایمانوں کی دنیا میں آگ لگا بیٹھے ہو۔ اب کس بدبختی کی آرزو ہے جو اپنے پیشوائے اعظم محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حملہ کر رہے ہو۔ خیموں کا محاصرہ کرنے والو۔ ابھی تو میں زندہ ہوں۔ ابھی نہ جانے اور کتنے ملعونان عہد کا رشتۂ حیات منقطع کر کے رہوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے ذوالفقارِ حیدری لہرائی۔ نصف سے زیادہ ملعونوں کو جہنم رسید کیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوتے۔

اس کے بعد آپ خیمہ حرم میں تشریف لاتے۔ دیکھا کہ ایک کہرام مچا ہوا ہے سب کی حالت بگڑی ہوئی ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ پھر سب کو تسلی دی اور فرمایا کہ اب شاید میں واپس نہ آسکوں میں آخری وصیت کرتا ہوں کہ صبر واستقلال کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر کو سونپتا ہوں۔ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وہ منتقم حقیقی ہے۔ ان ظالموں سے میرا انتقام ضرور لے گا۔ تم آنکھوں سے دیکھ لینا۔ ان کے حصول جاہ وجلال کی تمنائیں دل ہی دل میں رہ جائیں گی۔ اور اس کی بجائے ان پر قہر الٰہی نازل ہوگا میری آخری وصیت یاد رکھنا ۔

لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیئے!
رونا بشر کو خوف الٰہی میں چاہیئے

اس کے بعد آپ پھر خیام حرم سے رخصت ہو کر میدان کارزار میں پہنچ گئے جدھر تلوار چلاتے کشتوں کے پشتے لگ جاتے اور جو سامنے آتا گاجر مولی کی طرح کٹ کر نیچے گر جاتا۔

اس دوران میں ایک نامور شامی امیر و سپہ سالار تمیم بن قحطبہ بڑے فخر وتکبر سے سامنے آیا۔ آپ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد یزید ابطحی جو عراق وشام میں شجاعت و لیاقت میں مشہور تھا۔ سامنے آیا اور آتے ہی نیزے کا وار

Marfat.com

آپ نے اسے بچاکر جو تلوار ماری تو سر کاٹتی ہوئی سینے تک اتر گئی اور اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے۔ ان بڑے بڑے سرداروں کے واصل جہنم ہونے سے فوج یزید دل شکستہ ہو گئی۔ ابن سعد بڑا پریشان ہوا اور اس نے عام حملے کا حکم دے دیا۔ چاروں طرف سے آپ پر شدید حملہ شروع ہو گیا۔ ایک طرف ہزاروں اشقیاء اور دوسری طرف فقط امام عالی مقام۔ پندرہ ہزار تیر انداز تھے جو برابر تیروں کی بارش کئے جا رہے تھے۔ چالیس ہزار اشقیاء نیزے لے کر زور آزمائی کے لئے آگئے تھے۔ اور جو تلواروں والے تھے وہ شمار سے باہر تھے۔ اب تک جسم پاک پر ۳۳ زخم نیزوں کے ۳۴ زخم تلواروں کے اور تیروں کا تو شمار ہی نہ تھا۔ روایات معتبرہ کے مطابق جسد اطہر پر تین سو ساٹھ زخم لگ چکے تھے۔ زخموں سے جسم فگار تھا۔ لباس تار تار تھا لیکن شیر خدا کا بیٹا برابر آگے بڑھ کر ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھا رہا ہے۔

لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا
تمام جسم نازنین چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے بلا کا شہسوار ہے
کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

ادھر سپاہ شام ہے ہزار انتظام ہے
ادھر شقی تمام ہیں ادھر فقط امام ہیں
مگر عجیب شان ہے غضب کی آن بان ہے
کہ جس طرف اٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

عبا بھی تار تار ہے تو جسم بھی فگار ہے
زمین بھی ہے پھٹی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن یہ صف شکن فلک شکن
کمال صبر و تحمل سے محو کارزار ہے
یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور عین ہے

Marfat.com

اتنے عظیم حملے کے باوجود بھی شیرِ خدا کے بیٹے کا وار نہ رکتا تھا۔ جرأت حسینی اور بسالت مصطفوی دیکھ کر فرشتے حیران تھے اور حوریں انگشت بدنداں تھیں کہ آج ابن حیدر کا وار روکنے والا کوئی نہیں۔ آج بوتراب اس زمین کا ورق الٹ کر رکھ دے گا لیکن چونکہ آپ رحمتہ اللعالمین کے نواسے تھے جب آپ نے دیکھا کہ بازوئے حسینی اور ذوالفقار حیدری کا مقابلہ تو کوئی نہیں کر سکتا اور اگر میں اسی طرح تلوار لہراتا رہا تو یہ سارے کے سارے مرٹ جائیں گے۔ آپ کو ان پر رحم آگیا اور ان کی لاشوں کے ڈھیر دیکھ کر تلوار چلانا بند کر دیا۔ اور گھوڑے کی پشت پر قضا و قدر کا نظارہ کرنے لگے ؎

لڑتے تھے مگر غیظ سے رحمت تھی زیادہ
شفقت بھی نہ کم تھی جو شجاعت تھی زیادہ
نانا کی طرح خاطرِ امت تھی زیادہ
بیٹوں سے غلاموں کی محبت تھی زیادہ
تلوار نہ ماری جسے منہ موڑتے دیکھا!
آنسو نکل آتے جسے دم توڑتے دیکھا!

جنّات خدمت امام میں جب ہنگامہ کارزار گرم تھا تو چاروں طرف اچانک اندھیرا پھیل گیا اور اس اندھیرے میں سے دہشت ناک مہیب شکل گھوڑے پر سوار ایک شخص امام عالی مقام کے پاس آیا جس کا سر گھوڑے کی طرح اور پاؤں اونٹ کی مانند تھے اس نے پاس آ کر کہا۔ (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی جَدِّكَ وَعَلٰی اَبِیْكَ وَعَلٰی اُمِّكَ) آپ پر آپ کے نانا پر اور آپ کے ماں باپ پر سلام ہو۔ میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس شکل میں تو کون ہے۔ جو ہم بیکسوں کی مدد کے لئے آیا ہے۔ اس نے کہا اے فرزند رسول اللہ میں جنوں اور پریوں کا شہنشاہ ہوں۔ میرا نام جعفر زاہدی ہے۔ آپ کے والد ماجد نے ہم جنوں کو ذوالفقار حیدری کی ضرب سے مسلمان کر کے میرے ماں باپ کو جنوں کی بادشاہی کا تاج پہنایا تھا۔ اب میں اپنے لشکر کے ہمراہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ مجھے حکم دیں تاکہ میں ان ظالم یزیدیوں سے مقابلہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دوں۔ رحمت اللعالمین

Marfat.com

کے نواسے نے فرمایا۔ اے جعفر جن تمہیں اس لڑائی کی اجازت نہیں دے سکتا ایک تو اس لئے کہ مجھے اپنے نانائے پاک کے حضور جلدی جانا ہے اور دوسرے اس لئے بھی کہ تمہیں آدمیوں سے لڑائی کی اجازت دینا ناانصافی ہو گی کیونکہ تم تو لوگوں کو دیکھتے ہو لیکن لوگ تمہیں نہیں دیکھ سکتے۔ وہ جن بڑا سمجھدار تھا۔ کہنے لگا۔ حضور کیا جنگ بدر میں ملائکہ کرام آسمان سے نہ اترے تھے اور انہوں نے کفار کا مقابلہ نہ کیا تھا جبکہ فرشتے تو بدر والے کفار کو دیکھتے تھے اور کفار فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہاری دلیل بالکل درست ہے لیکن آ میں تجھے ایک نظارہ دکھاؤں اسی وقت آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ تمام حجابات سماوی منکشف ہو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ نانائے پاک حوض کوثر پر مع حضرت علی، حضرت فاطمہ و دیگر اہل بیت منتظر کھڑے ہیں۔ جنوں کا سردار جعفر زاہدی یہ تمام نظارہ کر کے حیران رہ گیا اور اقلیم صبر و رضا کے تاجدار، دوش رسول کے شہسوار کی قدمبوسی کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

امام کو آبِ حیات کی پیش کش بعض روایات میں وارد ہے کہ عین اسوقت جب ہنگامہ کارزار گرم تھا اور تشنگی سے امام کی زبان پر کانٹے پڑ چکے تھے۔ بار بار لبوں پر زبان پھیرتے مگر تسکین نہ پاتے تھے۔ بدن زخموں سے چور تھا۔ رگِ رسول کا خون کربلا کی تپتی ہوئی ریت کی پیاس بجھا رہا تھا۔ آپ بے ہوش ہو چکے تھے اور نزع کا عالم طاری تھا۔ ایسے میں اچانک ایک نورانی صورت والا شخص نمودار ہوا اور دست بستہ ہو کر کہنے لگا (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جِئْتُكَ مُسْتَغَاثًا) اے رسول اللہ کے بیٹے میں تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے عرض کی۔ میں وہ ہوں جو آپ کو بچپن میں گود کھلایا کرتا تھا۔ اپنے کندھوں پر اٹھایا کرتا تھا۔ تمہارا جھولا جھلایا کرتا تھا میں آب حیات کا وارث خضر ہوں۔ یہ آب حیات کے چند قطرات ہیں۔ انہیں نوش فرمایئے اس کے پینے سے حیاتِ جاوداں نصیب ہو گی۔ امام عالی مقام نے کہا اے خضر واپس چلے جاؤ۔ مجھے زندگی کی بالکل آرزو نہیں۔ پھر آپ نے آسمان کی جانب اشارہ کیا۔ تو تمام حجاباتِ قدرت چھٹ گئے اور حوضِ کوثر سامنے نظر آنے لگا۔ خضر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ساری

Marfat.com

کائنات کے والی، فخرِ دوجہان باعثِ کون ومکاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معہ حضرت علی، حضرت فاطمہ و دیگر اہل بیت اپنے نورانی ہاتھوں میں جامِ کوثر لئے ہوئے حسین کا انتظار کر رہے ہیں۔ مختصر یہ منظر دیکھ کر اس صبر و رضا کے پیکر۔ خلق مصطفوی کے مظہر۔ علی کے فرزند، فاطمہ کے دلبند امام دوجہان کو سلام کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

تلخ از غمِ تو آبِ حیات است حسین
خون از عطشت دل فرات است حسین
در وادیٔ کربلا بکوئے معشوق!
کارے کردی کہ عقل مات است حسین

Marfat.com

امام عالی مقام کا سفر آخرت

اقلیم صبر و رضا کا تاجدار، دوشِ پیغمبر کا شہسوار، اب راہی ملکِ عدم ہونے کو تیار تھا۔ کمر ٹوٹ چکی تھی۔ صبر کی عنان ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی۔ جسم مبارک زخموں سے چور ہو چکا تھا کہ اچانک زرعہ بن تمیمی ملعون آیا اور ظالم نے بائیں شانہ مبارک پر ایک کاری ضرب لگائی۔ ایک ملعون نابکار ظالم نے ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ جو آپ کی پیشانی مبارک میں پیوست ہو گیا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوتے آپ دھڑام سے گھوڑے سے زمین پر آ رہے۔ یہ منظر دیکھ کر شمر پکارا۔ مبارک ہو حسین ابنِ علی گھوڑے سے نیچے گر پڑا ہے۔ فرشتوں نے آواز دی۔ ارے ظالم حسین بن علی نہیں گرا ملکہ عرش کا تارا ٹوٹ کر زمین پر گر گیا ہے۔ سنان بن انس نخعی شقی ازلی آگے بڑھا اور سینہ اقدس پر اس زور سے نیزہ مارا جو جسم اقدس کو چیرتا ہوا زمین میں پیوست ہو گیا۔ اشقیاء نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور امام مظلوم پر وار کرنے لگے ؎

برچھی آ کر کوئی پہلو پہ لگا جاتا ہے
مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آ جاتا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے!
بند آنکھیں سرِ پاک جھکا جاتا ہے!
گرد زہرا و علی گریاں کناں پھرتے ہیں
غل ہے گھوڑے سے امام دو جہاں گرتے ہیں

شمر ظالم آگے بڑھا اور سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا۔ امام دو جہاں نے آنکھ کھولی اور پوچھا تو کون ہے بولا میں شمر ذلجوشن ہوں اور سر لینے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چھاتی سے ذرا قمیض اٹھا کیونکہ رات خواب میں مجھے نانا پاک نے یہ بتایا ہے کہ اے حسین کل بوقت نمازِ جمعہ تو میرے پاس ہوگا اور تیرا قاتل مبروص ابلق کتا ہوگا۔ جب شمر نے قمیض اٹھائی تو آپ نے برص کے داغ دیکھے تو فرمایا۔

(صَدَقَ جَدِّی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) میرے نانا پاک نے سچ فرمایا۔ امام عالی

Marfat.com

مقام نے فرمایا اے شمر آج کون سا دن ہے۔ کہنے لگا جمعۃ المبارک ہے اور یوم عاشورہ ہے فرمایا۔ او شمر لعین تمہیں شرم نہیں آتی کہ علما اس وقت میرے نانا کے ممبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ اور تو اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا ہے جس کو نانا پاک چوما کرتے تھے اور بوسے دیا کرتے تھے۔ اس وقت میری داہنی جانب حضرت یحییٰ علیہ السلام کھڑے ہیں۔ پیچھے ہٹ جا اور مجھے نماز ادا کر لینے دے کیونکہ ؎

فرمانے لگے شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

شمر لعین نے نماز ادا کرنے کی مہلت دے دی۔ آپ کو وضو کا خیال آیا مگر پانی کہاں سے دستیاب ہوتا۔ فوراً خدا تعالیٰ کا حکم سامنے آگیا۔

(فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) اگر پانی میسر نہ آئے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو۔ آپ نے تیمم فرمایا۔ قبلہ رُخ ہوئے۔ اور (اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) پڑھ کر سر بسجود ہو گئے۔ ظالم شمشیر براں ہاتھ میں لیے سر پر کھڑا تھا۔ اور دوش پیغمبر کا مکیں خاتم نبوت کا نگیں شاہ دنیا و دیں بارگاہِ خداوندی میں نمازِ عشق ادا کر رہا تھا ؎

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

سجدہ لمبا ہو گیا شمر شقی صبر نہ کر سکا۔ ظالم نے اس گردن پر جو بوسہ گاہِ رسول تھی شمشیر آبدار رکھ کر ضرب لگائی۔ اس ظالم نے تیس جھٹکے لگاتے۔ امام عالی مقام کے منہ سے ستر مرتبہ آہ نکلی اور ہر آہ کے ساتھ نانا پاک کی اُمت کی بخشش کی دُعا نکلتی تھی کہ اس ملعون سنگدل شقی نے آخر ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ دس محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز ظہر آپ کا سر اقدس تن لطہر سے جدا ہو گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک چھپن برس پانچ ماہ اور پانچ یوم تھی ؎

Marfat.com

جس حلق کے بوسے لئے زہرا و علی نے
فریاد ہے کاٹا اسے خنجر سے شقی نے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ خونیں منظر دیکھ کر فرشتے چیخنے لگے۔ حوریں چلانے لگیں۔ عرش تھرتھرانے لگا۔ زمین لرزنے لگی۔ جنات نوحہ کناں ہوتے اور یہ آوازیں مسموع ہوئیں۔

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَہٗ ۔ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْد
اَبَوَاہُ مِنْ عَلْیَا قُرَیْشٍ ۔ وَجَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْد

ظالم شمر سرِ اقدس کو نیزے پر چڑھا کر لے گیا اور جسدِ مبارک خاک و خون میں غلطاں وہیں چھوڑ گیا۔ دور خیمہ سے جب غم نصیب بہن زینب نے یہ خونیں منظر دیکھا تو دوڑی ہوئی آئی اور نعش مبارک سے چمٹ کر کہنے لگی ؎

قربان بہن آج مرے سرور میرے سید
مذبوح قضا کشتۂ خنجر میرے سید
اے فاقہ کش و بے کس و بے پر میرے سید
نیزے پہ ہے قاتل کے ترا سر میرے سید
دیتے ہو صدا کچھ نہ بلاتے ہو بہن کو!
کس پاس سے نکلے چلے جاتے ہو بہن کو
اے میرے شہید اے میرے ماں جائے برادر
کس سے ترا لاشہ بہن اٹھوائے برادر
کس طرح میرے دل کو قرار آئے برادر
پانی بھی نہ قاتل نے دیا ہائے برادر
انساں پہ ظلم یوں کبھی انساں نہیں کرتا
حیواں کو بھی پیاسا کوئی بے جاں نہیں کرتا

Marfat.com

خیامِ حرم کی وحشیانہ لوٹ

خورشید امامت کو شفق خون میں غروب کرنے، گلستان رسالت کی کلیوں کو مسلنے سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے فاطمۃ الزہرا کو تڑپانے، علی المرتضیٰ کا کلیجہ چھلنی اور دل زخمی کرنے کے بعد بھی اشقیاء کی شقاوت و شیطنت کا اُبلتا ہوا چشمہ فرو نہ ہوا۔ وہ ظالم خدا ناشناس لٹیروں کی طرح خیامِ اہل بیت کی طرف بڑھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگرچہ اس وقت اہل بیت عالم غربت میں ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اس لئے ہمیں بہت سامال ملے گا۔ سفاکوں نے مال و دولت لوٹنے کے بعد کمینہ پن کی انتہا کر دی۔ شرافت و انسانیت کو بالا طاق رکھ دیا۔ اسلامی و عسکری اصولوں کو پس پشت ڈال دیا۔ ابلیسانِ وقت نے خواتین حرم کی وہ بے حرمتی کی جس کی نظیر شاید تاریخ عالم پیش نہ کر سکے۔ شمر لعین نے عفت مآب زینب کے گوشہائے مبارک پر دستِ ستم کے جھٹکے سے اس طرح بالیاں کھینچیں کہ وہ پھٹ گئے اور خون ٹپکنے لگا سنگدل یزیدیوں نے بیمار زین العابدین سے چمڑے کا بستر تک چھین لیا۔ شمر ملعون نے حضرت زین العابدین کو قتل کرنا چاہا۔ تلوار کھینچی ہی تھی کہ حمید بن مسلم نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا ارے ظالم۔ کیا تیرے ہاتھ سے بیمار کو بھی پناہ نہیں؟ تو جو کچھ کر چکا وہ کم ہے؟ اب تو چاہتا ہے کہ نسل رسالت ہی منقطع ہو جائے۔ اس پر مردود نادم ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ خاتونانِ حرم دامن صبر مضبوطی سے پکڑے ہوئے اپنی بربادی کا نظارہ کر رہی تھیں۔

Marfat.com

شہادتِ حسین کے بعد قہرِ الٰہی کی جھلکیاں

جب راکبِ دوشِ مصطفےٰ، دلبندِ علی المرتضیٰ جگر پارۂ فاطمۃ الزہرہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ اسی وقت افق پر غبارِ سرخ ظاہر ہوا۔ سارا جہان تاریک ہو گیا۔ اس قدر اندھیرا چھا گیا کہ قریب کھڑے ہوئے متنفس کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس وقت لوگوں کو عذابِ الٰہی کے نزول کا یقین ہو گیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ غبار ختم ہو گیا۔ بصرہ ازدیہ سے روایت ہے کہ جب امام پاک کا سرِ اقدس تنِ اطہر سے جدا ہوا تو آسمان سے بجائے ابرِ کرم کے خون کی بارش ہوئی اور ہمارے برتن خون سے بھر گئے۔

جمیل بن مرہ سے روایت ہے کہ امام پاک کے جو اونٹ یزیدی پکڑ لے گئے تھے جب انہیں ذبح کر کے کھانے لگے تو گوشت اس قدر کڑوا ہو چکا تھا۔ کہ کوئی یزیدی نہ کھا سکا۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمٰی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے کبھی جنوں کے رونے کی آواز نہ سنی تھی۔ جب دسویں محرم آئی۔ تو میں نے اچانک جنوں کو روتے ہوئے سُنا۔ میں نے لونڈی سے کہا کہ نہ جانے کیا وجہ ہے کہ آج میرے کانوں میں جنوں کی گریہ زاری مسموع ہو رہی ہے۔ لونڈی باہر گئی اور آ کر کہنے لگی کہ آج امام حسین کی شہادت ہو گئی ہے[1]

نعش ہائے مبارک کی پامالی

خاتونانِ حرم کو بے پردہ کرنے اور خیامِ اہلِ بیت کو لوٹنے کے بعد بھی ظالموں کی قساوتِ قلبی کم نہ ہوئی۔ انہوں نے تمام نورانی لاشوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان پر گھوڑے دوڑا کر ان کی ٹاپوں سے اجسامِ نازنین کو پاش پاش کر دیا۔ یہ شیطنت وہ ہے جو شیطانوں کو بھی نہیں سوجھ سکتی تھی انہیں اچھی طرح یاد تھا کہ پیغمبرِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف میت کے احترام کا حکم دیا بلکہ جس قبر میں کوئی مدفون ہو اس کی توہین کرنا یا قبر پر چڑھنا منع فرمایا ہے مگر ان ابلیسانِ زمانہ کا کیا کہنا کہ آج وہ ان اجسامِ مبارکہ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر فخر محسوس کر رہے ہیں جن کو فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سینے سے لگایا کرتے تھے جو بوسہ گاہ

(۱) بیہقی۔ ابو نعیم۔ مرج البحرین۔ تاریخ الخلفاء۔)

Marfat.com

رسول تھے۔ جن کے جوڑے جنت سے آیا کرتے تھے۔ نہ جانے اس وقت گنبد خضریٰ کے مکیں پر کیا گزری ہو گی۔ خاتونِ جنت کی روح اطہر پر کیا بیتی ہو گی۔ یہ وحشت و بربریت کا مظاہرہ دیکھ کر فرشتے چیخ رہے تھے۔ حوریں چلا رہی تھیں۔ عرش الٰہی کانپ رہا تھا قریب تھا کہ آسمان ان لعینوں پر ٹوٹ پڑتا مگر رضائے الٰہی ان نفوسِ قدسیہ کا پورا پورا امتحان لے رہی تھی اور ان کی ارواحِ مقدسہ دربارِ احدیت میں یہ ترانہ الاپ رہی تھیں کہ ؎

تیرے ستم کی یونہی زندہ یادگار رہے
نہ ہم رہیں نہ ہمارا کہیں مزار رہے

نعش ہائے مبارکہ کی پائمالی اور گلستانِ اہلبیت رسالت کی ویرانی کے بعد اب لعینانِ وقت کے دل کی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ خوشی کے شادیانے بج رہے تھے۔ ظالموں نے گلستان رسالت اجاڑنے کے بعد رات شراب و کباب میں گزاری۔ گیارہویں کی صبح کو عمر سعد نے ان لاتعداد کوفی مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی جو انعامات دنیوی اور کامرانی، خوشنودی حکومت کی تمنائیں دل ہی دل میں لئے ہوئے جہنم کو سدھار چکے تھے۔ ان ظالموں کو تو دفن بھی کیا گیا مگر شہداء کی نعشوں کو نہ تو دفن ہی کیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ ہی کسی نے پڑھی بلکہ تمام شہدائے عظام کے سر تن سے قطع کئے۔ حتیٰ کہ معصوم علی اصغر کی لاش کو جسے خود امام نے اپنے ہاتھوں ننھی سی قبر کھود کر دفن کیا تھا اس کو بھی کھدوا کر سر تن سے جدا کیا گیا اور سب سروں کو نیزوں پر چڑھا کر نعش ہائے مبارک کو خاک و خون میں لت پت وہیں چھوڑ دیا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لعینوں کی کوچ کے دوسرے دن بنی طے کے لوگوں نے وہاں پہنچ کر ان سر بریدہ نعشوں کو دفن کیا اور دال، گوشت اور چاول پکا کر ایصال ثواب کیا۔ غالباً یہی حلیم ہے جو کہ محرم الحرام میں لوگ پکاتے ہیں۔

مگر علامہ ابو اسحاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن تک یہ لاشیں کربلا ہی میں پڑی رہیں اور پھر امام زین العابدین نے یزید کی قید سے رہائی کے بعد کربلا میں پہنچ کر انہیں دفن کیا اور اس عرصہ میں ان لاشوں سے تازہ خون اسی طرح جاری تھا۔ جس طرح روز شہادت جاری تھا۔ سچ فرمایا ہے مولا کریم نے۔

Marfat.com

(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ)

بے گور و کفن لاشوں پر زینب و زین العابدین

بارھویں محرم الحرام کو ابن سعد نے ایک عظیم جلوس نکالنے اور خوشیوں کے شادیانے بجانے کا حکم دیا۔ خاتونانِ حرم کو ننگے سر اور ننگے منہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ سب سے آگے فوجی باجا بجتا تھا۔ اس کے پیچھے ابنِ سعد اپنے خاص فوجی دستہ کے ہمراہ تھا اس کے پیچھے شہدائے کرام کے سر نیزوں پر تھے اس کے پیچھے دودمانِ رسالت ننگے سر و منہ ننگے اونٹوں پر سوار تھیں اور اس کے پیچھے عام فوج تھی۔ اشقیاء نے اونٹوں کی مہاریں بیمار عابد کے ہاتھ میں زبردستی دیدیں اور گلے میں رسی اور لوہے کا طوق ڈالنے کے علاوہ آپ کے پاؤں مبارک میں زنجیریں بھی ڈال دیں۔

جب جلوس اس راستے سے گزرا جہاں شہداء کی لاشیں بے گور و کفن پڑی تھیں تو انہیں دیکھ کر غم نصیب زینب کے ہاتھ سے عنانِ ضبط چھوٹ گئی اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگیں اے نانائے پاک کیا آپ کو خبر ہے کہ کاروانِ اہلِ بیت لٹ گیا ہے اے نانائے پاک وہ تمہارے محبوب حسین کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے جس کے روئے انور پر آپ بوسے دیا کرتے تھے۔ اور جس سینہ سے آپ اپنا نورانی سینہ بے کینہ لگایا کرتے تھے آج تمہارا یہ جگر گوشہ بے گور و کفن اور سر بریدہ پڑا ہے۔ خدارا اس کی خبر لیجئے۔

پھوپھی زینب کی یہ دل دوز فریاد سن کر اسیرِ کربلا زین العابا بیمار سجاد کے دل پر ایک تیر لگا۔ آپ والد محترم کی لاش مبارک سے چمٹ کر ہنسے

دل تھام کے چلائے یہ سجاد دل افگار
رخصت کے لئے آیا ہے یہ صاحبِ آزار
صدقے تیری مظلومی کے اے سید ابرار
باندھے ہوئے گردن لئے جاتے ہیں یہ اشرار
تلواریں علم سر پہ ہے دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں حضرت کو کفن دے نہیں سکتا

Marfat.com

بعد آپ کے امت نے یہ کی ہے میری توقیر
اونٹوں کے رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر
پہنایا ہے گردن میں ایک طوقِ گلوگیر
جو قافلہ سے چھوٹے ہے اس کی یہ ہے تقدیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے!
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

اتنے میں ایک قسی القلب نے جھٹکے سے رسی کو کھینچا۔ تو آپ نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ التدعا کی کہ اے ظالم ذرا ٹھہر مجھے ابا جان کے وہ ہاتھ تو چوم لینے دے جو انہوں نے رخصت کے وقت میرے سر پر پھیرے تھے۔ مجھے اپنے بھائیوں کی سر بریدہ لاشوں کو غور سے دیکھ لینے دے مگر ظالموں نے بیمار عابد کی ایک نہ سنی اور ایک ایسا زوردار جھٹکا دیا کہ بیمار عابد چکرا کر گر پڑے۔ اور آخر مجبوراً روتے ہوئے اٹھے اور شہیدوں کے سر بریدہ جسموں کو آخری سلام کر کے بچشم گریاں و بقلب بریاں چل دیتے۔

Marfat.com

سرِ امام کی کرامات

اشقیا رنشہ، دنیا میں مستغرق اپنی کامیابی پر خوش و خرم حرص و آز کے مجوس دندناتے ہوئے، خوشیوں کے شادیانے بجاتے ہوئے جلوس کی صورت میں کوفہ کی جانب چلے جا رہے تھے۔ اس وقت مخدرات عفت مآب کی جو حالت تھی۔ اسے دیکھ کر قریب تھا کہ ان لعینوں پر آسمان ٹوٹ پڑتا۔ زمین شق ہو جاتی۔ جب زینب برہنہ سر اور شہر بانو بے سر ہو کر ننگے اونٹوں پر سوار تھیں اور نسل حسینی کا وارث امام زین العابدین پا بجولاں دست بزنجیر کسمپرسی کے عالم میں مجوس ہو کر چلے جا رہے تھے۔ جب پہلی منزل پر پہنچے تو اشقیا نے وہاں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک گرجا گھر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ چند اشقیا نے گرجے کے دروازے پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا۔

اَتَرجُوا اُمَّۃٌ قَتَلَت حسیناً　　　شفاعۃ جدّہٖ یوم الحساب

جن لوگوں نے حسین کو قتل کیا ہے۔ وہ اس کے نانا کی شفاعت کی امید نہ رکھیں۔ یزیدیوں نے گرجا کے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر یہاں کب سے اور کس نے لکھا ہے۔ راہب نے کہا میں اس کی پوری تاریخ سے تو آگاہ نہیں۔ صرف اپنے آباؤ اجداد سے اتنا سن رکھا ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پانچ سو سال پہلے کا یہ شعر یہاں لکھا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی یزیدیوں کا رنگ فق ہو گیا اور ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ جب راہب نے ان کی یہ پریشانی دیکھی تو پوچھا کہ بھائی تم کون ہو؟ ان میں سے ایک نے کہا۔ بھئی ہم پریشان و پشیمان کیوں نہ ہوں؟ جس حسین کا ذکر اس شعر میں ہے۔ اسے تو ہم ہی نے قتل کیا ہے اور ان کا سر ہمارے پاس ہے۔ راہب نے پوچھا یہ حسین کون ہیں؟ ان کا تعارف کراؤ۔ ایک شقی نے جواب دیا کہ یہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ یہ سن کر راہب کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور کہنے لگا مجھے حسین کا سر دکھاؤ۔ وہ راہب کو اپنے ساتھ لے گئے اور سر اقدس سامنے رکھ دیا۔ راہب دیکھتے ہی سو جان سے فدا ہو گیا اور محبتِ امام نے ایسا جوش مارا کہ یزیدیوں کے پاؤں پکڑ کر کہنے لگا کہ خدارا

Marfat.com

شب بھر کے لئے سر مجھے دے دو۔ صبح کوچ کے وقت واپس لے لینا۔ اتنے میں شمر آ گیا اور کہنے لگا یہ سر کسی کو نہیں مل سکتا اگر کہیں گم ہو گیا تو ہم یزید کو کیا دکھائیں گے چلو ہٹو اور اپنی راہ لو۔ یہ سر تجھے ہرگز نہ ملے گا۔ راہب نے اصرار کیا شمر نے اس کو ٹالنے کی غرض سے ایک کڑی شرط لگائی اور کہنے لگا کہ دس ہزار درہم ایک رات سر حسین کی قیمت لوں گا۔ راہب خوشی سے جھوم اٹھا۔ گھر گیا اور دس ہزار درہم کی بجائے گیارہ ہزار درہم اور اپنے گھر کی ساری پونجی لے آیا اور شمر کے سپرد کر کے سر مبارک لے گیا۔

گرجے میں لے جا کر راہب نے سر مبارک پر عطر و گلاب چھڑکا اور خود دست بستہ کھڑا ہو کر زیارت کرنے لگا۔ نصف شب گزری تو کیا دیکھتا ہے کہ سر امام سے آسمان تک ایک نور کا مینار بلند ہو گیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے ایک تخت اترا۔ جسے فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اس تخت پر چند عورتیں بیٹھی ہوئی نظر آئیں تخت نیچے اترا ان میں سے ایک بی بی شرم و حیاء کی پتلی تخت سے اتری اور سر کو اٹھا کر جھولی میں رکھ کر چومنے لگی۔ اس کے آنسوؤں کے قطرے امام کے لبہائے مبارک پر گر رہے تھے اور وہ زبان سے کہہ رہی تھی کہ اے تشنہ لب مظلوم کربلا میرے آنسوؤں سے پیاس بجھا لے اسی طرح باری باری دوسری عورتیں بھی آپ کے چہرہ اقدس کو چومتی اور سر اقدس سے باتیں کرتی رہیں۔ راہب یہ منظر دیکھ کر بیہوش ہو گیا جب اسے ہوش آیا تو وہ تخت جا چکا تھا راہب سر اقدس کے قریب آیا اور انتہائی جذب و کیف میں دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے سرداروں کے سردار اتنا تو میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ آپ ان لوگوں سے ہیں جن کی تعریف تورات و انجیل میں لکھی ہوئی ہے۔ میں آپ کو اس خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں مجھے بتائیں کہ آپ پر کیا گزری ہے اور یہ عورتیں کون تھیں جو آپ کے چہرہ کو چوم چوم کر رو رہی تھیں۔ سر اقدس سے آواز آئی۔ اے راہب جس محبت و عقیدت کا تو نے اظہار کیا ہے اس کی وجہ سے میں تمہیں تمام واقعات سے آگاہ کر دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ پہلے میرے نانا جان کا کلمہ پڑھ لے۔ راہب نے کہا آپ ہی کلمہ پڑھا دیں۔ سر اقدس سے آواز آئی پڑھ (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ) پھر آواز آئی یہ بھی سن لے کہ مجھ پر کیا بیتی ہے۔

Marfat.com

(اَنَا مظلوُمٌ ۔ اُنَا مغموُمٌ ۔ اَنَا مقتوُلٌ ۔ اَنَا ابن اَلنّبیُ المصُطفٰےٰ)

ترجمہ:۔ میں مظلوم کربلا۔ پریشان حال اور مقتول تیغ جفا، فرزند محمد مصطفےٰ ہوں۔ اور ان آنے والی عورتوں میں جو سب سے پہلے میرے پاس آئی تھی اور مجھے اٹھا کر گود میں لے کر آنسوؤں سے میری پیاس بجھا رہی تھی۔ وہ میری ماں خاتون جنت فاطمۃ الزہرا تھی۔ دوسری ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ تھی اور چوتھی فرعون کی بیوی آسیہ اور باقی جنت کی حوریں تھیں۔ صبح ہوتے ہی اس نو مسلم نے سر امام واپس کیا اور خود عبادت الٰہی کے لئے جنگل کی طرف سدھار گیا۔ سبحان اللہ امام عالی مقام چونکہ داعی توحید کے نواسے تھے اس لئے شہادت کے بعد بھی اپنا موروثی فریضہ ادا کر کے ایک عیسائی کو مسلمان کیا اور اس آیت کی تصدیق کر دی کہ۔ (وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَموَاتٌ بَل اَحیَاءٌ) جو لوگ خدا کی راہ میں جانیں دیں۔ وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق کوفہ کو جاتے ہوئے راستہ میں شمر نے اپنے گھر قیام کیا اور سر امام ہمام اپنے گھر لے گیا۔ ظالم نے سر اقدس کو اپنی چارپائی کے نیچے پھینک دیا اور سو گیا۔ اس کی بیوی نہایت عابدہ خاتون تھیں۔ جب وہ تہجد کی غرض سے اٹھیں۔ تو کیا دیکھتی ہیں کہ سارا گھر نور سے جگمگا رہا ہے۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ یہ روشنی کہاں سے نکل رہی ہے اچانک انہوں نے دیکھا کہ یہ نور شمر کی چارپائی کے نیچے سے نکل رہا ہے۔ اس نے نیچے جھک کر دیکھا تو انہیں ایک سر سے نور کی شعاعیں نکلتی ہوئی نظر آئیں اس نے نوری سر کو وہاں سے اٹھایا۔ اسے دھو کر عطر و کافور لگایا اور شمر کو جگا کر پوچھنے لگی۔ او ظالم یہ نوری سر کس کا ہے؟ اور تو نے اسے چارپائی کے نیچے گستاخی سے کیوں پھینک رکھا ہے۔ شمر نے جواب دیا کہ یہ حسین ابن علی کا سر ہے۔ اسے فوراً نیچے پھینک دے۔ نیک دل عورت بولی کہ میں اس نوری سر کو کبھی نہ پھینکوں گی۔ اس پر ظالم ذی الجوشن نے اپنی بیوی پر تلوار کا ایک ہی وار کر کے اسے شہید کر دیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خولی بن یزید بھی ایک رات سر امام پاک کو اپنے گھر لے گیا اور اسے تنور میں پھینک کر سو گیا۔ اس مردود کی بیوی بھی تہجد گزار تھی۔ جب وہ تہجد کی

Marfat.com

غرض سے اٹھی تو اس نے سارے گھر کو روشن پایا۔ وہ حیرت سے اس روشنی کا منبع معلوم کر رہی تھی کہ کیا دیکھتی ہے کہ ایک تخت آسمان سے اترا۔ اس تخت سے چار بیبیاں نیچے اتر کر تنور کے گرد کھڑی ہوگئیں۔ ایک عورت نے سر مبارک کو تنور سے نکالا اور اسے سینے سے لگا کر پیار کر کے زار زار رونے لگی۔ اس کے بعد باقی تین عورتوں نے بھی باری باری سر کو پیار کیا اور اشک بہائے تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں نے دوبارہ سر مبارک کو تنور میں رکھا اور تخت پر بیٹھ کر غائب ہوگئیں۔ یہ عورت تنور کے پاس گئی۔ سر امام کو تنور سے نکال کر کیوڑا اور گلاب سے دھویا کیونکہ یہ بارہا امام عالی مقام کی زیارت کر چکی تھی۔ آپ کو پہچان کر بیہوش ہوگئی۔ عالم بیہوشی میں کیا دیکھتی ہے کہ چند بزرگ تشریف لائے اور فرمایا اے نیک دل عورت تو فکر نہ کر جو کرے گا وہ بھرے گا۔ تو شوہر کے گناہ میں ہرگز ماخوذ نہ ہوگی۔ اس نے دریافت کیا کہ حسین کے سر کو تو میں نے پہچان لیا لیکن معلوم نہیں کہ یہ چاروں بیبیاں کون تھیں۔ جواب ملا کہ جس نے سر مبارک کو تنور سے نکالا تھا۔ وہ بنت رسول اللہ حضرت فاطمۃ الزہرا تھیں۔ ان کے ساتھ والی عورت ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ ان کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت آسیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم تھیں۔

اچانک جب ہوش آیا۔ تو اس نے خولی کو جگایا اور کہنے لگی۔ او بدبخت تم نے یہ کیا کیا؟ ظالم تو نواسۂ مصطفےٰ جگر پارۂ فاطمۃ الزہرا اور دلبند علی المرتضےٰ کو شہید کر کے موجب غضب الٰہی بنا ہے۔ آج سے تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں۔ نہ میں تیری بیوی ہوں اور نہ تو میرا شوہر۔ لے اپنا گھر سنبھال، میں تیرے پاس ہرگز نہ رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے چادر اوڑھی اور سیدھی صحرا کو نکل گئی۔ [1]

---

[1] مرج البحرین۔ نطق المفہوم سر الشہادتین۔ روضۃ الشہدا۔ نور العین۔ صواعق محرقہ۔ تحریر الشہادتین

Marfat.com

دودمانِ رسالت کا جلوس کوفہ کے بازاروں میں

جس وقت یہ لٹا پٹا قافلہ مختلف مقامات سے ہوتا ہوا کوفہ کے بازاروں سے گزرا۔ تو وہ منظر اس درجہ دلدوز تھا کہ دوست تو دوست دشمنوں کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ لوگوں کا جمِ غفیر جمع تھا۔ ایک کہرام برپا تھا۔ انسانیت رو رہی تھی۔ حورانِ خلد اپنا دامن چاک کر رہی تھیں۔ فرشتے نوحہ کناں تھے۔ مخلوقِ خدا ان ابلیسانِ وقت کی خیانت کو دیکھ کر منہ چھپا رہی تھی کہ چادر تطہیر کی مالک شہزادیاں جن کے گھر جبریل بھی کبھی بغیر اجازت کے نہ آتے تھے آج ننگے منہ ننگے سر اونٹوں پر سوار تھیں۔ وہ جیا دار عورتیں جن کے یہاں بڑے بڑے فرمانروا زانوئے ادب تہیہ کرتے تھے جن کے آستانہ پر زمانہ بھر کے سرکش بحالت قید آتے تھے آج وہ خود مقید حالت میں گزر رہی تھیں۔ قافلہ کوفہ کی گلیوں اور بازاروں سے گزر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی زید بن ارقم اس وقت اپنے بالاخانہ پر بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب انہوں نے بازار میں شور سنا تو سر باہر نکالا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جلوس چلا آ رہا ہے اور اس کے آگے سر ہائے بریدہ نیزوں پر بلند ہیں۔ سب سے آگے ایک بڑا عالی وقار سر ہے جس سے نور کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں اور آسمان دنیا کو منور کر رہی ہیں۔ حضرت زید بن ارقم یہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ شہدائے کربلا کا جلوس آ رہا ہے۔ آپ نے فوراً (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) پڑھا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب جلوس آپ کے بالاخانہ کے قریب آیا تو اتفاق سے اس وقت آپ سورۂ کہف کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔ (اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ۔ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا) ترجمہ:۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی ہیں۔ کہ اچانک امام عالی مقام کے سر اقدس سے یہ آواز بلند ہوئی۔ (اعجب من ھذا قتلی وحملی) اصحاب کہف کا واقعہ پڑھنے والے ذرا فاطمہ کے لال کی جانب نگاہ کر کیونکہ اس طرح قتل ہونا اور نیزے پر اٹھایا جانا اصحاب کہف کی قربانی سے بدرجہا عجیب ہے۔ یہ کہہ کر سر امام سے سورۂ یاسین پڑھنے کی آواز آنے لگی اور جلوس آگے چل دیا۔

Marfat.com

حضرت زینب سے ابنِ زیاد کی گفتگو

لعین ابن سعد نے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوتے بڑے فاتحانہ انداز سے ابن زیاد کو اپنی کامیابی کی تہرسنائی اور خواتین حرم کو قیدیوں کی حیثیت سے پیش کیا۔ ابن زیاد غم نصیب زینب سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ اللہ کا شکر ہے ہم نے حسین کے غرور کو توڑا اور امام وقت کی بغاوت کا مزہ اہل بیت کو چکھا دیا ہے۔

حضرت زینب نے جب لعین ابن زیاد کی یہ گفتگو سنی۔ تو خون حیدری جوش میں آیا اور گرج کر بولیں۔ او سگِ دنیا تو نے گلستانِ محمدی کو اجاڑا ہے جس رسول کا کلمہ پڑھتا ہے اس کے اہل بیت کے چمن کو ویراں کیا ہے مگر یاد رکھ کہ نسلِ رسالت کبھی منقطع نہ ہوگی کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ) اتنے میں اذان کی آواز سنائی دی۔ جب مؤذن (اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً الرَّسُوۡلُ اللّٰہ) پر پہنچا تو حضرت زینب نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمانے لگیں۔ او ظالم سن لے۔ اب بھی ہمارے نانا کا کلمہ پڑھا جا رہا ہے۔ ارے ظالم حسین مر کر زندہ جاوید ہو گیا ہے اور تو اور تیرا خلیفہ یزید جیتے جی مر گئے ہو کہ قیامت تک تمہارا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خونِ حیدری کا جوش اتنے میں ابن زیاد کی نظر بیمار عابد پر پڑی۔ تو غضبناک ہوکر بولا۔ او ابن سعد اس نوجوان کو زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ اسے فوراً قتل کیا جائے۔ کیونکہ میں اہل بیت کی نسل کو ختم کرنا چاہتا ہوں حضرت زین العابدین یہ سن کر مسکرائے اور بولے او بدنہاد ابن زیاد جب تو نے نواسۂ رسول کو قتل کر دیا۔ خاندان اہل بیت کی تصویر کو مٹا دیا۔ تو میرا قتل کر دینا کون سی بڑی بات ہے اور اب مجھے اتنے حوادث سے دوچار ہونے کے بعد دنیا میں رہنے کی آرزو ہی کب ہے۔ ظالم مجھے بھی قتل کرکے بہ رو سیاہی بھی مول

Marfat.com

لینا چا۔ البتہ میرے بعد یہ ضرور کرنا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے خانوادہ اہل بیت کو مدینہ منورہ پہنچا دینا۔

حضرت زین العابدین کا یہ دلیرانہ جواب سن کر ابن زیاد اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ اور بولا۔ اچھا اسے بھی عورتوں کے ساتھ زندہ رہنے دو۔

جس مردود نے شبیہہ مصطفےٰ کو مٹا دیا۔ خاندان اہل بیت کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ نواسہ مصطفےٰ کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پاش پاش کیا۔ اس قسی القلب میں رحم کہاں تھا۔ یہ تو صرف اور صرف منشا الٰہی تھا کہ نسل رسالت قائم رہے۔ وہ جب بچانے پر آتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی تلوار سے۔ حضرت ابراہیم کو نمرود کی آگ سے اور امام زین العابدین کو کربلا میں شمر لعین کی تلوار سے کوفہ میں ابن زیاد بدنہاد کی تیغ جفاکار سے اور دمشق میں یزید پلید کی تیغ آبدار سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(وَاللّٰہُ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ)

کوفہ میں سات خوش نصیبوں کی شہادت

جب ابن زیاد نے مسجد میں جا کر خطبہ پڑھا کہ شکر ہے اللہ رب العزت کا کہ اس نے یزید کو فتح و نصرت بخشی اور اس کے باغیوں کو شکست فاش دی۔ تو ایک محب اہل بیت حضرت عبداللہ بن عفیف اس ملعون کے یہ کلمات سن کر آپے سے باہر ہو گئے۔ بولے اور دشمن خدا و رسول۔ حسین کو باغی کہنے والا خود باغی ہے۔ تو نے روح فاطمہ کو تڑپایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ علی المرتضےٰ کو تکلیف پہنچائی۔ انشاء اللہ بروز حشر خدا تیرا فیصلہ خوب فرمائے گا۔ وہ منتقم حقیقی ہے۔ وہ تمہیں کبھی نہ چھوڑے گا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد نے اسی وقت حکم دیا کہ عبداللہ کو قتل کر دیا جائے۔ ظالم ابن زیاد نے عبداللہ بن عفیف کے علاوہ چھ اور مسلمانوں کو بھی الفت اہل بیت کی پاداش میں شہید کروا دیا۔

Marfat.com

دندانِ امام کی بے حرمتی اور صحابیٔ رسول کا غیظ

ابن زیاد بن نہاد نے حکم دیا کہ حسین کا سر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ ابن سعد نے ایک طشت میں سر مبارک رکھ کر پیش کیا تو اسے دیکھ کر اس پر شیطانی مسرت طاری ہوئی اور ہاتھ کی چھڑی دندان امام پر مار کر کہنے لگا۔ اے حسین اسی منہ سے کہتا تھا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ اس وقت دربار میں صحابی رسول حضرت زید بن ارقم موجود تھے اس ملعون کی یہ شیطانی حرکت دیکھ کر انہیں یارائے ضبط نہ رہا اور بولے۔ او کمبخت چھڑی ہٹا لے اور یہ گستاخی نہ کر۔ میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لبہائے مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر آپ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

ابن زیاد تلملایا اور چلا کر بولا۔ او بوڑھے مجھے تیری صحابیت کا لحاظ ہے۔ ورنہ ابھی تیرا سر بھی حسین کے ساتھ ہوتا آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ رسول اللہ کے نواسہ کا تو کوئی احترام نہ ملحوظ رکھا اور صحابیت کا احترام تجھے ملحوظ ہے۔ دیکھ لینا کہ قیامت کے دن خدا تجھے عذاب عظیم میں ڈالے گا۔ تیری بخشش ہرگز نہ ہوگی اور دنیا میں تو کبھی سرسبز نہ ہو سکے گا۔

پھر آپ نے دربار میں موجود کوفیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ افسوس صد افسوس کہ تم نے جگر گوشۂ رسول کو قتل کیا۔ حیادار عورتوں کو بے پردہ کیا۔ آخر تمہیں خدا کے روبرو جانا ہے اسے کیا منہ دکھاؤ گے۔ کیا رسول اللہ کے خاندان کو شہید کرنے کے بعد تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی توقع ہو سکتی ہے؟ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی سزا نہ صرف عقبیٰ میں ملے گی۔ بلکہ دنیا میں بھی تمہیں ضرور اس کا بدلہ ملے گا۔ تم (خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَۃ) کے مصداق بن چکے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آپ دربار سے چلے گئے۔

مظلوم قافلہ کی دربار یزید کو روانگی

چند روز کے بعد ابن زیاد نے مظلوم قافلہ کو دمشق کی جانب روانہ کیا۔ آگے آگے شہداء کے سر نیزوں پر تھے اور پیچھے دو دمان رسالت برہنہ پشت اونٹوں پر سوار تھیں اور ان کے

Marfat.com

پیچھے پانچ ہزار فوج تھی۔ جس کی قیادت شمر ذی الجوشن کے سپرد تھی۔ قافلہ منزل بہ منزل قیام کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جدھر سے گزرتا لوگوں کا جم غفیر جمع ہو جاتا۔ اور اشقیا کی اس شیطنت پر اشکباری کے علاوہ لعنت بھی بھیجتا مگر زیادتی فوج کے سبب کوئی کچھ نہ کر سکتا۔ خواتین اہل بیت اس انداز سے فریاد کناں تھیں کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے تو اپنے لشکر اشقیا کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے مگر ظالم انعام واکرام کو خواتین حرم کی مظلومیت اور بیمار زین العابدین کی بیماری پر ترجیح دیتے ہوئے برابر دمشق کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ایک یہودی بزرگ کا قبول اسلام

جب مظلوم قافلہ شہر حراں میں پہنچا۔ تو ایک یہودی بزرگ یحیٰی یہ المناک منظر دیکھ رہے تھے جب اقلیم صبر و رضا کے پیکر کا سر مبارک قریب آیا۔ تو یحیٰی نے امام پاک کے لبہائے مبارک کو لرزاں دیکھا۔ آپ لپک کر قریب آ گئے۔ تو سر اقدس سے آواز آ رہی تھی۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ) ترجمہ: عنقریب ظالموں کو ظلم کا بدلہ مل جائے گا۔ حیرت سے پوچھنے لگے۔ یہ کس کا سر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حسین کا سر ہے۔ فرمانے لگے۔ اس کے والد کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے کہا علی المرتضٰی۔ پھر پوچھا ان کی والدہ کون تھیں۔ جواب ملا۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہودی بزرگ حضرت یحیٰی نے فرمایا کہ جس کے سر سے یہ کرامت ظاہر ہو رہی ہے اس کے نانا کا مذہب یقیناً سچا ہے۔ اسی وقت کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

جب حضرت یحیٰی نے خاتون حرم کو ننگے سر دیکھا تو اپنا عمامہ پھاڑ کر انہیں سر چھپانے کے لئے دینے لگے۔ تو اشقیا نے منع کیا تو آپ کو تاب نہ رہی۔ آپ نے تلوار کو نیام سے باہر نکالا اور پانچ یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد خود بھی منصب شہادت پر سرفراز ہو گئے۔

Marfat.com

اسیرانِ کربلا یزید کے دربار میں

مظلوم قافلہ منازل سفر طے کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ یزید دربار شاہی آراستہ کرکے تخت زرنگار پر بیٹھا ہوا تھا۔ سب سے پہلے شمر اس کے پاس گیا اور سلام کرنے کے بعد فاتحانہ انداز میں کہنے لگا۔ اے امیر المومنین ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اہل بیت کا ایک ایک شہزادہ چن چن کر قتل کیا ہے اور میں آپ کے حکم کے مطابق خواتین اہل بیت کو گرفتار کرکے یہاں لے آیا ہوں یزید پلید نے حکم دیا کہ خواتین حرم اور حسین کا سر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ اسیران کربلا کا یہ ستم دیدہ قافلہ یزید کے دربار میں حاضر کیا گیا اور بشیر بن مالک نے امام عالی مقام کا سر ایک طشت میں رکھ کر یزید پلید کی خدمت میں پیش کیا اور کہنے لگا۔ اے امیر المومنین ہم نے ایسے جلیل القدر شخص کو قتل کیا ہے جس کا حسب و نسب تمام دنیا سے افضل ہے اس لئے مجھے کثیر انعام دیا جائے۔ وہ سمجھتا تھا کہ سر امام پیش کرنے کے صلہ میں مجھے انعام ملے گا لیکن انتقام الٰہی کی پہلی چنگاری شعلہ بن کر یزید پلید کی زبان سے بھڑکی۔ وہ امام عالی مقام کی تعریف سن کر جل بھن گیا اور اسی وقت حکم دیا کہ بشیر بن مالک کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حرص و آز کا قیدی انعام و اکرام کی تمنائیں دل ہی دل میں لئے جہنم جا پہنچا اور یزید غصے سے لال پیلا ہو کر اس کی لاش پر کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ حسین کو شریف النسب اور جلیل القدر کہنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس ظالم نے حکم دیا کہ ان تمام قیدیوں کو جیل خانے میں بند کر دیا جائے۔ چنانچہ امام زین العابدین مع عفت مآب سید زادیوں کے سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل خانے کے در و دیوار کو چومنے لگے۔ رات جس درد و کرب سے ان محبوسین جور و ستم نے گزاری۔ اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ یہ تو کوئی زین العابدین کے دل ہی سے پوچھے مگر ان صبر و رضا کی جیتی جاگتی تصویروں نے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ مگر حرف شکایت زبان پر نہ آیا۔ خدا خدا کرکے رات کٹی۔ سحری کا روح فرسا وقت ہوا۔ امام زین العابدین سوچنے لگے اس وقت کون ہے جو میرا حال زار نانا کے پاک تک پہنچائے۔ یہ سوچ کر اٹھے۔ وضو کیا۔ نماز سے فارغ ہوتے۔ جیل کے دروازے کی سلاخوں کو پکڑ کھڑے ہو گئے اور اس ہوا کو جو دمشق سے مدینہ کی طرف

Marfat.com

رہی تھی۔ اس طرح پیغام دینے لگے۔

۱۔ ان نلت یاریح الصبا یوماً الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیھا النبیُ المحترم

۲۔ من وجھہ شمس الضحیٰ من خدہ بدر الدجیٰ
من ذاتہ نور الھدیٰ من کفہ بحر الھمم

۳۔ قرآنہ برھاننا نسخا لادیان مضت
اذ جاءنا احکامہ کل الصحف صار العدم

۴۔ اکبادنا مجروحۃ من سیف ھجر المصطفیٰ
طوبیٰ لاھل بلدۃ فی النبیّ المحتشم

۵۔ یلیتنی کنت کمن تبع نبیناً عسالنما
یوماً ولیلاً دائما ورزق کذالی بالکرم

۶۔ لست براج مفردا بل قرابانی کلھم
فی البقرا شفیع یا شفیع بالصاد والنون القلم

۷۔ یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ ارحم علیٰ عصیاننا
مجبورۃٌ اعمالنا طمعاً و ذنباً الظلم

۸۔ یارحمۃ العالمین انت شفیع المذنبین
اکرم لنا یوم الحزمین فضلاً وجودا والکرم

۹۔ یارحمۃ اللعالمین ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظالمین فی الموکب والمزدھم

ترجمہ:۔ اے صبح کی ہوا اگر تو مدینہ پاک کی طرف سے گزرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ کے روضہ پاک پر میرا اسلام پہنچا دینا۔

۲۔ وہ نبی پاک کہ جن کا چہرہ سورج اور رُخ انور بدر منیر کی مانند ہے اور جن کی ذات گرامی ہدایت کا نور اور دست کرم رحمتوں کا خزینہ ہے۔

Marfat.com

۳۔ آپ پر جو کتاب (قرآن پاک) نازل ہوئی ہے۔ وہ ایسا معجزہ ہے کہ جس نے گزشتہ تمام دینوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اس کی موجودگی میں تمام کتابیں کالعدم ہو گئی ہیں۔

۴۔ ہمارے دل اس مصطفےٰ کی جدائی میں مجروح ہو گئے ہیں خوشی ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو نبی کے مدینہ میں بسنے والے ہیں۔

۵۔ اے کاش میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو کہ صبح و شام نبی اکرم کی پیروی میں رہتے ہیں۔ آپ براہ کرم مجھے اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

۶۔ میں اکیلا ہی آپ کی عنایات کا طلبگار نہیں۔ بلکہ میرا سارا کنبہ اس بات کا طلبگار ہے۔ کہ اے شفیع بے کساں جیل میں ہماری دستگیری فرمایئے۔

۷۔ اے برگزیدہ اے منتخب شدہ پیغمبر ہمارے معاصی پر رحم فرمائیں۔ ہم اپنے اعمال میں (بمقتضائے بشریت) قصوروار ہیں۔

۸۔ اے ساری کائنات پر رحم فرمانے والے آپ ہی گنہگاروں کے بخشوانے والے ہیں۔ اس لئے اپنے فضل و کرم سے روز حشر ہمیں بخشوا لینا۔

۹۔ اے ساری کائنات پر رحم فرمانے والے اپنے اس زین العابدین کی دستگیری فرمائیں۔ جو کہ ظالموں کی قید میں محبوس پڑا ہے۔

دلخراش منظر شام کے وقت جب یزید پلید اپنے محل سرا میں کھانا کھانے لگا تو ظالم نے غم نصیب زینب کو طلب کیا۔ جب حضرت زینب تشریف لے آئیں۔ تو ظالم کہنے لگا آج مدینہ سے میں نے بہت عمدہ خرمے منگوائے ہیں۔ تم بھی کھا لو۔ اس نے نوکر کو اشارہ کیا۔ وہ ایک طشت لے آیا اور غم نصیب زینب کے سامنے رکھ دیا۔ یزید بولا اے زینب کپڑا اٹھاؤ اور خرمے نکال کھاؤ۔ جونہی زینب نے کپڑا اٹھایا تو چیخ نکل گئی۔ کیا دیکھا کہ اس میں تو امام عالی مقام کا سر رکھا تھا۔ زینب نے سر کو اپنے سینے سے لگایا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ محل سرائے شاہی میں شور آہ و زاری برپا ہوا۔ تو یزید نے جھٹ زینب سے سر امام چھین لیا اور اس پر بید مارنے شروع کر دیئے۔ اس شقاوت بھری حرکت پر اس کے غلام مقبول کو تاب نہ رہی۔ اس نے تلوار سنبھالی اور یزید پلید کے سر پر حملہ کر دیا۔

Marfat.com

وار کارگر ثابت نہ ہوا۔ اور خوش نصیب مقبول محبت اہل بیت کی پاداش میں منصب شہادت پر سرفراز ہوا۔

سر امام اور یزید پلید یزید پلید نشہ شراب میں مستغرق تھا۔ جب ظالم نے سر امام کو دیکھا تو مسکرانے لگا۔ اور درخت خیزاں کی چھڑی امام شہید کے لبہائے مبارک پر چبھو کر کہنے لگا۔ اے حسین تیرے ہی لب ہلتے تھے جو کہتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے۔ میں اس کی بیعت نہیں کروں گا۔ اب کہو کیا حال ہے۔ اس وقت دربار یزید میں صحابی مصطفےٰ حضرت سمرہ بن جندب موجود تھے۔ اس ملعون کی یہ بہیمانہ حرکت دیکھ کر انہیں یارائے ضبط نہ آرہا۔ آپ جوش میں آتے اور فرمایا او ملعون یزید (قطع اللہ یدک)۔ اللہ تیرے ہاتھ قطع کرے۔ پیچھے ہٹا۔ یہ پلید چھڑی یارہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لبہائے مبارک کو چومتے دیکھا ہے

یزید حضرت سمرہ کی یہ گفتگو سن کر غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ اور یہ کہتے ہوتے دربار سے نکال دیا کہ اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو اسی وقت تمہیں قتل کروا دیتا۔ روایت میں موجود ہے کہ اس وقت دربار یزید میں قیصر روم کا ایک یہودی سفیر بھی موجود تھا اس نے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے۔ یزید بولا۔ یہ ہمارے باغی کا سر ہے۔ وہ سفیر بولا۔ یہ سر تو باغیوں والا نہیں۔ بلکہ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص حق شناس اور فرشتہ خصلت انسان تھا۔ بتا تو سہی کہ یہ ہے کون؟ یزید نے جواب دیا۔ یہ بنی ہاشم سے ہے اس نے پوچھا اس کے والدین کون ہیں۔ یزید نے جواب دیا۔ اس کے باپ کا نام علی ماں کا نام فاطمہ اور اس کے نانا ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سن کر وہ سفیر بولا۔ حیرت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا ہے اور اب اس کے سر پر چھڑیاں ماری جارہی ہیں اور پھر کہتے ہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ ارے سنگدل آ تجھے اپنی کی نشان بتاؤں۔ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہوں باوجودیکہ میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر(۷۰) پشتوں کا فاصلہ ہے تاہم تمام یہودی مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تو ہے کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے۔

یہودی سفیر کی یہ گفتگو سن کر یزید مشتعل ہوا۔ ضبط کی تاب نہ رہی۔ بولا مجھے تیرے

Marfat.com

سفیر ہونے کا لحاظ ہے۔ ورنہ میں ابھی تیرا سر تن سے جدا کر دیتا۔ سفیر نے جواب دیا اوظالم تیرے دل میں نواسۂ رسول کی عزت و عظمت ایک سفیر سے بھی کم ہے جو تم نے اسے قتل کر ڈالا۔ یہ کہتے ہوئے یہودی سفیر سر امام سے چمٹ گیا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اس پر یزید پلید طیش میں آیا اور جلاد کو اشارہ کیا تو اس نے اس نو مسلم کو شہید کر دیا۔

اسی طرح ایک اور عیسائی قاصد بھی دربار میں موجود تھا۔ وہ یزید کی گستاخانہ حرکت دیکھ کر کہنے لگا کہ اے یزید ہم اپنے نبی عیسٰی علیہ السلام کی سواری کے کھر کی آج تک عزت کرتے ہیں۔ اور اس پر اپنی جان و مال قربان کرتے ہیں۔ افسوس کہ تم نے اپنے نبی کے حقیقی نواسے کو قتل کر ڈالا یزید بولا اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی اس گستاخی کا مزہ چکھا دیتا وہ قاصد بولا۔ یہ بات بالکل غلط ہے جس انسان کو اپنے نبی کے حقیقی نواسے کی پاسداری نہیں وہ کسی دوسرے کا لحاظ کیسے کر سکتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ دربار سے نکل پڑا۔

بیمار زین العابدین اور یزید پلید

جونہی یزید پلید کی نظر بیمار زین العابدین پر پڑی۔ تو شمر سے پوچھنے لگا کہ یہ لڑکا کون ہے اس نے جواب دیا کہ یہ حسین کا لڑکا ہے۔ یزید گرج کر بولا۔ او شمر تو نے تو ابھی بتایا ہے کہ اہل بیت کا ایک ایک جوان تم چن چن کر ختم کر چکے ہو تو پھر یہ لڑکا کیوں زندہ ہے۔ شمر بولا عالیجا یہ لڑکا سخت بیمار ہے۔ اس لئے اسے میں نے زندہ حاضر کیا ہے۔ اسی وقت یزید نے حکم دیا کہ اس لڑکے کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ جب جلاد بیمار عابد کو مذبحہ کی جانب لے چلا تو یزید نے عابد کو مخاطب کر کے کہا۔ او لڑکے کیا تو نے دیکھا ہے کہ تیرے باپ نے حاکم وقت سے غداری کی۔ اب اس نے اپنی سزا پالی۔ اب تو بتا تیری کیا مرضی ہے۔ شیر خدا کے پوتے نے بر سر دربار جواب دیا۔ اوسگ دنیا۔ میں تجھ سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ اپنے خدا کو حاضر و ناظر کر کے اس کا جواب دینا۔ کہ خدائے بزرگ و برتر نے میرے نانا جان کو نبی بنایا کہ تیرے نانا کو کتاب مبین میرے نانا پر نازل ہوئی یا تیرے نانا پر۔ اور پھر اس کتاب کی روشنی میں دنیا کے ظلم کدہ میں نور توحید ہمارے آباؤ اجداد نے پھیلایا ہے کہ تیرے آباؤ اجداد نے۔ کعبہ جو بت خا

Marfat.com

تھا۔ اس کو بیت اللہ ہم نے بنایا کہ تم نے ہر سینہ میں ایمان کی شمعیں ہم نے روشن کی ہیں کہ تم نے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرے خاندان نے توحید کی شمع روشن کی اور ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تو نے اسے بجھانے کی سعی کی مگر یاد رہے کہ (یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ) یزید ملعون بیمار عابد کی یہ گفتگو سن کر پُر غیظ ہوا اور جلاد کو حکم دیا کہ فوراً اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ بیمار و مظلوم عابد نے مسکرا کر جلاد اور اس کی برہنہ تلوار کو دیکھا تو شوقِ شہادت میں جھوم کر کہنے لگے ؎

ادھر آ او ظالم ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اتنے میں غم نصیب اُم کلثوم کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔ آپ کہہ رہی تھیں ؎

اَنَا دِیْكَ جَدَّاهُ خَیْرُ الرُّسُلْ
حُسَیْنُكَ مَقْتُوْلٌ وَنَسْلُكَ ضَائِعٌ

ترجمہ:۔ اے شفیق نانا جان آپ کا حسین تو شہید ہو چکا اب آپ کی نسل منقطع کی جا رہی ہے فوراً آیئے اور ہماری فریاد سنیئے۔ یہ درد انگیز آواز سن کر یزید کانپ اٹھا جسم لرزنے لگا۔ بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگا اے عابد میں تو مذاق کر رہا تھا تم آؤ اور میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اپنے تخت پر بٹھا کر کہنے لگا۔ اے ابن حسین میرا بیٹا تمہارا ہم عمر ہے۔ کیا تم اس سے کشتی لڑو گے؟ آپ نے جواب دیا۔ او ظالم ایک تلوار میرے ہاتھ میں دے اور ایک تلوار اپنے بیٹے کے ہاتھ میں دے اور پھر اہل بیت کے خزاں رسیدہ پھول کی شجاعت دیکھ لینا۔ یزید ملعون نے باتوں میں باتیں ڈالتے ہوئے کہا کہ اے ابن حسین تم تو ناراض ہو گئے ہو۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑو اور اگر کوئی خواہش ہے تو کہو۔ امام زین العابدین نے یزید کے سامنے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ میرے ابا جان اور دیگر شہدائے کرام کے سر میرے حوالے کر دے۔

Marfat.com

۲۔ مجھے مع قافلہ بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔

۳۔ آئندہ جمعتہ المبارک کو جامع مسجد دمشق میں مجھے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ میں اپنے دل کا غبار نکال سکوں۔

۴۔ میرے باپ کا قاتل میرے حوالے کر دے تاکہ میں اسے قتل کروں۔ یزید نے پہلے تین مطالبات بخوشی قبول کر لئے تاہم جمعتہ المبارک کو زین العابدین کے خطبے سے وہ خائف ہوا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مظلوم زادے کی تقریر سن کر لوگ باغی ہو جائیں تاہم تین مطالبات تسلیم کرنے کے بعد چپکا ہو رہا حضرت سجاد کہنے لگے کہ میرا چوتھا مطالبہ بھی پورا کیا جائے اور میرے باپ کا قاتل میرے حوالے کیا جائے۔ یزید نے دفع الوقتی کی غرض سے سب لشکریوں کو جمع کیا اور پوچھنے لگا کہ تم میں قاتل حسین کون ہے؟ انہوں نے کہا خولی ہے۔ خولی سے پوچھا۔ اس نے کہا سنان بن انس ہے۔ سنان بن انس پکڑا گیا۔ تو وہ کہنے لگا میں قاتل حسین نہیں بلکہ شمر ہے۔ یزید نے شمر کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب شمر پیش ہوا تو یزید نے کہا اے شمر سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قاتل حسین تو ہے اس لئے میں تمہیں سجاد کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ شمر نے جب اپنی موت آنکھوں کے سامنے منڈلاتی ہوئی دیکھی تو جھٹ کہنے لگا۔ اے یزید قاتل میں نہیں بلکہ حسین کا قاتل تو ہے کیونکہ تو نے ہی قتل کا حکم دیا تھا اور تیرے ہی حکم سے ہم نے حسین پر فوج کشی کی تھی۔ یہ بات سن کر یزید بڑا سٹپٹایا اور کھسیانہ ہو کر شمر کو ڈانٹنے لگا۔ اور حسین کی مظلومی پر مگرمچھ کے آنسو بہانے لگا۔

دوسرے روز جمعتہ المبارک کا اعلان تھا کہ حضرت زین العابدین خطبہ جمعہ دیں گے۔ تاہم یزید کی مرضی تھی کہ خطبہ نہ ہو سکے ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں میرے خلاف بغاوت پیدا ہو جائے۔ یزید نے اس خوف سے اپنے خطیب کو اشارہ کیا کہ وہ خطبہ پڑھنا شروع کر دے۔ جب خطیب نے خطبہ دینا شروع کیا تو اس نے آل ابی سفیان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیئے اور سیدنا علی المرتضٰے اور ان کی اولاد پر لعن طعن شروع کر دی۔ امام زین العابدین کو یارائے ضبط نہ رہا۔ آپ بے ساختہ پکار اٹھے۔

Marfat.com

(یَا شَامِیُّ بِئْسَ الْخَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ) اے شامی تو اپنی قوم کا بدترین خطیب ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یزید کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو نے وعدہ خلافی کی ہے کیونکہ تو نے مجھے خطبہ پڑھنے کی اجازت دے کر آج محروم رکھا ہے۔ اس پر شور وغل ہوا اور اہل شام نے آپ کا خطبہ سننے کا پر زور مطالبہ کیا۔ اس پر یزید مجبور ہو گیا تب آپ زینت آرائے منبر ہوئے۔

امام زین العابدین کی تقریر حمد و ثناء کے بعد مظلوم زادے زین العابدین نے فرمایا۔ اے شام والو شاید تم بھول گئے ہو کہ میں کون ہوں۔ آج میں اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ آپ فرمانے لگے۔

اَنَا اِبْنُ الرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰی

اَنَا اِبْنُ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی

ترجمہ: میں اس کا بیٹا ہوں جس کے صدقے میں ساری کائنات پیدا ہوئی اور وہی خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہے۔

میرے دادا امام المشارق والمغارب، مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو راکب دوش رسول، خاتون جنت کا دلبند علی شبیر خدا کا فرزند، صبر و رضا کا گلیم پوش تاجدار ہے جس کی لاش میدان کربلا میں بے گور و کفن تشنہ لبی کے عالم میں تڑپی۔ یہ کہنا تھا کہ تمام سامعین پر رقت طاری ہو گئی اور زار زار رونے لگے۔ یزید نے فتنہ کے خوف سے تقریر بند کرنے اور جمعہ کی اذان دینے کا حکم دے دیا۔

دمشق سے اہل بیت کی مدینہ کو روانگی

جس وقت یزید پلید نے یہ محسوس کیا کہ امام زین العابدین کی تقریر کا اثر لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکا ہے تو اس نے اپنی سیاست و مکاری اور ریاکاری سے امام زین العابدین کو اپنی مسند پر بٹھایا اور اہل بیت کی محبت جتلانے لگا۔

امام زین العابدین نے فرمایا کہ میری واپسی کا انتظام کیا جائے اور سر ہائے شہداء میرے سپرد کئے جائیں۔ یزید نے اس خوف سے کہ مبادا لوگوں میں بغاوت کے جذبات

Marfat.com

بھڑک اٹھیں۔ آپ کی تیاری کا حکم دیا۔ تمام سرہائے شہداء آپ کے حوالے کئے اور سامان سفر تیار کر کے نعمان بن بشیر کو کچھ فوج دے کر اہل بیت کو روانہ کر دیا جب یہ لٹا پٹا قافلہ مدینہ منورہ داخل ہوا تو وہ دن قیامت سے کچھ کم نہ تھا۔

مدینہ والوں کو تمام حالات کا علم ہو چکا تھا اس لئے چھوٹے بڑے سب استقبال کے لئے شہر سے باہر آ نکلے۔ اس وقت مدینہ میں کوئی دل ایسا نہ تھا جو سوگوار نہ تھا اور کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ تھی۔ جب یہ قافلہ روضۃ النبیؐ پر پہنچا تو اہل بیت کا شدت غم سے برا حال تھا۔ ان کی فریاد وشیون سے بام و در تھرا اٹھے۔ حضرت زینب دوڑ کر مزار شریف سے لپٹ گئیں اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگیں۔ اے نانا جان آپ کا سارا خاندان کربلا کے خونی سمندر کی نظر ہو گیا ہے۔ میری مظلومی وبیکسی کی فریاد سن لیجئے ایک طرف حضرت شہر بانو مزار سے لپٹ کر کہہ رہی تھیں کہ میں خاندانِ رسالت کی بیوہ ہوں اور اپنا سہاگ لٹا کر آئی ہوں۔ اسی طرح دیگر ازواج مطہرات بھی گریہ وزاری کر رہی تھیں۔ حضرت سجاد کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ قریب تھا کہ آسمان کا سینہ چاک ہو جاتا اور زمین کا سینہ پھٹ جاتا۔ جب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ نانا جان میری آنکھوں کے سامنے کئی روز کے بھوکے اور پیاسے آپ کے اہل بیت نے جانیں قربان کیں۔ ان کے سر میرے سامنے جدا ہوتے ان کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پارہ پارہ میں نے ہوتے دیکھا اور سب کچھ دیکھا کھلی آنکھوں دیکھا۔ کلیجہ تھام تھام کر دیکھا وہ دیکھا کہ خدا کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

زخم پر زخم، تیر پر تیر، چرکے پر چرکے دل پر لگتے رہے۔ میری پھوپھی اماں کے گوشہائے مبارک سے اس بیدردی سے بالیاں کھینچ لی گئیں کہ ان کے کان لہولہان ہو گئے۔ عفت مآب سید زادیوں کے سروں سے چادریں کھینچ کر انہیں برہنہ سر کر دیا گیا۔ اونٹوں کی برہنہ پشت پر انہیں ننگے منہ اور ننگے سر سوار کیا گیا۔ ان کا کوفہ کے بازاروں میں جلوس نکالا گیا۔ اس وقت سے

ہم تو تماشا تھے اور لوگ تماشائی

نانا جان چمن کا چمن اجڑ گیا ہے۔ دنیا اجڑ گئی ہے۔ دل اجڑ گیا ہے۔ پیارے نانا جان

Marfat.com

یہ آپ کا زین العابدین لٹا پٹا تباہ حال آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ دنیا بھیانک اور زندگی بے مزہ نظر آ رہی ہے۔ خدا کے لئے اس مظلوم کی فریاد سنیئے اس کے زخموں پر مرہم لگایئے۔ آنسو پونچھئے اور مدد فرمایئے۔ امام زین العابدین کی اس فریاد دشیلوں کو سن کر لوگ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ دلوں کے ٹکڑے اڑنے لگے۔ بالآخر آپ نے (اِنَّ اللّٰہَ معَ الصابرین) پڑھ کر دامنِ صبر کو تھام لیا۔

روضۃ الرسول سے رخصت ہو کر یہ مختصر قافلہ اُم المومنین حضرت ام سلمٰی کے پاس پہنچا۔ حضرت اُم سلمٰیؓ کو گلستان رسالت کی تباہی کا اس وقت سے ہی علم ہو چکا جب سے خواب میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمٰیؓ سے یہ کہا تھا کہ اٹھ اور وہ شیشی والی مٹی دیکھ کر جو خون بن چکی ہے میں ابھی ابھی کربلا سے آ رہا ہوں میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔

حضرت ام سلمٰی کا ایمان کدہ اسی روز سے غم کدہ بن گیا تھا ہاشمیوں کے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے جب حضرت زین العابدین کو دیکھا تو گلے مل کر زار زار رونے لگے حضرت محمد بن حنفیہ حسرت و یاس کی تصویر بنے کھڑے تھے۔ عنانِ صبر ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی۔ گلشن حسین کی خزاں یابی اور ناشگفتہ کلیوں کی بربادی پر اشکِ حسرت بہا رہے تھے کہ ؎

پھول تو دو دن بہار زندگی دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

Marfat.com

سرِامام عالی مقام کی تدفین میں اختلاف

امام ابواسحاق اسفرائنی اپنی کتاب نورالعین میں فرماتے ہیں کہ دمشق سے روانہ ہونے کے بعد امام زین العابدین اپنے لٹے پٹے قافلے کے ساتھ سرہائے امام وغیرہ کو لے کر کربلا آئے۔ یہاں آکر دیکھا کہ تمام لاشیں بے گور و کفن پڑی ہیں۔ آپ نے تمام لاشوں کو مع سرہائے شہدا ۲۰ صفر المظفر کو کربلا میں دفن کیا۔

"تاہم اس سلسلہ بعض مورخین نے سر امام مظلوم کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سر اقدس دمشق میں مدفون ہے بعض شہر عسقلان میں مدفون ہونے کے قائل ہیں اور چند ایک روایات میری نظر سے ایسی بھی گزری ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام پاک کا سر مبارک قاہرہ میں دفن ہے چنانچہ وہاں راس الامام کے نام سے ایک عمارت بھی تعمیر کی گئی ہے۔ ان تمام روایات میں میرے نزدیک صحیح ترین روایات علامہ ابواسحاق اسفرائنی کی ہے۔ جسے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقت حالہ)

(تاریخ الخلفاء۔ مرج البحرین۔ سر الشہادتین۔ نورالعین۔ تحریر الشہادتین۔ عقد الفرید۔ طبری)

Marfat.com

قاتلانِ حسین کا عبرتناک انجام

اللہ رب العزت منتقم حقیقی ہے وہ ظالم کو ظلم کا بدلہ ضرور دیتا ہے جہاں اس نے کربلا میں نشانِ بے نیازی دکھائی۔ وہاں ظالموں کو شان قہاری بھی دکھائی۔

"تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے امام حسین علیہ السّلام کو کسی بھی صورت میں اذیت پہنچائی تھی۔ وہ ذلیل وخوار ہوئے اور آخر عذاب کی موت مرے۔ اس عزیز ذوانتقام نے قاتلانِ حسین کو اپنی شان قہاری کے جو عبرتناک کرشمے دکھائے انہیں بیان کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے مگر کتاب ہذا اس کی حامل نہیں کہ ان تمام لعینوں کو زیر بحث لایا جا سکے تاہم چند ایک اشقیاء کا انجام پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اس لعین اعظم یعنی یزید کا انجام پیش کیا جاتا ہے جو کشتی اہل بیت کو غرق کرنے کا حقیقی سبب تھا۔

Marfat.com

یزید پلید کی عبرتناک موت

نواسہ مصطفےٰ، دلبند علی المرتضےٰ، جگر پارہ فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد بھی یزید کی شقاوت و قساوت میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ اس لعین کے بداعمالیاں اور بھی بڑھ گئیں۔ چنانچہ۔ زنا، سود اور بہن بھائی کے نکاح وغیرہ منہیات شرعیہ کو اس نے اعلانیہ طور پر جائز قرار دیا۔ ظالم نے مسلم بن عقبہ کو بیس ہزار فوج دے کر مدینہ منورہ بھیجا۔ لعین فوج نے تمام گھروں کو لوٹا۔ دس ہزار سے زیادہ صحابہ کرام اور شرفائے مدینہ شہید کیے گئے۔ جوان لڑکیوں کو شہوت پرستی کا نشانہ بنایا گیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کا گھر لوٹ لیا گیا۔ اس پر طرہ یہ کہ حرم شریف پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ غلاف کعبہ کو جلا دیا گیا۔ لعین فوج نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ دیگر شیطنت رقم کرنے سے قلم عاجز ہے پھر ایسے مردود اور لعین وقت یزید کو مولا تے پاتے عبرتناک موت نہ دیتا۔ تو سے منتقم حقیقی کون کہتا۔

یزید پلید کی موت کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ عقد الفرید اور طبری میں یوں رقم ہے کہ شراب نوشی نے یزید ملعون کے پھیپھڑوں کو بیکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے لئے سانس لینا دوبھر ہو گیا تھا۔ پھر چند دن کے بعد امراض کبدی میں مبتلا ہوا اور دست پھرتے پھرتے ہلاک ہوا۔

علامہ ابو اسحاق اسفرائنی اپنی کتاب نور العین میں موت یزید کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن یزید ایک ہزار سواروں کے ساتھ سیر کو گیا۔ تلاش شکار میں دمشق سے بہت دور نکل گیا۔ اسے ایک ہرن نظر آیا اس نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا جب یہ ہرن کے پیچھے بھاگتا ہوا ایک لق و دق جنگل میں پہنچا تو ہرن غائب ہو گیا۔ اسے پیاس نے تنگ کیا مگر کہتا گیے، سب لشکری پیچھے رہ چکے تھے چنانچہ پیاس پیاس کرتا واصل جہنم ہوا۔ جب اس کی تلاش کرتے کرتے دس بارہ لشکری یہاں آ پہنچے۔ تو شدت پیاس سے تڑپ تڑپ کر وہ بھی ہلاک ہوئے۔ جب باقی ماندہ لشکری بھی یہاں تک پہنچے تو

Marfat.com

بھی شدت پیاس سے واصل جہنم ہوئے۔ آج تک اس جنگل کا نام وادی جہنم ہے۔ ایک روایت کے مطابق یزید پلید اور اس کا لنگوٹیا سرجون بن منصور شکار کی غرض سے جارہے تھے کہ یزید کی نظر ایک رومی النسل راہب زادی پر پڑی۔ اور اس پر فریفتہ ہو گیا اس لڑکی نے سوچا کہ یہ ظالم تو وہ ہے جس نے نواسۂ مصطفٰے کا پاس نہ کیا اور بیدردی سے شہید کیا۔ اس وقت بھی یہ والئ تخت ہے۔ یہ چاہے تو مجھے اٹھا لے جا سکتا ہے۔ وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے اس کو قتل کرنے کے درپے ہو گئی۔ ایک دن پھر یزید اور سرجون یہاں آئے۔ یہ لڑکی نہا کر اپنے بال خشک کر رہی تھی۔ یزید دیوانہ وار اسے پکارنے لگا۔ لڑکی نے اسے اشارہ کیا کہ وہ اکیلا اس کے پاس آئے۔ یزید پلید وہاں گیا۔ لڑکی بھی گھوڑے پر سوار ہو گئی اور دامن قبا میں تلوار چھپا کر اسے دشت حوازین میں لے گئی۔ ٹھنڈی ہوا نے اس شہوت پرست کے نشہ کو اور بڑھا دیا۔ اور بدمست ہو کر جھوم رہا تھا۔ اس لڑکی نے نظر بچا کر کمر پر ایسا وار کیا کہ یزید نیچے گر پڑا۔ پھر اس کے سینے پر سوار ہو کر کہنے لگی۔ او ظالم پکار اب کسے پکارتا ہے۔ کہنے لگا۔ اے راہب زادی مجھے چھوڑ دے۔ میں تجھے اپنی ملکہ بنانے کو تیار ہوں۔ وہ بولی۔ او ظالم بے پیر تو نے نبی کے نواسے اور گلستان رسالت کی ننھی ننھی کلیوں تک کو نہ چھوڑا۔ اور ان پر تجھے رحم نہ آیا اب میں بھی تجھے کسی قیمت پر نہ چھوڑوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے یزید پلید کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے۔ تین چار دن تک اس کی لاش کتوں، چیلوں اور گدھوں کی غذا بنی رہی اور جب اس کے لشکری تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے اس رہی سہی ہڈیوں کو دفن کر دیا۔ روح البیان میں ہے کہ کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ یزید پلید دوزخ کے ایک صندوق میں بند ہے اور جتنا عذاب تمام دوزخیوں کو ہوتا ہے۔ اتنا اکیلے یزید کو ہو رہا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اس طرح چار برس اور چند ماہ بعد ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو یہ بدبخت دنیا و آخرت کی رسوائی مول لے کر داصل جہنم ہوا۔

یزید کی عمر میں راویوں کا اختلاف ہے بعض کے مطابق مرتے وقت اس کی عمر اڑتیس سال تھی بعض لکھتے ہیں کہ تیس سال کی عمر میں مرا اور چند ایک کے مطابق مرتے وقت

Marfat.com

اس کی عمر پنتیس سال تھی (وَاللّٰہُ اَعلمُ بالصّواب) اس لعین کی اولاد میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب طبری لکھتے ہیں کہ اس کے بارہ بیٹے تھے بعض روایات ہے کہ اس کے پانچ بیٹے تھے یزید کی موت کے بعد لوگوں نے اس کے بیٹے معاویہ کو والیٔ سلطنت بنایا مگر ان کی سلطنت چند منٹ تک قائم رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب معاویہ نیک دل اور اعلیٰ درجے کے زاہد تھے۔ انہوں نے تخت نشین ہوتے ہی یہ خطبہ پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میں سلطنت کا اہل نہیں ہوں۔ اس کی اہلیت فارذقی و صدیقی میں تھی۔ یہ کہہ کر آپ حکومت سے دستبردار ہو گئے۔

با چنیں گوہر خانہ خیز
جو بو طالبی را گنی سنگریز

اس طرح یزیدی نسل کی حکومت یہاں پر ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ اگرچہ یزید کے بارہ بیٹے تھے لیکن روئے زمین پر آج اس کا کوئی نام لیوا موجود نہیں اور کوئی مسلمان اسے اپنے ساتھ منسوب کرنا برداشت نہیں کرتا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

چند دیگر اشقیاء کا انجام

روایات میں ہے کہ حرملہ جس شقی نے ننھے ماہی علی اصغر کے حلقوم نازنین کو چھید تھا۔ اس کی ناف اور اردگرد کی جگہ ہمیشہ جلتی اور پشت ہر وقت سردی سے ٹھٹھرتی رہتی تھی۔ ظالم اپنے آگے تو ہر وقت پنکھا کرتا اور پیچھے آگ جلاتا مگر سکون نہ پاتا۔ پیاس کا یہ حال تھا کہ ہر وقت پانی پیتا رہتا مگر پیاس نہ بجھتی۔ یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اسود بن حنظلہ جس نے ذوالفقار حیدری اپنے قبضہ میں لے رکھی تھی۔ وہ ظالم مبتلائے جذام رہا اور اسی مرض میں اس کی موت آئی۔ جابر بن یزید ازدی جس نے

Marfat.com

امام پاک کا عمامہ اپنے نجس سر پر رکھا تھا۔ وہ مخبوط الحواس ہوا۔ نالیوں کا پانی پیتا اور گوبر کھاتا۔ آخر دیواروں سے ٹکراتا ہوا ذلت کی موت مرا۔ جعونہ حضرمی اور عبدالرحمان بن حصین جن لعینوں نے امام عالی مقام کا پیراہن مبارک اتار کر پہنا تھا۔ مبروص ہوتے اور سڑ سڑ کر مرے۔

یہ عذاب تو ان لعینوں کو دنیا میں ہوا اور جو آخرت کا عذاب ہے وہ یقیناً اس سے بدرجہا زیادہ ہوگا۔

قہر قہار مختار ثقفی کے ذریعے

حضرت مختار ثقفی، حضرت عبید ثقفی کے فرزند تھے۔ جنہیں حضرت فاروق اعظم نے عراق کا گورنر مقرر کیا تھا۔ آپ نے برادر امام عالی مقام حضرت محمد بن حنیفہ کی اجازت حاصل کر کے خون ناحق کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت فراہم کی ۶۶ھ میں حضرت مختار نے حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کی معیت میں خروج کیا اور شمر ذی الجوشن عمر و ابن سعد، سنان بن انس وغیرہ اڑھائی سو لعینوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر ہلاک کیا۔ خولی بن یزید کے پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا گیا اور مرنے کے بعد اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم بن مالک اشتر نے اپنے سات ہزار جانثاروں کو لے کر موصل کے قریب ابن زیاد کی فوج کو گھیر کر شکست فاش دی اور ابن زیاد کو بے دردی سے قتل کرنے کے بعد اس کا سر حضرت مختار ثقفی کی خدمت میں پیش کیا۔

مولائے پاک کی بے نیازی دیکھیے کہ جس دارالامارت میں چھ سال قبل عبیداللہ بن زیاد نے امام پاک کا سر رکھا تھا اسی میں ابن زیاد کا سر آج حضرت مختار کے سامنے پڑا ہے۔

ترمذی شریف میں موجود ہے کہ جب عبیداللہ ابن زیاد اور دیگر اشقیاء کے سر مختار کے پاس دربار میں پڑے تھے۔ تو اچانک ایک سیاہ ناگ ظاہر ہوا۔ تمام درباری اسے دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس سانپ نے کسی کو کچھ نہ کہا اور تمام سروں پر سے گزرتا

Marfat.com

ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس آیا اور اس کے نتھنے میں گھسا اور منہ سے نکل گیا۔ پھر منہ میں گھسا اور نتھنے سے نکل گیا اس طرح تین مرتبہ سانپ نے چکر لگایا اور پھر غائب ہو گیا۔ روایات معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر ہزار اشقیاء مختار کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع راہ
چنداں اماں نداد کہ شب ہم سحر کند

قہر الٰہی کے متعلق سلیمان الاعمش کا بیان

حضرت سلیمان الاعمش فرماتے ہیں۔ کہ میں کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے ایک نقاب پوش شخص کو غلاف کعبہ سے چمٹے ہوئے دیکھا جو یوں دعا کر رہا تھا۔ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَمَا اَظُنُّکَ تَفْعَلُ) اے اللہ مجھے بخش دے لیکن مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔

سلیمان فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کی یہ دعا سن کر اس کے قریب گیا اور کہا کہ (یَاھٰذَا اِنَّکَ فِیْ مُوْقِفٍ عَظِیْمٍ یَغْفِرُ اللّٰہُ فِیْہِ الذُّنُوْبُ الْعِظَامُ) اے اجنبی تو یہ کس طرح دعا کر رہا ہے۔ یہاں تو بڑے بڑے گنہگار بخش دیئے جاتے ہیں۔ وہ بولا تو کون ہے؟ میں نے کہا۔ میں سلیمان الاعمش ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا مجھے خانہ کعبہ سے ذرا باہر لے چلو میں تم پر ساری حقیقت کھول دوں گا۔

سلیمان اسے خانہ کعبہ سے باہر لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کیا ہے تیرا گناہ؟ وہ بولا اے سلیمان بس یہ سمجھ لے کہ میرا گناہ ہر قسم کے گناہوں سے بڑا ہے۔ سلیمان نے کہا بھائی گھبراؤ نہیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ مجھے اپنا گناہ بتا کہ میں تیرے لئے دعا کروں۔ اس ملعون نے یوں داستان شروع کی۔

اے سلیمان ۶۱ھ میں جب حضرت امام حسین کو بے دردی سے شہید کیا گیا اور آپ کا سر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ تو اس نے سر امام سے نہایت بے ادبی کی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس سر کو سبز کپڑے کے خیمہ میں رکھا جائے اور اس کی حفاظت

کے لیئے ستر آدمی مقرر کئے جائیں۔ اے سلیمان ان ستر آدمیوں میں ایک بدنصیب میں بھی تھا۔ ہم سارا دن سر امام کی حفاظت کرتے رہے۔ جب رات آئی تو ہم لوگ شراب و کباب میں مست تھے۔ میرے دیگر ساتھی تو سو گئے لیکن میں جاگتا رہا۔ جونہی نصف شب کا وقت ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ ابر سیاہ کی مانند ایک چیز آسمان سے اتر کر میری طرف آرہی ہے۔ اور پروں کی آواز کے مشابہ آواز سنائی دے رہی ہے۔ میں جھٹ زمین سے لپٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ تین نفوس قدسیہ ہیں جن کے ہاتھوں میں فرش اور کرسیاں ہیں۔ انہوں نے فرش بچھا دیا اور کرسیاں لگا دیں۔ پھر وہ تینوں نفوس قدسیہ سر امام کے پاس گئے اور زیارت کرنے لگے۔ میرے سرہانے سبز جامہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے ایک شخص کھڑا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تینوں حضرات کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ حضرت جبرائیل۔ میکائیل اور اسرافیل ہیں۔

جونہی فرش بچھ گیا اور کرسیاں لگ چکیں تو جبریل نے آواز دی (یا اَبا البشر) اے آدم علیہ السّلام تشریف لائیے۔ حضرت آدم علیہ السلام مع حضرت شیث و ادریس آئے اور سر امام کے قریب آکر کہنے لگے اے بقیۃ الصالحین تم پر ہمارا سلام ہو۔ تم نے اچھی زندگی بسر کی اور بری طرح سے قتل ہوتے۔ خدا تمہارے قاتلوں کو نہ بخشے اور وادیٔ جہنم "ویل" نصیب کرے۔ پھر یہ تینوں حضرات کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اے سلیمان اس کے بعد جبریل نے پکارا۔ اے نوح تشریف لے آیئے۔ حضرت نوح ایک اسام نامی شخص سمیت آتے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح سلام کرنے کے بعد نہایت رنجیدہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

اسی طرح باری باری جبریل کے پکارنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت شمعون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئے اور سلام کرنے کے بعد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

اے سلیمان اس کے بعد جبریل نے عرض کی۔ یا رسول اللہ تشریف لے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف ملائکہ۔ حضرت علی المرتضٰے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا۔

Marfat.com

حضرت جعفر طیار۔ حضرت امیر حمزہ اور حضرت امام حسن سمیت تشریف لے آئے۔
سب سے پہلے حضور علیہ السّلام نے سر امام ہمام کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔
اور آنکھوں نے موتی لٹانے شروع کر دیئے۔ پھر غم نصیب ماں فاطمۃ الزہرا نے
سر امام کو گود لیا اور برستی آنکھوں سے اسے چومنے لگیں۔ اسی طرح حضرت جعفر
طیار، حضرت حسن اور امیر حمزہ نے بھی سر مبارک کو چوما اور اشک بہاتے۔

جلسہ کا افتتاح | اے سلیمان تمام اراکین جمع تھے۔ صدر جلسہ سرور دو عالم بھی تشریف
لا چکے تھے۔
سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام اٹھے اور فرمانے لگے۔ (اَعظم اللّٰہ
اَجرك واَحسن عزائك فی ابنك الحسین) اے نبی آخر الزماں آپ کو شہادت حسین
کے بدلے اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس کے قاتلوں کو جہنم میں ڈالے۔
اس کے بعد تمام انبیاء اکرام نے امام حسین کی تعزیّت ادا کی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی تقریر بہ شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے
گروہ انبیاء گواہ رہنا کہ میری امت نے میرے بعد میرے نواسے پر ظلم ڈھائے اور
کس بے دردی سے اسے شہید کیا اس پر تمام اراکین محفل زار زار رونے لگے۔
اے سلیمان جب جبرئیل نے یہ گریہ وزاری کا منظر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو قوم لوط کی طرح ان
تمام یزیدیوں کو بھی ہلاک کر دوں۔ لیکن حضور نے اجازت نہ دی اس کے بعد ایک اور
فرشتہ آیا اور عرض کرنے لگا حضور میں آسمانِ دنیا پر موکل ہوں اگر حکم ہو تو ابھی آسمان
کو ان لعینوں پر گرا کر انہیں نیست و نابود کر دوں مگر حضور نے منع فرمایا۔
اس کے بعد ایک اور فرشتہ آیا اور عرض کرنے لگا۔ حضور میں پانی کا فرشتہ
ہوں اگر حکم ہو تو ان ظالموں کو طوفان نوح کا مزہ چکھا دوں مگر سرور کائنات نے فرمایا
نہیں جانے دو قیامت کے دن دیکھا جائے گا۔
اے سلیمان اسی دوران میں حضرت حسن کی نظر میرے ان ساتھیوں پر پڑی

Marfat.com

جو سو رہے تھے۔ عرض کی نانا جان کم از کم ان لعینوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اسی اثنار میں حضرت جبریل حاضر ہوتے اور عرض کی حضور یہ فرشتے آئے ہیں اور ہمیں حکم ملا ہے کہ سر حسین کی حفاظت کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضور سرور دو عالم نے فرمایا۔ (یَا مَلَائِکَۃَ رَبِّی اَقتلوھم) اے فرشتو جب حکم خداوندی ہے تو ان لعینوں کو قتل کرو۔

وہ اجنبی کہتا ہے۔ اے سلیمان تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اپنے تمام ساتھیوں کو مردہ پایا۔ پھر جونہی ایک فرشتہ میری طرف لپکا۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور ان سے رحم کی اپیل کی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کیا تو بھی ان شتر لعینوں میں سے ہے۔ میں کہا ہاں آپ نے میری پشت پر ہاتھ مارا۔ اور منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ خدا تجھے کبھی نہ بخشے اور ہڈیاں آگ سے جلائے۔ اے سلیمان میرا چہرہ دیکھ یہ اسی دن سے خنزیر جیسا ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے چہرے پر نقاب پہنے رکھتا ہوں۔ سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ جونہی میں نے یہ داستان سنی۔ تو میں یہ کہتے ہوئے اس سے دور ہو گیا کہ اے شیطان نما ابلیس تو نے واقعی بہت بڑا گناہ کیا ہے کہیں تیری وجہ سے میں بھی عذاب الٰہی کا شکار نہ ہو جاؤں۔

سلیمان الاعمش فرماتے ہیں کہ جونہی میں اس لعین سے چند قدم دور ہٹا تو آسمان سے ایک بجلی گری جس نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا۔

از برق ستم ہر کہ زد آتش بشہیداں
شد سوختہ صاعقۂ خشم الٰہی
وز ہر کہ الم یافت دل آں شہ مظلوم
حقا بیابد الم نا متناہی [1]

مٹانے والے خود مٹ گئے کہ آج دنیا میں ان کا نام لینا باعث ننگ و عار سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ جنہیں مٹایا گیا تھا۔ وہ زندہ جاوید ہو گئے۔

[1] روضۃ الشہدا۔ طبع بمبئی صفحہ ۱۹۴۔

Marfat.com

خدا نے ان کی نسل میں اتنی برکت فرمائی کہ آج ان کی صلبی اولاد علاوہ
معنوی اولاد بھی کائنات کے کونے کونے میں موجود ہے ؎

جو دیکھی ہسٹری ہم نے تو کامل یہ یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

Marfat.com

نسلِ حسین میں برکت

گلستان رسالت اجڑنے کے بعد امام حسین علیہ السلام کے دو بیٹے بچے جن میں حضرت عمر نو کمسن تھے۔ روایات میں ان کی اولاد کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ البتہ حضرت زین العابدین کی نسل میں مولائے پاک نے برکت کی ہے[1]

پچیس برس کی عمر میں آپ کی شادی حضرت امام حسن کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے ہوئی۔ آپ کے صلب سے مندرجہ ذیل بیٹے تھے۔

حضرت محمد باقر، زید، عبداللہ، عبیداللہ، حسن، حسین، علی اور عمر بعض روایات کے مطابق صرف چھ کی نسل چلی۔ دو لڑکوں نے بڑی عظمت حاصل کی۔ جن میں حضرت باقر جو اثنا عشریہ کے پانچویں امام ہیں اور زید جن کو کوفیوں نے ورغلا کر پھر حصول خلافت پر آمادہ کیا تھا۔ اور اموی خلیفہ کے عہد میں ان سے کافی مناقشہ ہوا تھا حضرت سجاد نے ۸ محرم ۹۴ھ میں ۵۷ سال کی عمر میں خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے عہد میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے۔ فاطمہ بنت حسن بن علی کے بطن سے جمعہ کے دن ماہ صفر کی تین تاریخ ۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھے۔ مقام ولایت آپ کو بدرجۂ اتم حاصل تھا۔ آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرزند قرار دیا اور جابر بن عبداللہ صحابی کو آپ سے ملاقات کرنے کی بشارت دی تھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت جابر بن عبداللہ صحابی کے پاس تشریف لے گئے مگر انہوں نے آپ کو نہ پہچانتے ہوئے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا تو حضرت جابر بن عبداللہ

[1] بعض روایات کے مطابق اکیلے زین العابدین بچے مگر چند روایات سے پتہ چلتا ہے کہ زین العابدین کے علاوہ امام عالی کے ایک اور صاحبزادے عمر بھی کربلا میں موت شہادت حاصل نہ کر سکے۔

Marfat.com

نے فوراً آپ کے ہاتھ چوم لئے اور سینے سے لگا لیا اور کہنے لگے (اَلحمدُ لِلّٰہ) کہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے جابر تجھے اپنے مقدر پر ناز کرنا چاہیئے کہ تو میرے ایک فرزند سے ملاقات کرے گا۔ جس کا نام محمد ہو گا۔ آپ کی اولاد سے تین لڑکے ہوئے حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم آپ نے ستاون برس کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں حضرت عباس کے قبہ میں دفن ہوئے۔

(اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ راجِعُون)

حضرت امام جعفر صادق رض آپ کا اسم مبارک محمد جعفر کنیت ابو عبداللہ اور لقب صادق ہے۔ آپ امام جعفر باقر کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔

آپ کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابی بکر تھا اور آپ کی نانی اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر تھیں۔ آپ کی پیدائش ۸۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۸۳ھ ماہ ربیع الاول بروز اتوار بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ جن میں سرفہرست حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت سفیان وغیرہم ہیں۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت اسماعیل، عبداللہ، اسحاق۔ محمد۔ علی اور موسیٰ ان میں سے چار کا سلسلہ نسب چلا اور اسماعیل ان میں سے بہت مشہور ہوئے اور فرقہ اسماعیلیہ انہی کو اپنا امام اور پیشوا مانتا ہے لیکن اثنا عشری ان کی بجائے موسیٰ کاظم کو امام مانتے ہیں اور یہی ان کے ساتویں امام ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق منصور عباسی کے عہد میں رجب ۱۴۸ھ بروایت دیگر ۱۶۸ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار اقدس مدینہ منورہ میں حضرت امام حسن کے ساتھ ہے۔

(اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ راجِعُون)

حضرت امام موسیٰ کاظم آپ امام جعفر صادق کے صاحبزادے اور جانشین

Marfat.com

ہیں۔ آپ کا نام موسیٰ، کنیت ابوالحسن اور لقب کاظم ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸ھ بروز اتوار، ساتویں صفر مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک علاقے میں ہوئی۔
آپ جمیع کمالات ظاہری اور باطنی میں کامل دسترس رکھتے تھے۔
تقویٰ و زہد آپ کے دروازے کے دو پاسبان تھے۔ اور سخاوت آپ کے گھر کی لونڈی تھی۔

آپ اس قدر حلیم الطبع تھے کہ غصہ کو ضبط کر جاتے۔ اسی نسبت سے آپ کا لقب کاظم (غصہ پینے والا) پڑ گیا آپ کے تینتیس بیٹے تھے۔ جن میں سے صرف چودہ کا سلسلہ نسب چلا۔ اور تمام اولاد میں حضرت علی رضا کو خاص فضل و کمال حاصل ہوا۔
آپ کی وفات جمعہ کے دن ۱۸۶ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرت امام علی رضا آپ حضرت موسیٰ کاظم کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔
آپ گیارہ ربیع الاوّل بروز جمعرات ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام نجمیہ ہے آپ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت میں لامثال تھے۔ بڑے بڑے علماء فضلا آپ کی مجلس سے علم و ادب کے خوشہ چیں تھے۔ حضرت معروف کرخی آپ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر اعلیٰ مرتبے پر سرفراز ہوئے خلیفہ ماموں رشید اپنی جلالت و سطوت کے باوجود آپ سے اتنی عقیدت رکھتا تھا کہ برہنہ پاؤں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا یہاں تک کہ ماموں رشید نے آپ کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔

آپ ۲۰۸ھ ۹ رمضان المبارک کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور شہر طاؤس میں ہارون الرشید کی قبر کے ساتھ دفن ہوئے۔
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

آپ کے پانچ لڑکوں کا سلسلہ نسب چلا۔ جن میں حضرت نقی نے کامل شہرت حاصل کی۔

Marfat.com

حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ آپ کا اسم مبارک محمد کنیت ابو جعفر اور لقب تقی ہے۔ والدہ محترمہ کا نام ریحانہ ہے آپ کی پیدائش دس رجب بروز جمعہ ۱۹۵ھ میں مدینہ پاک میں ہوئی۔ آپ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ایک مرتبہ مامون رشید کی سواری آرہی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی۔ آپ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ راستے میں کھڑے تھے۔ جب بادشاہ کی سواری آئی تو تمام لڑکے ڈر کر بھاگ گئے بادشاہ نے پوچھا تو کیوں نہیں بھاگا۔ آپ نے فرمایا میں چور نہیں تو ظالم نہیں راستہ تنگ نہیں۔ پھر میں کیوں بھاگتا۔ بادشاہ کو یہ بات بڑی پسند آئی۔ پوچھنے لگا کہ تیرا نام کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ محمد بن علی رضا۔ بادشاہ نے سینے سے لگا لیا۔ اور اپنی لڑکی کا عقد ان سے کر دیا۔

آپ نے پچیس برس کی عمر پائی۔ آپ کے صرف دو بیٹے تھے۔ حضرت علی نقی اور موسیٰ ان میں سے حضرت علی نقی نے عظیم شہرت حاصل کی اور اپنے والد ماجد کے جانشین ثابت ہوئے۔ امام تقی چھ ذوالحجہ ۲۲۰ھ میں دار فنا سے دار بقا کو سدھارے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت امام علی نقیؓ آپ امام تقی کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔ آپ کا نام علی نقی کنیت ابوالحسن اور لقب ہادی ہے۔ آپ کی والدہ شمانہ ام فضل بنت مامون رشید ہیں۔ آپ ۱۳ رجب ۲۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بنا پر اپنے عہد کے مرجع خلائق تھے۔ خلیفہ وقت متوکل باللہ آپ کا بڑا عقیدت مند تھا اور اکثر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

خلیفہ متوکل باللہ کو آپ کی صحبت سے یہ فیض نصیب ہوا۔ کہ وہ ایک نظر دیکھ کر سید اور غیر سید میں تمیز کر لیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ ایک عورت خلیفہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی۔ میں سیدہ ہوں۔ خلیفہ نے قرائن سے پہچان لیا کہ سیدہ نہیں تاہم شناخت کے لئے حضرت علی کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر نے خاتون

Marfat.com

حضرت فاطمہ کی اولاد کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے اگر تو سچی ہے۔ تو ذرا درندوں میں جا کھڑی ہو۔ وہ عورت سہم گئی۔ اور اپنے جھوٹے دعوے سے تائب ہو گئی۔

آپ کی وفات خلیفہ بغداد مستنصر باللہ کے عہد میں موضع سامرہ سوموار ماہ جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکتالیس برس تھی۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

حضرت حسن عسکری | آپ حضرت علی نقی کے فرزند ہیں۔ آپ کا نام حسن عسکری کنیت ابو محمد اور لقب ذکی ہے۔ آپ بھی زہد و تقویٰ میں اپنے آباؤ اجداد سے کسی طرح کم نہ تھے۔ آپ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا۔ خلیفہ وقت نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ نماز استسقاء ادا کی اور بارش کی دعا کی۔ تو بارش نہ ہوئی۔ دوسرے دن ایک عیسائی راہب نے چند عیسائیوں کے ساتھ بارش کی دعا کی تو بارش برسی۔ اس پر مسلمان نادم ہوتے۔ اور حضرت حسن عسکری کے پاس آ کر ساری حقیقت بیان کی۔ دوسرے دن آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر ایک مقام پر جمع ہوئے اور عیسائی راہب کو بھی بلایا۔ آپ نے راہب سے کہا کہ وہ بارش کی دعا مانگے۔ جونہی اس نے ہاتھ اٹھائے تو آپ نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہڈی چھین لی جب راہب نے دعا مانگی۔ تو بارش تو نہ ہوئی بلکہ دھوپ نکل آئی۔ اس پر مسلمانوں نے دریافت کیا کہ حضور یہ کیا ماجرا ہے؟ ہڈی میں کیا کمال ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ولی کی ہڈی ہے اور اس راہب کی دعا اس ہڈی کی بدولت ہی قبول ہوئی تھی اور اب جبکہ میں نے یہ ہڈی اس سے چھین لی ہے تو اس کی دعا کا یہ اثر ہوا ہے کہ بجائے بارش کے دھوپ نکل آئی ہے۔ اس پر تمام لوگ بہت خوش ہوئے اور بادشاہ نے آپ کو بہت بڑا انعام و اکرام دیا۔

آپ چالیس برس کی عمر میں دار فنا سے دار بقا کو سدھارے اور سرمن رائے میں دفن ہوئے۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

Marfat.com

حضرت امام مہدی آپ کے نسب پاک میں شیعہ اور سنی میں اختلاف ہے شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آپ امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ اس دنیا سے زندہ اٹھا لئے گئے ہیں اور قیامت کے دن آپ کا ظہور ہو گا۔ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے کہ آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

حضرت امام مہدی قریب قیامت پیدا ہوں گے۔ بیت اللہ شریف کا حج کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہو گی۔ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی۔

(هٰذا خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِي فَاسْمَعُوا وَاَطِيعُوا)

یہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے ان کی بات مانو اور ان کی اطاعت کرو۔

لوگ آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور آپ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ظلم و ناانصافی کا قلع قمع کر دیں گے۔ پینتالیس یا سینتالیس برس کی عمر پائیں گے۔

Marfat.com

یزید
اپنے اصلی روپ میں

ننگِ ملت و دین موجبِ عتاب رب العالمین، محروم شفاعت رحمت العالمین رسوائے زمانہ یزید پلید ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ والد کی وفات کے بعد ۶۰ھ میں تخت نشین ہوا اور ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔ اس نے تقریباً چار برس اور کچھ دن حکومت کی۔

اس ظالم نے اپنے دورِ حکومت میں ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس پر ملت اسلامیہ ابدالآباد تک نفرین کرتی اور لعنتیں بھیجتی رہے گی۔ دیگر معاصی کے ارتکاب کے ساتھ اس سفاک اور ظالم بادشاہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ظلم و ستم روا رکھے اس کی روئیداد سن کر قیامت تک انسانیت روتے گی۔ عقیدت سر پیٹے گی اور شرافت ماتم کرے گی۔

اس پُرفتن دور میں جہاں آئے دن نت نئے فتنوں کا ظہور ہوتا جا رہا ہے وہاں ایک ایسا فتنہ بھی ظہور پذیر ہوا ہے۔ جو اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور دین محمدی کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے۔

وہ فتنہ خوارج و نواصب کا ہے۔ یہ لوگ اس بات پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ یزید کو خلافتِ راشدہ کا صحیح جانشین ثابت کر کے رحمت اللہ کے خطاب کے لائق قرار دیا جائے۔ اور اس کی بیعت سے انحراف کرنے والوں کو باغی گردانا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دیگر دشمنانِ اہل بیت کے علاوہ صاحب کتاب (خلافت معاویہ و یزید) اور اس کے اتباع نے حسینؓ کی ہرزہ سرائی اور یزید کی مدح خوانی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ لیکن بحمد اللہ بات پھر بھی وہیں کی وہیں رہی۔ نہ تو یزید رحمت اللہ بن سکا اور نہ ہی معاذ اللہ حسین باغی قرار دیا جا سکا کیونکہ جس شمع کو

Marfat.com

خود خدا روشن کرے اسے بجھانے والا کون ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کب بجھے جسے روشن خدا کرے

کتاب ہذا اس امر کی متحمل نہیں کہ یزید کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کا پورا پورا پوسٹ مارٹم کیا جا سکے اس سلسلے میں ایک جامع اور مبسوط کتاب زیر تالیف ہے جو عنقریب منصۂ صفحات پر آ کر عوام کے تمام شکوک وشبہات کو دور کر دے گی۔ (انشاء اللہ) تاہم یزید کی بداعمالیوں کی پردہ کشائی اور اس کی بدکرداریوں کی نشاندہی نہ کرنا ایک واضح سقم اور فضائے صحافت میں ایک عظیم خلا ہو گا۔ اس لئے مختصراً ان ضروری سوالات کا جواب دیا جاتا ہے جنہوں نے بعض ذہنوں کو مسموم کر رکھا ہے۔

آپ نے ماسبق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اچھی طرح اندازہ لگا لیا ہو گا کہ گلستانِ رسالت کی ویرانی اور قصرِ اسلامی کی بربادی اسی بدباطن یزید کے ہاتھوں ہوئی اور اس طرح وہ حدیث جسے خاتمۃ الحفاظ امام اجل حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی جن کی جلالت شان پر عرب وعجم کے علماء محدثین کا اتفاق ہے اور جنہوں نے کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حالت بیداری میں کی اور احادیث کی صحت وعدم صحت کے متعلق دریافت کیا۔

وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب تاریخ الخلفاء پر دو سندوں کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

(أخرج أبو يعلى في مسنده عن أبي عبيدة قال قال رسول الله صلعم لايزال أمر أمتي قائما بالقسط حتى يكون أول من يثلمه رجل من بني أمية يقال له يزيد)۔

ترجمہ:۔ ابو یعلی اپنی مسند میں ابو عبیدہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا معاملہ انصاف پر جاری رہے گا حتی کہ ایک شخص ایسا پیدا ہو گا جو کہ اس کو مسخ کر دے گا۔ اس کا نام یزید ہو گا۔

(صواعق البارقہ حصہ اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۴)۔

Marfat.com

دوسری روایت یوں ہے۔

اَخرَجَ الرّویانی فی مسندہٖ عن ابی الدرداء سمعتُ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقولُ اوّل من یبدّل سُنّتی رجلٌ من بنی اُمیّۃ یقالُ لہ یزید)

ترجمہ:۔ رویانی نے اپنے مسند میں ابوداؤد سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا ایک شخص یزید نامی ہوگا[2]۔

ان واضح پیشین گویوں کے عین مطابق ظالم یزید نے اپنی حکومت کے پہلے سال خاندان رسول کو برباد کیا۔ دوسرے سال شہر رسول کو تباہ کیا اور آخری سال بیت اللہ شریف پر حملہ آور ہوا۔

اس مقام پر یزید کے متعلق مؤرخین و محدثین کی رائے لکھ دینا ہی ناظرین کے لئے کافی ہوگا تاکہ وہ خود فیصلہ کریں کہ آیا ایسا شخص ایسے منصب جلیلہ کے لائق ہوسکتا ہے اور خلیفہ برحق ہوکر رحمت اللہ کے لقب سے نوازا جاسکتا ہے۔ طبری ان چند مسلمانوں کے تاثرات نقل کر رہے ہے جو یزید کی ملاقات کے لئے گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں۔

رجلٌ لیس لہٗ دینٌ یشربُ الخمرَ ویضربُ بالطنابیر ویضربُ عندہُ الصبیان ویلعبُ بالکلاب ویسامرُ الخراب الفتیان)

ترجمہ:۔ یزید ایسا شخص ہے جو دین سے بے بہرہ شراب پیتا اور طنبورے بجاتا ہے۔ جیساکہ اس کے غلام بھی بجاتے ہیں۔ وہ کتوں کا کھلاڑی اور نوجوانوں سے قصے کہانیاں کہنے والا ہے۔

(نرجعُ الی المدینۃ فنخلعُ ھذا الفاسق)۔ لہذا ہم واپس مدینہ پہنچ کر اس فاسق کو معزول کردیں گے۔

علامہ ابو شکور سالمی | فرماتے ہیں۔

(وکان یزیدُ بخلاف ھذا الامر ودی انہٗ یشربُ الخمرَ ویامرُ بالملاھی والغناءِ ومنعَ الحقَّ عن اھلہٖ وفسقٌ فی دینہٖ)۔

(۲؎ تاریخ الخلفاء طبع مصر صد ۲۰۸)

Marfat.com

کیونکہ روایت ہے کہ وہ شراب پیتا تھا۔ لہو ولعب اور گانے کا حکم دیتا تھا۔ حق داروں کی حق تلفی کرتا اور دین میں فسق کرتا تھا۔

علامہ ذہبی | علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

(کَانَ یَزِیْدُ نَاصِبًا فظًا غلیظًا یتناولُ المسکرَ وَیفعلُ المنکر)

ترجمہ:۔ یزید دشمن علی بہت بڑا بدخو تھا وہ نشہ کرتا اور گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا۔

ابن کثیر | ان محدثین اور مورخین کے علاوہ علامہ ابن کثیر کی رائے بھی سن لیجئے جو کہ مخالفین کے معتبر محدث اور مورخ ہیں اور مؤلف کتاب خلافت معاویہ و یزید" نے جن پر بہت اعتماد کیا ہے۔ وہ بھی یزید کی بداعمالیوں کو چھپا نہ سکے۔ البدایہ والنہایہ میں یوں رقمطراز ہیں۔ (کَانَ فِیہِ اَیضًا اقبالٌ علی الشہوات وَترکُ بعضِ الصلوٰۃ فی بعضِ الاوقاتِ وَاِمَاتتھا فی غالبِ الاوقات)

ترجمہ:۔ یزید شہوت پرست تھا اور بعض اوقات نماز بھی چھوڑ دیتا بلکہ اکثر اوقات نماز وقت پر نہ پڑھتا تھا۔

پھر آگے چل کر واقعہ حرہ میں ابن کثیر لکھتے ہیں۔

ثُمَّ اَبَاحَ مُسْلِمُ اللّٰہِ مِنْ قَبِیْحِ سُوْءٍ مَا اَجْہَلَہُ الْمَدِیْنَۃَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ کَمَا اَمَرَہٗ یَزِیْدُ۔ لَا اَجْزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا وَقَدْ اَخْطَأَ یَزِیْدُ خَطَاءً فَاحِشًا فِیْ قَوْلِہٖ لِمُسْلِمِ بْنِ عُقْبَۃَ

ترجمہ:۔ پھر مسرف نامی شخص نے تین دن تک مدینے میں لوٹ مار کی اجازت دی۔ خدا اس بدکار بوڑھے کا برا کرے اور یہ سب کچھ یزید کے حکم سے ہوا۔

بیشک یزید نے بڑی خطا کی تھی۔ جو مسلم بن عقبہ کو مدینہ تاراج کرنے کا حکم دیا۔[1]

ڈاکٹر طہٰ حسین | مصر کے نامور مورخ ڈاکٹر طہٰ حسین اپنی کتاب عثمان و علی میں یوں رقمطراز ہیں۔ یزید حاکم بن گیا لیکن حکومت کی خاطر اس نے لطف ولذت کے مشاغل نہ چھوڑے اور نہ ہی لہو ولعب کی بیہودگیوں سے باز آیا۔ تخت حکومت پر بیٹھ جانے کے بعد یقین کر بیٹھا کہ دنیا اس کی تابع فرمان ہے۔[2]

([1] البدایہ والنہایہ ... [2] عثمان و علی)

Marfat.com

اُردو انسائیکلوپیڈیا | اُردو انسائیکلوپیڈیا پر یزید کے متعلق لکھا ہے۔ یزید امیر معاویہ کا بیٹا فاسق وفاجر تھا۔ اس لئے امام حسین نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ [۲]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ناظرین کرام یزید کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہوں گے اور یہی وجہ تھی کہ واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر دی تھی لیکن اس ظالم نے مدینے والوں کی سرکوبی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ہزارہا مسلمانوں کو اس پاداش میں شہید کرا دیا۔

ابن کثیر کی روایت کے مطابق مہاجرین و انصار کے مقتولین کی تعداد سات ہزار اور دیگر صحابہ کرام دس ہزار اور جن کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ ان کی تعداد ایک ہزار ہے اور دوسرے مؤرخین کے مطابق تین دن تک مدینہ میں نہ اذان ہوئی اور نہ نماز، مدینۃ الرسول کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سعید بن مسیّب دیوانے ہو چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے اذان اور تکبیر کی آواز آتی تھی اور آپ نماز پڑھ لیا کرتے تھے [۳]

بروایت امام جلال الدین سیوطی زنا، سود، بہن بھائی کا نکاح وغیرہ منہیات شرعیہ کو اعلانیہ طور پر جائز قرار دیا گیا۔ کعبہ شریف پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے کہ ان کی لید سے مسجد کی بے حرمتی ہوئی۔ خانہ کعبہ کی چھت اور اس میں موجود اس مینڈھے کے سینگ بھی جل گئے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے وقت جنت سے آیا تھا۔ علاوہ ازیں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ کا گھر لوٹا گیا۔ یہ تھے یزید کے دور حکومت کے کارنامے جنہیں سن کر روح شرافت لرزہ براندام ہوتی ہے اور اسلامی غیرت سر بگریبان نظر آتی ہے اس مقام پر رسوائے زمانہ یزید ملعون کے بارے میں مشاہیر اہل سنت کی آراء خارج از مبحث نہ ہوں گی۔

(۲ انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۳۸ ۳ نحر برالشہادتین سرالشہادتین)

Marfat.com

قاضی شہاب الدین تواتر عن یزید من ایذاء النبی فی اھل بیتہ یوجب اللعن
فرحم اللہ من جوز لعنہ قال تبارک وتعالی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ
لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت کے معاملے میں ایذا دینے کے سلسلے میں یزید سے ایسے امور جو موجب لعن ہیں۔ تواتر ثابت ہیں۔ پس خدا اس شخص کا بھلا کرے۔ جو یزید پر لعنت بھیجے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے دنیا و آخرت کی لعنت ہے۔ اور ان کے لئے ذلت کا عذاب بنا ہے۔

حافظ سمہودی انہ یجوز عند جمھور العلماء اللعن علی من قتل الحسین او امر بقتلہ او اجازہ او رضی بہ بل من کثر سواد الجیش ولم یقاتل لوصول ایذا اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاشک ان قتلۃ حسین ملعونون عند اللہ وعند رسولہ۔

ترجمہ:۔ جمہور علماء کے نزدیک اس شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جس نے امام حسین کو شہید کیا یا شہید کرنے کا حکم دیا یا اجازت دی یا خوش ہوا بلکہ اس پر بھی لعنت ہے جس نے یزید کی فوج کو بڑھایا اگرچہ جنگ نہ کی کیونکہ اس سے اہل بیت کو اذیت پہنچی۔ پس بے شک امام حسین کے قاتل اللہ اور رسول کے نزدیک ملعون ہیں۔

محقق سعد الدین تفتازانی واتفقوا علی جواز اللعن علی من قاتلہ او امرہ او اجازہ ورضی بہ والحق ان رضا یزید لقتل الحسین واستبشارہ بذالک واھانۃ اھل بیت النبی مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا فنحنا لانتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ۔ لعنۃ اللہ علیہ وانصارہ واعوانہ۔

ترجمہ: علماء اس شخص کی لعنت پر متفق ہیں۔ جس نے حضرت امام حسین کو قتل کیا۔ یا قتل کرنے کا حکم دیا یا اجازت دی۔ یا رضا ظاہر کی اور حق یہ ہے کہ یزید کا قتل حسین پر خوش ہونا اور اہل بیت نبی کی اہانت کرنا معنیٰ تواتر سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیلات وروایات احاد سے آئی ہیں۔ پس ہم اس کی حالت اور ایمان کے بارے

(صدا تاریخ الخلفاء طبع مصر ص ۲۰۹۔ کامل ابن اثیر ص ۱۱۳۔ ابن خلدون ص ۲۲۲۔)

Marfat.com

میں بالکل توقف نہیں کرتے اور یزید پر اور اس کے پیروکاروں پر خدا کی لعنت ہو۔

امام ابن الجوزی قد اجازها العلماء الورعون منهم احمد بن حنبل نانه ذکر فی حق یزید ما یزید علی اللعنة۔

ترجمہ:۔ تمام پرہیزگار علماء جن میں حضرت امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں اس کو جائز کہا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے تو یزید کے حق میں لعنت سے بڑھ کر کہا ہے۔

علامہ ابن حجر رض لا عجب ان یفتی بکفرہ :۔ ترجمہ :۔ یزید کے حق میں کفر کا فتویٰ دینے میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رض اپنی تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں۔ (لعن اللہ قاتلہ و ابن زیاد معہ و یزید ایضاً۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ قاتلانِ حسین معہ ابن زیاد اور یزید پر بھی لعنت بھیجے۔ امام اہل سنت مخدوم دین و ملت مجدد زمانہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۳۴ پر یوں رقمطراز ہیں۔ یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہ کریں گے۔

علامہ سمعانی علامہ سمعانی یزید کے بارے میں فرماتے ہیں (فانی لا اشک فی کفرہ)
"میں اس (یزید) کے کفر میں شک نہیں کرتا۔

یزید کے متعلق مغربی مفکرین کی رائے

ڈاکٹر گبن مشہور مغربی مورخ ڈاکٹر گبن اپنی کتاب

(DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE)

میں رقمطراز ہے۔ (THE TYRANT OF DIMASCUS WHOSE VICES HUSSAIN DESPISED)

"امام حسین دمشق کے جابر حکمران یزید کو بوجہ اس کے فسق و فجور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے"۔ ایک اور مقام پر وہ یزید کے لئے (DESSOLUTE

Marfat.com

(YOUNG) عیاش نوجوانوں کے لفظ استعمال کرتا ہے۔

مسٹر براؤن مشہور زمانہ فلاسفر مسٹر براؤن بھی یزید کے معائب و مثالب اور فسق و فجور پر قلم کو جنبش دیتے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اپنی عظیم تاریخی تصنیف (LT. HISTORY OF PERSIA) میں لکھتا ہے۔

(AN EAGER AND SKILFUL HUNTSMAN, A GRACEFUL POET, A GALLANT LOVER, FOND OF WINE, MUSIC AND SPORTS AND LITTLE CONCERNED WITH RELIGION)

یزید ایک ماہر شکاری اور عمدہ شاعر تھا۔ علاوہ ازیں وہ ایک منچلا عاشق شراب اور محفل و سرود کا رسیا اور مذہب سے بیگانہ شخص تھا۔

مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

یزید کے معائب و مثالب کے باوجود اس کے پیروکار اسے پاکباز ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔

اَوّل جیشٍ مِنْ اُمّتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورٌ لھم۔

ترجمہ:۔ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطینہ) پر حملہ کرے گا۔ وہ مغفور ہو گا۔

یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں تین مقامات پر موجود ہے لیکن سند کے اعتبار سے حدیث ہذا مجروح و مقدوح ہے۔ علمائے رجال نے اس کے اکثر

راویوں پر کلام کیا ہے۔ سلسلہ اسناد ملاحظہ ہو۔

حَدَّثَنَا اِسحٰقُ بن یَزید بن ابراہیم الدمشقی حدثنا یحییٰ بن صخرہ بن دَافِنَۃ الدمشقی۔ حَدَّثَنَا ثور بن یزیدُ الحمصی عن خالد ابن سعدان الحمصی عن عُمیر بن الاَسود العنسی الحمصی۔

تمام راویانِ حدیث ہذا کی جانب نگاہ کریں۔ تو معلوم ہو گا کہ پہلے دو راوی تو دمشق کے رہنے والے ہیں اور باقی تین حمص کے۔ دمشق اور حمص کے راویوں کا اجتماع کھٹکا تو کتب رجال دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ شبہ صحیح نکلا اور ماسوائے عمیر بن الاسود العنسی باقی تمام راوی مجروح نکلے۔ اس سلسلے کا پہلا راوی اسحاق بن یزید بن ابراہیم دمشقی ہے اس کے متعلق علامہ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا اور لوگ اس سے روایت نہیں لیا کرتے تھے۔

وَسمعتُ ابا زرعۃ یقولُ ادرکناہ ولم نکتب عنہ۔

ترجمہ:- میں نے ابو زرعہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم نے اسحاق کا زمانہ پایا مگر ان سے حدیث نہ لیتے تھے۔

دوسرے نمبر پر یحییٰ بن صخرہ دمشقی ہیں۔ ان کے متعلق صاحب تہذیب قدری ہونا بیان کرتے ہیں۔

کَانَ یُرمیٰ بالقدرِ ورَوی عن ابن معین اِنَّہٗ کانَ قدریًا۔

یحییٰ بن صخرہ قدری ہونے سے متہم تھا اور ابن معین سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ وہ قدری تھا۔

اس سلسلہ کا تیسرا راوی ثور بن یزید ہے۔ جو حضرت علی کو اس لئے برا کہا کرتا تھا کہ اس کا دادا حضرت امیر معاویہ کی فوج میں شامل تھا۔ اور حضرت علی کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

یقالَ اِنَّہٗ کانَ قدریًا وکانَ جدّہٗ قُتِلَ صِفّین مع معاویہ وکانَ ثوراً اذا ذکر علیًا قَالَ لا اُحِبُّ رَجلاً قَتَلَ جدّی اتاہ اہلُ حمص نکونہٖ قدریًا۔

Marfat.com

ترجمہ:۔ کہا گیا ہے کہ ثور بن یزید قدری تو دشمن علی تھا اور اس کا دادا صفین کی جنگ میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا اور مارا گیا۔ ثور جب حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا۔ حمص والوں نے اسے قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے۔ جو ارسال کیا کرتا تھا یعنی روایت بیان کرنے میں صحابی کا نام چھوڑ جایا کرتا تھا۔ صاحب تقریب فرماتے ہیں۔

خالد بن معدان یُرسل کثیراً۔

ترجمہ:۔ خالد بن معدان روایت بیان کرنے میں صحابی کا نام چھوڑ جایا کرتا تھا۔

ہم نے حدیث بالا کا پورا پورا تجزیہ کر دیا ہے اس جرح و تعدیل کے بعد روایت کی جو حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ اس کا فیصلہ خود ناظرین کر لیں۔ بصورت تسلیم اگر اس حدیث کو صحیح مان کر مقام مداح میں پیش کیا جائے۔ تو بھی اس سے فضیلت صرف اس لشکر کی ثابت ہو گی جس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ کیونکہ حدیث کے شروع میں "اوّل جیش" یعنی پہلا لشکر کے الفاظ موجود ہیں اور وہ پہلی لشکر کشی ۴۲ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی سپہ سالاری میں ہوئی تھی لیکن شہر فتح نہ ہوا۔ اور سلسلہ جنگ و جدال برابر جاری رہا۔ بعد ازاں ایک نہیں کئی مرتبہ قسطنطنیہ پر فوج کشی کی جاتی رہی اور ۵۰ھ میں جب حملہ کیا گیا۔ تو اس لشکر کے سپہ سالار سفیان بن عوف ازدی تھے اور یزید بھی ایک معمولی جرنیل کی حیثیت سے اس میں شامل تھا تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یزید اپنی مرضی سے شریک جنگ نہ ہوا تھا بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے جبراً اس کو اس مہم پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر میں صاف موجود ہے کہ

لکنّہٗ غَزَّھَا مکرھًا۔

ترجمہ:۔ لیکن یزید مجبوری کی وجہ سے اس مہم میں شریک ہوا تھا۔ چونکہ یزید زناکاری اور شراب کا رسیہ تھا اس لئے اس کو جہاد جیسے مقدس فریضے میں

Marfat.com

شمولیت کی کب توفیق ہو سکتی تھی۔

ابن خلدون جو راس المورخین کے نام سے مشہور ہیں اپنی تاریخ میں یزید کی قسطنطنیہ والی مہم میں شمولیت کی پوری تصویر کھینچتے ہیں۔

جب ۵۰ھ میں قسطنطنیہ کی مہم جاری تھی لشکر میں بخار اور چیچک کی وبا پھوٹ پڑی۔ اس وقت یزید ایک مقام (دیر مران) میں ام کلثوم کے ساتھ مشغول تھا اور اس وبا کے متعلق سن کر خوش ہو کر مجاہدین اسلام پر پھبتیاں کسنے لگا اور اپنے آپ کو محفوظ مقام پر فوج سے الگ جان کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

مَا اِنْ اُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْعُهُمْ ... بِالْفَرْقَدُونَا الْبِیْدِ مِنْ حُمّٰی وَمِنْ شُوْمِیْ

اِذَا اتَّکَاْتُ عَلَی الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِعًا ... بِدَیْرِ مُرَّانَ وَعِنْدِیْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ

ترجمہ:۔ میں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ بیاباں میں لشکر پر بخار اور چیچک کی وبائیں پھوٹ پڑی ہیں۔ مجھے کیا، میں تو ایک بلند مسند پر ام کلثوم کو پہلو میں لئے بیٹھا ہوں۔

جب حضرت امیر معاویہ کو اس بات کا علم ہوا کہ یزید جہاد سے جی چرا کر دیر مران میں چھپا بیٹھا ہے اور مسلمانوں کی مصیبت پر ٹھٹھے لگا رہا ہے تو آپ نے غصے میں آکر یزید کے لئے قسطنطنیہ کی مہم میں شمولیت کا حکم نامہ جاری کر دیا اور اسے شاہی فرمان کے آگے گردن جھکانی پڑی اور شریک مہم ہونا پڑا۔

روایت بالا اور یزید کے اپنے اشعار سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وہ آخر تک اس مہم میں شمولیت سے جی چراتا رہا اور مسلمانوں کی مصیبت پر مسکراتا رہا۔ پھر اگر شامل بھی ہوا تو برضا و رغبت اور خوشنودی خدا و رسول کی خاطر نہ ہوا۔ بلکہ فرمان شاہی سے مرعوب ہو کر مجبوراً شامل ہوا اور یہ عقیدے کا مسئلہ ہے کہ بغیر نیت کی درستی کے کوئی عمل قابل اعتبار نہیں ہوتا کہ فرمان نبوی ہے۔

انما الاعمال بالنیات:۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

چونکہ اس مہم میں شمولیت یزید کی نیک نیتی پر مبنی نہ تھی۔ اس لئے یزید کسی صورت

(ص۱۰۔ ابن خلدون۔)

Marfat.com

بھی حدیث ہذا کی بشارت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ بفرضِ محال اگر اس حدیث کو یزید کے حق میں پیش گوئی تسلیم کر کے اسے مغفور مان بھی لیا جائے پھر بھی اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ مغفور ہونے کی وجہ سے معصوم بھی ہو گیا۔ مغفور ہونا اور بات ہے اور معصوم ہونا دوسری بات، زیادہ سے زیادہ یہ ہی کہا جائے گا کہ اس مہم کے وقت یزید مغفور تھا اور جب بعد میں معاصی کا مرتکب اور قتل اہل بیت رسول ؐ کا موجب بنا تو جہنمی ہو گیا۔ کہ مناطقہ کی اصطلاح میں قضیہ موجبہ جزئیہ وقتیہ شخصیہ ہو سکتا ہے۔ موجبہ کلیہ قطعیہ دائمیہ ہرگز نہیں (کما صرح بہ فی کتب المعقولات) اب قرآن حکیم اور احادیث مطہرہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العٰلمین۔

ترجمہ:- اے بنی اسرائیل یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور میں نے تمہیں اس زمانے میں سب پر بلندی عطا کی۔

یہ ہی بنی اسرائیل جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاں پر فضیلت کی خوشخبری سنائی تھی جب انہوں نے ارتکاب معاصی کر کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔ شکران نعمت کی بجائے کفران نعمت کے مرتکب ہوتے۔ اتباعِ انبیاء کی بجائے قتل انبیاء سے ہاتھ رنگے تو ان بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی پاداش میں دنیا میں مسخ وخسف کے عذاب اور آفات سماوی میں مبتلا ہو کر خدا کی دی ہوئی بشارت سے محروم اور دنیا و آخرت میں ملعون ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب بداعمالیاں اور بدکرداریاں بنی اسرائیل کے لئے بشارت خداوندی سے محرومی کا باعث بن سکتی ہیں تو بفرضِ محال اس حدیث والی بشارت کو یزید کے حق میں مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ کہنا پڑے گا کہ بنی اسرائیل کی طرح یزید بھی اپنی بداعمالیوں کے ارتکاب حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے شکران نعمت کی بجائے کفران نعمت کرنے اور محبت اہل بیت کی بجائے قتل اہل بیت سے ہاتھ رنگنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے محروم ہو کر دنیا و آخرت میں ملعون و مردود ثابت ہوا۔

Marfat.com

احادیث سے استدلال

سرورِ کائنات، مختارِ شش جہات، فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجِ بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت دی۔

اِنَّ الحجَّ یغسلُ الذنوبَ کما یغسلُ الماءُ الدنس۔

ترجمہ:۔ حج گناہوں کو یوں دھو ڈالتا ہے۔ جیسے پانی میل کو۔

دوسری حدیث میں یوں ہے۔

مَن زارَ تربتی وَجبت لہٗ شفاعتی۔

ترجمہ: جس نے میرے روضہ کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی ۔صدا

ان احادیث کا مفاد یہ ہے کہ حاجی حج کرنے کے بعد اس حالت میں ہو جاتا ہے گویا آج ماں کے گھر پیدا ہوا ہے۔ فقہائے کرام نے حجاج کرام کی مغفرت میں شک و شبہ کرنے والوں پر کفر کا خوف کیا ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو مغفور فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

مَن صامَ رمضانَ ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدّم مِن ذنبہٖ۔

ترجمہ: جس شخص نے ایمان کی حالت میں رمضان پاک کے روزے رکھے وہ گناہوں سے مغفور ہے۔

تو ان احادیث کی موجودگی میں کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حاجی اور روزہ دار قطعی مغفور ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ باقی ماندہ زندگی ارتکاب معاصی میں ہی گزاریں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ مغفرت کی بشارت صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جبکہ حاجی حج کرنے کے بعد اور روزہ دار صدقِ دل سے اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب نہ ہوں۔ لیکن اگر انہوں نے حدود اللہ کو توڑا اور منہیات شرعیہ کا ارتکاب کیا تو اس مغفرت کی بشارت سے محروم ہو جائیں گے اسی طرح اگر یزید کو اس حدیث کا مصداق مان (صدا الصحاح)۔

Marfat.com

بھی لیا جائے تو وہ بعد ازاں ارتکاب معاصی کرنے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے اور حدود اللہ توڑنے کی وجہ سے جہنمی ہوا۔

حاکم وقت کی اطاعت کا ڈھونگ

یزید کو مطاع اور مقتدا ثابت کرنے کے لئے اس کے سرپھرے طرفدار اس آیت کا سہارا لیتے ہیں۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم:

ترجمہ:۔ اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور حاکم وقت کی۔

اس سلسلے میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ واجب الاطاعت اور مطاع شریعت کی رو سے وہی سمجھا جائے گا جس کا طرز حکومت علی منہاج النبوت اور ہر عمل مطابق سنت ہوگا۔ قرآن پاک میں تھوڑا سا غور و فکر کرنے سے خود بخود یہ عقدہ حل ہو جائے گا کہ آیت مبارکہ میں دو مرتبہ اطاعت کا ذکر اس انداز سے آیا ہے کہ اللہ اور رسول کے لفظ کے ساتھ اطیعو کا لفظ الگ ہے لیکن (اولی الامر) کے ساتھ اطاعت کا کوئی لفظ علیحدہ نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ضمن میں ہی اولی الامر کی اطاعت رکھی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اگر حاکم وقت خود اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بھی لائق اطاعت ہوگا۔ بصورت دیگر اس کی ذاتی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایسے شخص کے خلاف جہاد کرنا فرض ہو جاتا ہے اس کی مزید توضیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے سماعت فرمائیں۔

(لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق) اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔ صدا

بخاری شریف کتاب الاحکام میں حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(صدا القصاح۔)

Marfat.com

(السمع والطاعة على المرء المسلم فی ما احبّ وکرہ ما لم یؤمر بمعصیۃ فاذا اُمر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ) ص۲

ترجمہ:- امام اور بادشاہ وقت کی اطاعت) ہر حالت میں ضروری ہے جبکہ وہ گناہگاری پر مجبور نہ کرے۔ جب گناہگاری پر مجبور کرے تو پھر اطاعت ہرگز نہ کیجائیگی۔

رازدارِ نبوت شہنشاہِ فتوت، خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی گدی پر متمکن ہوتے ہی جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے الفاظ ہمارے بیان کی تائید میں کافی ہیں۔

(ایھا النّاس انی ولیتُ الامر ولستُ بخیر منکم فاطیعونی فی المعروف وانصرونی ان لاتقوّمونی)۔

ترجمہ: اے لوگو میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرنا تم پر واجب ہے اور اگر مجھ سے کوئی غلط کاری سرزد ہو تو مجھے سیدھا کرنا تم پر فرض ہے۔

آپ اس سے اندازہ فرمائیں کہ جب رازدارِ نبوت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ خلافِ شریعت میری کوئی بات لائق اطاعت نہیں تو پھر یزید جیسا ننگِ دین وملت کس طرح اطاعت کے لائق ہو سکتا ہے۔ ص۱

یہ بدکردار۔ بدنہاد تو فی الواقعہ اس لائق تھا۔ کہ اس کے خلاف علم جہاد بلند کرکے اسلام کی عظمت رفتہ کو واپس لوٹایا جاتا اگرچہ ایسے وقت میں رخصت پر عمل کرنا بھی جائز ہے لیکن عزیمت پر عمل پیرا ہونا عین منشا مصطفوی ہے کہ ارشاد ہے۔ (افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔) ترجمہ:- ظالم حاکم کے سامنے سچی بات بہت بڑا جہاد ہے۔ ص۲ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں صحابہ کرام نے بخوف جان اس کی اطاعت قبول کرلی تھی لیکن واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد سب نے یزید کی بیعت توڑدی تھی۔ جیساکہ بخاری شریف کتاب الفتن میں حضرت نافع

(ص۱ بخاری شریف۔ کتاب الاحکام ص۱ تاریخ الخلفاء ص۲۰۹۔ طبع مصر۔ کامل ابن اثیر ص۱۱۲ ابن خلدون ص۲۴ ص۲ الصحاح۔)

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (خَلَعَ اَھْلُ المَدِیْنَۃِ یَزِیْدَ ابْنَ مُعَاوِیَۃَ)

ترجمہ:۔ تمام مدینے والوں نے یزید کی بیعت توڑ کر بغاوت کر دی۔

یہ بیعت کا توڑنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس زمانے کے مسلمان یزید کو ہرگز ہرگز واجب الاطاعت اور خلیفہ برحق نہ سمجھتے تھے۔ ابتداء میں جب اس کی بداعمالیاں منظر عام تک نہ آئی تھیں۔ اس وقت لوگوں کا بیعت کر لینا یا تو عدم علم پر مبنی تھا اور یا اس کے جبر و قہر کے مقابل جان کی حفاظت کے لئے رخصت پر عمل تھا۔ بعد میں جب اس کے شیطانی خصائل اور بدباطنی کے مظاہرے کئے تو عوام نے بالاتفاق اسے ملعون قرار دے کر اس کی بیعت کا طوق گردن سے اتار پھینکا۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرّہ کے بعد جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ یزید کو واجب الاطاعت خلیفہ تسلیم کرنا شریعت مطہرہ سے لاعلمی کے علاوہ حکم خداوندی کی توہین بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔

(وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا)

ترجمہ:۔ جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔ اس کا بدلہ جہنم ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اللہ ناراض ہے اس پر اور لعنت کی ہے اس پر اور تیار رہے اس کے لیے بہت بڑا عذاب۔

آیت مبارکہ سے آپ اندازہ فرمائیں کہ جب عام مسلمان کے قتل پر یہ وعید ہے تو نواسۂ مصطفےٰ، جگر گوشۂ علی المرتضےٰ، نور نگاہِ فاطمۃ الزہرا، شہید نینوا، حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والا اور پھر اس قتل پر خوش ہونے والا ملعون اور جہنمی کیوں نہ ہوگا۔

چنانچہ حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں

(وَلَمَّا قُتِلَ الحُسَیْنُ وَبَنُوْ اَبِیْہِ بَعَثَ ابْنُ زِیَادٍ بِرُؤُسِھِمْ اِلٰی یَزِیْدَ وَسُرَّ بِقَتْلِھِمْ

ترجمہ:۔ اور جب امام حسینؓ اور آپ کے ساتھی شہید ہوئے تو ابن زیاد نے تمام شہیدوں کے سر یزید کے پاس بھیجے اور وہ ان کے قتل پر خوش ہوا۔ یزید پلید کا امام مظلوم کے سر مبارک کو دیکھ کر خوش ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اہل بیت کا قاتل حقیقتاً یزید تھا اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حسنین کریمینؓ کی محبت خدا اور رسول کی محبت اور ان سے دشمنی خدا و رسول سے دشمنی ہے۔

ابن عساکر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(الحسنُ والحُسینُ سیدا شباب اهل الجنۃِ مَن احبھما فقد احبّنی وَ مَن ابغضھما فقد ابغضنی)۔

ترجمہ: حسن اور حسین جنتیوں کے سردار ہیں جو ان سے محبت کرے گا۔ میں ان سے محبت کروں گا اور جو ان سے دشمنی کرے گا۔ میں ان سے دشمنی کروں گا۔ اور دوسری حدیث اس طرح ہے۔

(اِنا حربٌ لِمَن حاربھمْ وَسلمٌ لِمَن سالمھمْ صد۲

ترجمہ:۔ جو حسین سے جنگ کرے گا۔ میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو حسین سے صلح کرے گا۔ میں اس سے صلح کروں گا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ یزید پلید نے امام عالی مقام کو شہید کر کے نہ صرف اہل بیت اور مسلمانوں ہی کو ایذا پہنچائی بلکہ خدا اور رسول کو بھی ایذا دی اور خدا اور رسول کو ایذا دینے والا دنیا و آخرت میں ملعون اور جہنمی ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

اِنَّ الّذین یؤذون اللہ والرسول لعنھمُ اللہُ فی الدنیا والاٰخرۃ وَاعدَّ لھمْ عذاباً مُھیناً وَالّذین یؤذون المؤمنین وَالمومنٰتِ بغیرِ ماکتسبو فقد احتملو بھتاناً وّاِثماً مُبیناً۔)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ دنیا و آخرت میں ان پر خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار (مفتاح الصحاح صد۲ ترمذی شریف۔ البدایہ والنہایہ۔)

Marfat.com

کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بلاوجہ دکھ دیتے ہیں۔ وہ بہتان لگانے اور سخت گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں اب بھی اگر یزید کے مداح اور پیروکار اس کو خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت قرار دیں۔ تو ان کی عقلوں پر تف ہے ۔

بر ایں عقل و دانش بباید گریست

ہم نے یزید کے معائب و مثالب مدلل تحریر کر دیئے ہیں۔ وقت کی قلت، کتاب کی ضخامت اور دیگر خارجی موانعات کے باعث اختصار سے کام لینا پڑا ہے۔ انشاء اللہ ایک جامع اور مبسوط کتاب مستقبل قریب میں ہدیہ ناظرین کر دی جائے گی۔ یہ مختصر مضمون اسی طوفان کی ایک موج اور اسی بحر کی ایک لہر ہے اس قلیل کو کثیر اور مختصر کو تفصیل تصور فرمائیں۔

قلیلٌ منی یکفیکَ ولکن قلیلٌ لا یُقال لہٗ قلیلُ

Marfat.com

حرفِ آخر

اللہ رب العزت کی توفیق سے کتاب (فاطمہ کا لال) کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں تک پہنچ چکا ہے۔ میں اس ذات کبریا کا بے حد و بے حساب ممنون ہوں۔ جس نے مجھے نواسہ مصطفےٰ نورِ نگاہ علی المرتضےٰ جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا، شہزادہ گلگوں قبا مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل و محامد بیان کرنے اور واقعاتِ کربلا کا پس منظر، پیش منظر، تہ منظر قرآن وسنت اجماع امت، مستند و معتبر کتب تواریخ سے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کتاب ہذا نے اوّل روز سے آج تک جس قدر عوام و خواص سے خراج عقیدت وصول کیا اس کا میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ کتاب ہذا کی تعریف میں اندرون ملک اور بیرون ملک سے لوگوں کے ہزاروں خطوط مجھے موصول ہوتے رہے۔ ملک کے موقر جرائد نوائے وقت، مشرق، امروز، مغربی پاکستان ہمدرد پاکستان نے کتاب کی تعریف و توصیف میں یہاں تک لکھا کہ "فاطمہ کا لال" واقعاتِ کرب و بلا پر ہر لحاظ سے مکمل، جامع اور موضوع کے اعتبار سے منفرد اور لا مثال کتاب ہے۔ ملک کے نامور ادیبوں علماء و مشائخ، اہل قلم حضرات نے کتاب ہذا کو ایک علمی، ادبی شہ پارہ سے موسوم کیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کا خصوصی کرم۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ شفقت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے الفت و محبت کا ثمرہ ہے۔ اب کتاب کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے اس ایڈیشن میں کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کو سابق اسقام سے کلی طور پر مبرا کیا جائے اس لئے ان تمام مطبعی اغلاط کو دور کر دیا گیا ہے۔ جن کی نشاندہی میرے کرم فرماؤں نے کی تھی۔ میں ان کے اس تعاون کا بے حد شکر گزار ہوں اور امیدوار ہوں کہ وہ آئندہ بھی میری راہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔

Marfat.com

اب میں اس دعا کے ساتھ کتاب "فاطمہ کالال" کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت بطفیل سرورِ کائنات مفخر الموجودات، مختار شش جہات حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. میری اس کاوشش کو شرف قبولیت بخشے اور روئے زمین کے مسلمانوں کو سربلندی و سرفرازی عطا فرمائے اور اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار سے محبت اور کتاب ہذا سے روحانی وابستگی نصیب فرمائے (آمین ثم آمین)

وما توفیقی الا باللہ

وَصلی اللہُ علی خیرِ خلقِہٖ وَ نورِ عرشِہٖ وَ زینۃِ فرشِہٖ محمّد صلی اللہُ علیہ وسلم وَعلی آلہٖ اصحابہٖ اجمعین بِرحمتِک یا ارحم الراحمین

ختم شد

ابو السّعادات: مفتی حبیب ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاطمہ رضؓ کا لال رضؓ

از رشحات قلم

ابو السعادات مفتی حبیب احمد ہاشمی

فاضل اسلامیات، فاضل عربی، فاضل فارسی عالم اردو، فاضل حکمت

ممبر سنٹرل قرآن کمیٹی گورنمنٹ آف پاکستان

خطیب اعظم سیالکوٹ

النّاشر

مکتبہ ہاشمیہ مبارک پورہ سیالکوٹ

Marfat.com